نام کتاب۔۔۔۔۔۔۔۔۔انوارحق

افادات۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔شیخ الحدیث حضرت مولانا انوارالحق مدظلہ

جلد۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔اول،دوم

نظرثانی۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔مولانا عبدالقیوم حقانی

پروف ریڈنگ۔۔۔۔۔۔۔۔محمد اسرار ابن مدنی

کمپوزنگ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔بابر حنیف،حافظ انعام الحق

ناشر۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔مؤتمر المصنفین دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک

ملنے کے پتے

مکتبہ علمیہ اکوڑہ خٹک

فاروقی کتب خانہ اکوڑہ خٹک

مکتبہ سید احمد شہید اکوڑہ خٹک

مکتبہ رشیدیہ اکوڑہ خٹک

الاهداء

اپنے عظیم مربی

شفیق والد

بے مثال محسن

فخر المحدثین قائد شریعت

شیخ الحدیث **حضرت مولانا عبدالحق صاحب** نور اللہ مرقدہ

کے نام جن کی خصوصی نظر عنایت، توجہ شفقت، پُرخلوص دعاوں اور دامن تربیت کے صدقے اللہ کریم نے علم دین اور خدمتِ علم کی عظیم سعادتوں سے نوازا، یہ جو کچھ بھی ہے ان ہی کے نسبی اور روحانی نسبتوں کا صدقہ ہے۔

فہرست

فہرست

فہرست

فہرست

فہرست

فہرست

فہرست

فہرست

فہرست

فہرست

فہرست

فہرست

فہرست

فہرست

فہرست

حقوق العباد کی فضیلت و اہمیت

نحمده ونصلی ونسلم علی رسوله الکریم اما بعد :قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم والذی نفسی بیده لا یؤمن عبد حتی یحب لاخیه مایحب لنفسه (بخاری ومسلم)

''حضرت انسؓ سے روایت ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قسم ہے اس ذات کی جس کی قدرت میں میری جان ہے کوئی بندہ اس وقت تک کامل مومن نہیں بن سکتا جب تک کہ وہ اپنے مسلمان بھائی کیلئے وہی چیز پسند نہ کرے جو اپنے لئے پسند کرتا ہے۔

وعن عائشه و ابن عمر عن النبی صلی الله علیه وسلم قال مازال جبرائیل یوصینی باالجار حتی ظننت انه سیورثه (بخاری ومسلم)

''حضرت عائشہؓ اور حضرت ابن عمرؓ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کہ حضرت جبرائیلؑ مجھ کو ہمیشہ ہمسایہ کے حق کا خیال رکھنے کا حکم دیا کرتے تھے' یہاں تک کہ مجھے خیال ہوا کہ حضرت جبرائیلؑ عنقریب پڑوسیوں کو ایک دوسرے کا وارث قرار دیں گے''

کلمہ شہادت کے دونوں جملوں کا اقرار

اسلام ایک عالمگیر اور ہمہ گیر مذہب ہے' ہر دور و ہر زمانہ میں قیامت تک عبادت و

زندگی کا ایسا شعبہ نہیں جس کا احاطہ اسلام نے نہ کیا ہو اور اس میں اس کا حل موجود نہ ہو ہم میں سے بعض لوگوں نے دنیا کو یہاں تک محدود کر دیا ہے کہ صرف نماز پڑھی جائے اور بس۔ کسی کا خیال ہے کہ صرف کلمہ طیبہ پڑھنا ہی مسلمان ہونے اور اسلام میں داخلہ کے لئے کافی ہے کوئی یہ سمجھ بیٹھا کہ دین کی خدمت صرف اللہ کی وحدانیت کو تسلیم کرنے کا نام ہے۔ لا الہ الا اللہ کہہ کر محمد رسول اللہ یعنی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو پیغمبر تسلیم کرنے کی بھی ضرورت نہیں (معاذ اللہ) حالانکہ یہ تصور بھی کفر ہے کہ ختم الرسل صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کا عقیدہ نہ رکھنے والا مسلم ہو سکتا ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے نبوت اور رسالت کا اقرار کرنے والا اللہ کی وحدانیت تسلیم کئے بغیر مسلمان ہو سکتا ہے کلمہ شہادت کے ان دونوں جملوں کے اقرار اور صمیم قلب سے ان کو ماننے بغیر دین حقہ میں داخل ہونے کا تصور بھی ناممکن ہے۔

دین کی جامعیت

دین صرف چند عبادات کا نام نہیں۔ بلکہ یہ نام ہے پانچ چیزوں پر عمل پیرا ہونے کا۔ جو کہ عقیدے عبادات معاملات معاشرہ اور اخلاق پر مشتمل ہے ان میں سے صرف کسی ایک پر عمل کر کے باقی کو پس پشت ڈالنے والا اپنے آپ کو کامل مسلمان ہونے کا دعویدار گردانتا یہ صرف خام خیالی اور اپنے آپ کو دھوکہ میں مبتلا کرنے والا معاملہ ہے۔

اتباع سنت

قرآن بار بار اور ارشادات نبوی کثرت سے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت اور ان کی تعلیمات اور سنتوں کی اتباع پر زور دیتا ہے اور یہی آقائے نامدار صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات اور سنتوں پر اتباع ہی دنیا و آخرت کی نجات کا ذریعہ ہیں یہ جانتے ہوئے بھی ہم میں سے اکثر لوگ اللہ تعالیٰ اور رسول کی اطاعت کو صرف چند عبادات مثلاً صوم وصلوۃ ہی سمجھ کر معاملات ایک دوسرے کے حقوق معاشرت کے آداب انسانیت کا احترام اخلاق حسنہ کو اختیار کرنا جیسے احکامات و تعلیمات کو ایسے بھلا بیٹھے جیسے یہ دین کا حصہ ہی نہیں اور نہ یہ امور اللہ تعالیٰ و

رسول کے اطاعت واتباع میں شامل ہیں، حضرت عائشہؓ سے کسی نے سوال کیا کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق کیسے تھے۔فرمایا کان خلقه القرآن ،یعنی قرآن میں ایک کامل مومن کے عبادات، معاملات، حسن معاشرہ، حقوق انسانی وغیرہ جو احکامات ذکر ہیں، آپ ان پر اس انداز سے عمل کرتے رہے جیسے آپ زمین پر چلتے ہوئے مجسم قرآن تھے۔رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کا مقصد قرآن کے احکامات اور قوانین پر عمل کر کے ایک ایسا نمونہ دنیا کے سامنے پیش کرنا تھا جسے اپنا کر گمراہ انسانیت کو صراط مستقیم پر لایا جاسکتا ہے آپ کی بحیثیت پیغمبر دنیا میں آمد تمام کائنات پر بہت بڑا احسان ہے ان کے افعال واقوال حقوق اللہ اور حقوق العباد کی ادائیگی کا مظہر ہیں۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ اقدس مشعل راہ

اللہ جل شانہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک مثالی نمونہ بھیج کر انسانیت کو حکم دیا کہ زندگی کے ہر موڑ پر عبادات و معاملات اخلاق و معاشرت، عادات واطوار میں اس نمونہ کو مشعل راہ بنا کر اوروں کو بھی اسی نمونہ کے اختیار کرنے کی تلقین کریں، حدیث کے کتب بالخصوص صحاح ستہ میں ایک مستقل باب شمائل النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے نام سے موجود ہے جسے اہمیت سے پڑھایا جاتا ہے، جس سے اندازہ ہوجاتا ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت اور شمائل عملی قرآن کی حیثیت رکھتے ہیں۔

حقوق العباد اور احترام آدمیت

جیسا کہ مسلمان کے لئے حقوق اللہ نماز، روزہ، زکوۃ حج کی ادائیگی ضروری ہے، اسی طرح حقوق العباد کو بھی ادا کرنا انتہائی اہم اور لازمی ہیں، حقوق اللہ میں اگر انسان سے کوتاہی، کمی ونقصان ہوجائے اور صدق دل سے توبہ او رتلافی کی کوشش کی جائے تو رب العزت معاف فرماویں گے۔مگر انسانوں کے حقوق جب تک جس کا حق مارا گیا ہے اس کے ساتھ اپنا معاملہ طے نہ کرے معافی کی گنجائش نہیں۔دین محمدی جو ادیان عالم میں عدل وانصاف کے قیام اور ظلم و استبداد کو جڑ سے اکھاڑنے میں سب سے بڑا علمبردار دین ہے، اس میں حقوق العباد اور احترام

آدمیت سرفہرست ہے۔

جانوروں کے ساتھ حسن سلوک

حتیٰ کہ انسان تو انسان ہے' جانوروں اور غیر ذی عقول مخلوق کے ساتھ بھی حسن سلوک کی تلقین شدت سے کی گئی ہے۔ مثلاً چیونٹی اذی اور تکلیف کا باعث نہ بنے تو اس کے مارنے سے بھی منع کردیا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی مخلوق پر زیادتی نہ کرنے کے اس واقعہ سے آپ اندازہ لگا سکتے ہیں کہ

وعن ابوھریرۃؓ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: قرصت نملۃ نبیا من الانبیاء فامر بقربۃ النمل فاحرقت فاوحی اللہ تعالیٰ الیہ ان قرصتک نملۃ احرقت امۃ من الامم تسبّح (بخاری مسلم)

''حضرت ابو ہریرۃؓ سے روایت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کہ اللہ تعالیٰ کے انبیاء علیہ الصلوٰۃ والسلام میں سے ایک نبی کا واقعہ ہے کہ ایک دن ایک چیونٹی نے اس کو کاٹ دیا' انہوں نے ان چیونٹیوں کے تمام سوراخ کو جلا دینے کا حکم فرمایا' سوراخ جلا دیا گیا' جس پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے وحی نازل ہوئی کہ تمہیں ایک چیونٹی نے کاٹا تھا اور تم نے امتوں میں سے ایک امت کو جلا ڈالا جو اللہ تعالیٰ کی پاکی بیان کرنے میں مصروف رہتی ہے''

بغیر تکلیف پہنچائے اسلام میں جانوروں کا مارنا بھی جائز نہیں۔ چہ جائے کہ انسان کو ضرر پہنچایا جائے' یہاں یہ بات آپ حضرات کو ذہن نشین ہونی چاہیے کہ اگر چیونٹیاں نقصان پہونچانے کا ذریعہ بن جائیں تو پھر ان کا مارنا اور ان کے دفع کے لئے کوئی ذریعہ استعمال کرنے کی گنجائش موجود ہے' اور ایذاء کا سبب نہ بننے والوں کی ہلاکت سے احتراز کرنا چاہیے۔

تسخیر وطاقت کا غلط استعمال

آپ کو معلوم ہے کہ رب العالمین نے اس کائنات کی ہر چیز انسان کے لئے مسخر کر کے ان میں سے اکثر و بیشتر اسی بنی آدم کی خدمت پر مامور ہیں۔ مگر اس عظمت و شرافت سے غلط فائدہ اٹھا کر قطعاً یہ اجازت نہیں کہ اس تسخیر کو غلط انداز ہ میں استعمال کیا جائے۔ اپنے شوق اور تفریح کے

لئے کسی بھی جاندار کو بلاضرورۃ اور غیر شرعی طریقہ سے ہلاک کرنا بھی اپنی قوت اور غلبہ کے ناجائز استعمال کرنے کے زمرہ میں آتا ہے۔

جانوروں کے ناحق مارنے پر باز پرس

ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے

عن عبدالله بن عمرو ابن عاصؓ ان رسول الله صلی الله علیه وسلم قال: من قتل عصفوراً فما فوقها بغیر حقها سأله الله عن قتله قیل یارسول الله صلی الله علیه وسلم وما حقها قال ان یذبحها فیاکلها ولا یقطع رأسها فیرمی بها (رواہ احمد)

''عبداللہ بن عمرو ابن عاصؓ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کہ اگر کوئی شخص کسی چڑیا یا اس سے بڑے کسی جانور (یا پرندہ) کو ناحق مارے تو رب العزت اس شخص سے اس ناحق مارنے پر باز پرس کریگا' پوچھا گیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور اس چڑیا کا حق کیا ہے؟ فرمایا: یہ کہ اس کو ذبح کیا جائے' پھر کھایا جائے یہ نہیں کہ اس کا سر کاٹ کر پھینک دیا جائے''

حکمت تخلیق کائنات

اسلام کے ان بے مثال' اعلیٰ وارفع تعلیمات کا نچوڑ' اور خلاصہ یہ ہے کہ کائنات کے مالک وخالق نے کارخانہ عالم میں جن اشیاء کو پیدا فرمایا۔ ہر ایک کی پیدائش میں رب تعالیٰ کی کوئی نہ کوئی حکمت پنہاں ہے۔ بغیر حکمت کسی کو بھی عبث پیدا نہیں کیا گیا' یہ الگ بات ہے کہ انسان اپنے محدود عقل ودانش کی بناء پر تخلیق کی حکمت پیدائش تک پہنچنے سے عاجز ہے' جب کسی کا معرض وجود میں آنا بلامقصد نہیں تو ہر ایک کے حقوق بھی بیان کئے گئے' جس طرح انسان کو اپنے بقاء اور وجود کے حفاظت کا حق دیا گیا یہی صورتحال ہر ذی روح کی ہے' جیسے کسی انسان کو بلاوجہ ہلاک کرنا جرم ہے' اسی طرح جانور کی جان بھی بلاوجہ اور غیر شرعی طریقہ سے لینا ایسا جرم ہے کہ اس کا بھی روز محشر باقاعدہ مواخذہ ہوگا' جانور کا حق یہ ہے کہ اسے اسلامی احکامات کی روشنی میں ذبح کر کے کھایا جائے، یہ نہیں کہ صرف ذوق وشوق کی تسکین کے لئے مارنے کے بعد ایک بے مقصد چیز سمجھ کر پھینک دیا جائے۔

انسانی حقوق کے مختلف معیار

آج مسلمانوں کے علاوہ کئی اقوام وادیان کے دعویداران حقوق کی ادائیگی کے علمبردار بن کر انہی حقوق کے نام پر دنیا کو جہنم کدہ بنادیا ہے۔ کچھ تو اس میں ہم مسلمانوں کا عمل دخل بھی ہے' کہ انہوں نے شریعت مطہرہ کے بتائے ہوئے اخلاق وحسن معاشرہ کے زرین تعلیمات پر عمل چھوڑ کر کفار واغیاران تعلیمات کے دعویدار بن بیٹھے اور مسلمانوں کو حقوق انسانی کی پاسداری نہ کرنے پر موردالزام ٹھہرا رہے ہیں۔ دنیا میں کئی ادارے' تنظیمیں اور ملک حقوق انسانی کے خوشنما لیبل کو اٹھا کر مسلم امۃ کو انسانی حقوق کی خلاف ورزیوں کا مرتکب قرار دے رہے ہیں۔ جبکہ یہ لوگ خود انسانی حقوق کی پامالی کے چیمپئن بن کر اپنے سے کمزور اقوام کو ایک ظالم وخونخوار بھیڑیے کی طرح جس طرح نوچ رہے ہیں' دنیائے عالم کا انصاف پسند طبقہ جن کے آنکھوں پر تعصب اور اسلام دشمنی کے پردے نہیں یا نوحہ کناں ہے' ہر علاقہ اور قوم کے لئے حقوق کے الگ الگ معیار قائم ہیں۔ جس جگہ اپنے مقاصد اور مفادات حاصل کرنا مشکل نظر آتا ہے۔ اسلام کی زرین اور آفاقی اصولوں کو حقوق انسانی سے متصادم قرار دیا جاتا ہے۔

اسلام کا بلند معیارِ حقوق

دوہرا معیار اپنا کر پھر بھی انسانی حقوق کے خالق اور بنانے والوں میں اپنے کو شمار کرنا انتہائی بےشرمی اور ڈھٹائی نہیں تو اور کیا ہے۔ ورنہ اگر دشمنی اور تعصب کے عینک اتار کر بغور اسلام کا مطالعہ کیا جائے تو اس میں وہ اعلیٰ درجہ کی تہذیب' تمدن' معاشرہ اور حقوق کی ادائیگی کا لزوم ہے کہ دنیا کے کسی قوم ومذہب کے اندر بھی ایسی صفات موجود نہیں۔

جانوروں کے حقوق اور نبوی ہدایات

دین اسلام کی تعلیمات تو اس قدر سراپائے رحمت وشفقت ہیں کہ جانور سے کام لیتے وقت بھی اس کے بھوک اور سفر کی صلاحیت کے بارے میں واضح ہدایات موجود ہیں' یہاں تک امام

الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کہ اگر اسے ذبح کرنے کی نوبت آئے تو چھری خوب تیز کرلیا کرو' رحمت کی انتہا ہے' کہ اگرچہ عظمت وشرافت بنی آدم کی وجہ سے ذبح جو بظاہر تکلیف ہے کی اجازت مل گئی ہے۔مگر اس میں بھی آرام پہنچانے کا حکم دیا گیا' ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے:

عن ابی ہریرۃؓ قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم اذا سافرتم فی الخصب فاعطوا الابل حقها من الارض واذا سافرتم فی السنة فاسرعوا علیها السیر واذا عرستم باللیل فاجتنبوا الطریق فانها طرق الدواب ومأوی الهوام باللیل وفی روایة اذا سافرتم فی السنة فبادروا بها نقیّها (رواہ مسلم)

''حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تم نے شادابی وآبادی کے زمانہ میں اونٹوں پر سفر کرنا ہو تو (سفر کے دوران) ان اونٹوں کو زمین سے کھانے کا حق دو (تاکہ وہ پیٹ بھر کر تیز سفر طے کرسکیں) اور جب قحط کے زمانہ (یعنی گھاس وغیرہ نہ ملے) میں سفر کرو تو سفر تیزی سے ختم کرنے کی کوشش کرو تاکہ گھاس وچارہ نہ ملنے کی وجہ سے بھوک کی تکلیف میں مبتلا ہو کر بدنی کمزوری میں مبتلا ہونے سے پہلے پہلے تمہیں منزل مقصود تک پہنچادیں۔اور جب رات کو تم کہیں (آرام کے لئے) رکنا چاہو تو راستے کے درمیان نزول نہ کرو۔ کیونکہ یہ راستے جانوروں اور موذی حشرات کی گزرگاہیں بن جاتی ہیں' اور ایک روایت میں یوں بھی ہے' کہ جب تم قحط کے زمانہ میں ان پر سفر کرو تو تیزی سے کرو اور ان کے (ہڈیوں) میں گودا موجود ہے۔چونکہ وہ دور دراز علاقہ سفر واسفار کے لئے صرف اونٹ ہی کے استعمال کا تھا اسی لئے حدیث مبارکہ میں اونٹ کا ذکر ہے' ویسے یہ حکم و ہدایت تمام جانوروں کے لئے ہے۔

اصلاحِ معاشرہ کی نبوی تعلیمات

غرض جس دین نے جانوروں پر رحمت کا حکم دیا ہے وہ انسانوں پر رحمت وشفقت کے حکم سے کیسے خالی ہوگا' اسلام اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد سے پہلے دنیا میں جھل' ظلم' ناانصافی' بداخلاقی اور گناہوں کا دور دورہ تھا' اس فطری اور عالمگیر دین اور اس کے مقتدیٰ رحمۃ العالمین صلی

اللہ علیہ وسلم کی بعثت کا مقصد روئے زمین پر رہنے والوں کو گمراہی' ظلم و جبر اور جہالت کے اندھیروں سے نکال کر صراطِ مستقیم' علم کی روشنی' امن وسکون' اتفاق واتحاد' امن وسلامتی' جیسے نمایاں خصوصیات اور کمالات کا حامل بنانا تھا' اللہ اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان تمام شعبہ جات میں اصلاحِ معاشرہ کے جو تعلیمات ذکر فرمائے وہ ایسے واضح اور غیر مبہم ہیں' کہ کوئی یہ اعتراض نہیں کر سکتا' کہ زندگی کے فلاں شعبہ میں اپنے ماننے والوں کو دین حقہ نے کوئی ہدایات نہیں دی۔

حقوق العباد کی اہمیت

زندگی میں انسان کو جن معاملات سے واسطہ پڑتا ہے وہ دو ہیں۔اللہ تعالیٰ سے واسطہ اور یا اس کے مخلوق سے تعلق اور معاملہ اللہ تعالیٰ سے جن امور کا تعلق ہے وہ حقوق اللہ اور اس کے مخلوق سے جو معاملات ہیں وہ حقوق العباد کہلائے جاسکتے ہیں۔ جیسے کہ پہلے عرض کر چکا ہوں کہ ہم میں سے اکثر مسلمانوں نے حقوق اللہ یعنی' نماز' روزہ' حج' زکوۃ وغیرہ پر عمل کرتے ہوئے حقوق العباد کی طرف توجہ دینا ہی چھوڑ دیا ہے۔ حالانکہ حقوق اللہ کی اپنی عظمت حیثیت اور مقام ہے جس کیساتھ ساتھ مخلوق کی حقوق کا خیال رکھ کر ان کے بارہ میں دیئے ہوئے احکامات پر عمل کرنا بھی دین وایمان کا لازمی جزو ہے۔ بے شمار آیات واحادیث دلالت کر رہے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے حق میں کوتاہی اور تقصیر کی صورت میں اگر صدقِ دل سے ذاتِ باری کے حضور انسان توبہ تائب ہو جائے تو اس ذات رحیم وکریم کی طرف سے معافی مل سکتی ہے اور اس کے مخلوق کے کسی حق میں زیادتی کمی ہو جائے تو رب کائنات اپنے صفتِ عدل و انصاف کے تقاضوں کے مطابق اسوقت تک اس زیادتی کرنے والے کو معاف نہیں فرماتے جب تک وہ بندہ اسے معاف نہ کرے یا خود اس سے اپنا معاملہ طے نہ کرے۔

حقوقِ العباد کی تفصیلات

یہاں یہ بات یاد رکھی جائے کہ انسان کا حق صرف مال تک محدود نہیں کہ کسی کے مال کو غصب کیا جائے ڈاکہ زنی اور چوری کا ارتکاب ہو۔حقوق العباد ان کے علاوہ اور نہیں' یہ بالکل غلط تصور ہے' حقوق العباد کی تفصیلات اور اقسام واصناف احادیث ودینی کتب میں انتہائی تفصیل سے

ذکر ہیں۔ والدین کی اولاد پر حقوق اولاد کے والدین پر' خاوند پر بیوی کا حق' بیوی کا شوہر پر' پڑوسی کا پڑوسی پر حق' آجروں کا اجیر پر' اور اجیر کا آجر پر' حاکم کا رعایا پر اور رعایا کا حاکم پر' ہر انسان پر اپنے نفس کا حق' وغیرہ' ان حقوق میں بھی حق تلفی' بندوں کے حقوق مالیہ میں کمی و زیادتی کرنے کے برابر ہے بلکہ بعض میں کوتاہی کرنا' حقوق مالی میں خیانت کرنے سے بھی بڑھ کر ہے۔

خطبہ عرفات انسانی حقوق کا چارٹر

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے عرفات کے میدان میں لاکھوں اسلام کے پروانوں' صحابہ کو ایک ایسا جامع مفصل آخری خطاب فرمایا جو کہ تا قیامت آنے والوں مسلمانوں کیلئے اپنے زندگیوں کے سنوارنے کا عظیم منشور ہے' جس کا ایک ایک جملہ قیامت تک پیدا ہونے والے اسلام دشمنوں اور روشن خیالی و ترقی پسندی کے نام پر اپنے قبیح عزائم کو پایہ تکمیل تک پہنچانے کے منصوبے بنانے والوں کی آنکھیں کھولنے کیلئے عبرت آموز اسباق موجود ہیں۔ ایک لمبی تمہید کے بعد سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

الا ان اموالکم ودمائکم واعراضکم حرام کحرمة یومکم هذا فی شهرکم هذا فی بلدکم هذا من یومکم هذا الی یوم القیامة

''خبردار تمہارے اموال اور جانیں اور عزتیں آج سے یوم قیامت تک اس طرح حرام ہیں جیسے اس یوم عرفہ معظم میں شہر اور بلد معظم میں حرام ہیں اسی طرح ان کی حرمت جیسے آج ہے یہ اشیاء ہمیشہ کے لئے حرام ہے''

الغرض خطبہ کے ابتداء میں پیش کردہ دونوں احادیث مبارکہ امت مسلمہ کو سختی سے حقوق العباد کی ادائیگی اور کسی کے جان و مال کو نقصان نہ پہنچانے کے سلسلہ میں مشعل راہ ہیں' اسی موضوع پر مزید معروضات انشاء اللہ اگلے جمعہ عرض کرنے کی کوشش کروں گا۔

رب العزت مجھے اور جملہ مسلمانوں کو اللہ کے حقوق و فرائض کی ادائیگی کے ساتھ اس کی مخلوق کے حقوق ادا کرنے کی توفیق سے مالا مال فرماویں۔ آمین

تکمیلِ ایمان کے مختلف شعبے

نحمدہ ونصلی ونسلم علی رسولہ الکریم اما بعد قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم والذی نفسی بیدہ لا یؤمن عبد حتی یحب لاخیہ مایحب لنفسہ (بخاری ومسلم)

''حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قسم ہے اس ذات کی جس کی قبضہ قدرت میں میری جان ہے کوئی بندہ اس وقت تک کامل مومن نہیں بن سکتا جب تک کہ وہ اپنے مسلمان بھائی کیلئے وہی چیز پسند نہ کرے جو اپنے لئے پسند کرتا ہے''

ہمسایہ کے حقوق

وعن عائشۃؓ و ابن عمرؓ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال: مازال جبرائیل یوصینی بالجار حتی ظننت انہ سیورثہ (بخاری ومسلم)

''حضرت عائشہؓ اور حضرت ابن عمرؓ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کہ حضرت جبرائیلؑ مجھ کو ہمیشہ ہمسایہ کے حق کا خیال رکھنے کا حکم دیا کرتے تھے یہاں تک کہ مجھے خیال ہوا کہ حضرت جبرائیلؑ عنقریب پڑوسیوں کو ایک دوسرے کا وارث قرار دیں گے۔

عالمی حقوق کا تحفظ

ان احادیث کے ضمن میں اسلام نے حقوق العباد کے بارے میں جو اصول وقواعد وضع

کئےان کاذکرکرنامقصود ہےایک مختصرسی جھلک آپ حضرات گزشتہ جمعہ کوسن چکے ہیں کہ اسلام میں انسانیت کےتمام طبقات بلکہ تمام مخلوقات کے معاشی تحفظ اورحقوق کی ایسی ہمہ گیر رعایت موجود ہےجن پرعمل کرکے ہی عالمی حقوق کے تحفظ کا خواب شرمندہ تعبیر ہوسکتا ہے۔لیکن اس کے لئے ضروری ہے کہ قلوب میں پوری یکسوئی سے اللہ تعالیٰ کی عظمت اورمخلوق خدا کی شفقت کا رنگ غالب ہو'پھریہی غلبہ اللہ تعالیٰ کی عظمت اورمخلوق خدا کے حقوق کے تحفظ کی شکل اختیار کرکے انسان کی مکمل زندگی ربانی احکامات وہدایات میں ڈھل جاتی ہے۔

ادائیگی امانت کی ایک نادرمثال

اگرہمیں بندوں کےحقوق کی ادائیگی کی صحیح فکر ہوتی تو اس کے لئے قدم قدم پرسید الانبیا محمدرسول صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ عملی نمونے پیش فرمائے جن پرعمل نہ کرنے کی کسی مسلمان کو بھی جرات اور ہمت نہ ہوتی۔حضورصلی اللہ علیہ وسلم کے عین ایسے موقع پربھی جبکہ کفاران کوشہید کرنے کے فیصلہ پرعمل کرنے والے تھےان کے حقوق کے ادا کرنے کی سوچ رہے ہیں۔آپ کے علم میں ہے کہ کفار مکہ کو جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے توحید کی دعوت دی ان کا جینا دوبھر کردیا۔مصائب اورمشکلات کے ان پرپہاڑ ڈھانے کے ساتھ ان کا سوشل بائیکاٹ یعنی مقاطعہ کرکے آخرکارآپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کوختم کرنے کا فیصلہ کرلیا۔ہجرت کی رات اوراسکا طویل اورصبرآزماہونا توآپ حضرات کئی دفعہ سن چکے ہوں گے۔کہ وہ ذات برحق جس کے ہاتھ میں تمام زندگیوں کا کنٹرول ہے۔وہ نہ چاہےتودنیا کی کوئی طاقت کسی کی زندگی کووقت مقررہ سے ایک منٹ وسیکنڈ پہلے گل نہیں کرسکتی اورجس کی موت کاوقت مقررہوا سےایک منٹ کوئی ٹال نہیں سکتا ہے'رب کائنات نے حضورصلی اللہ علیہ وسلم کوکفار کے اس مذموم ارادے سے محفوظ رکھ کر بحفاظت مکہ سے نکالناتھا۔

کفارکی ہٹ دھرمی وانانیت

باوجوداس کہ کفارومعاندین سرور دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوتِ اسلام

کی وجہ سے بدترین دشمن بن کران کے ہر دعویٰ کو جھٹلانے پر کمربستہ ہو چکے تھے۔اس کے باوجود حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سچا اور امانت دار ہونے کے سب کے سب معترف تھے' یہ مانتے تھے کہ آپ الصادق الامین ہیں۔دعویٰ اسلام کو نہ ماننے والا عقیدہ اس وجہ سے نہ تھا کہ وہ اس دعویٰ کو جھوٹ سمجھتے تھے' بلکہ یہ ان کا بغض وعناد ہی تھا' اسی وجہ سے وہ 'میں نہ مانوں' کے مرض میں مبتلا تھے۔جان بوجھ کر عقیدہ وحدانیت اور رسالت سے انکار صرف ان جاہلوں اور کفار کی خصوصیت نہ تھی بلکہ محبوب کبریا صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے جو بھی انبیاء اس دنیا میں تشریف لائے ان کے مخاطبین نے بھی یہی طریقہ انکار اختیار کیا۔جبکہ ان کو یہ یقین تھا کہ پیغمبر برحق ہے اس کا لایا ہوا دین سچا اور مبنی برحقیقت ہے۔مگر تعصب اور آباؤاجداد کے کافرانہ عقائد کو چھوڑنا اپنے انا کے خلاف سمجھتے ان کے اسی انانیت اور ہٹ دھرمی کا ذکر مالک کائنات نے کلام اللہ میں بھی فرمایا:

الـذيـن آتيـنـا هـم الكتاب يعرفونه كمايعرفون ابناء هم وان فريقاًمنهم ليكتمون الحق وهم يعلمون (البقرة)

''وہ لوگ جنہیں دی ہم نے کتاب' پہچانتے ہیں اس (حضور صلی اللہ علیہ وسلم) کو جیسے پہچانتے ہیں اپنی اولاد کو لیکن کچھ لوگ ان میں سے چھپاتے ہیں حق کو جانتے بوجھتے۔''

روانگی ہجرت اور ادائیگی امانت

مکہ کے جاہل اور بت پرست بھی اپنے قیمتی اشیاء کی حفاظت کے لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آکر ان کے سپرد کر دیتے۔ان کی دینی واخلاقی بگاڑ کی حالت اس مقام پر پہنچ چکی تھی کہ پورے معاشرہ میں اپنا ہم مسلک ومشرب ایسا فرد نہ تھا جس پر اعتبار کر کے وہ امانت سنبھالنے کا اہل ہو۔آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو جب وحی کے ذریعے راتوں رات مکہ سے ہجرت کا حکم ملتا ہے اس ہنگامی حالت میں انہیں انسانوں کے حقوق کی فکر لاحق رہی کہ جو امانات کفار کے ان کے پاس ہیں ان کے ادائیگی کا بندوبست کیا جائے۔تاکہ نبی کی صفت امین پر کسی کافر کو انگلی اٹھانے کا موقع نہ مل سکے۔آپ حضرت ابوبکرؓ کو ساتھ لے کر مدینہ کی طرف چل

پڑے اور کفار کی امانتیں حضرت علیؓ کے حوالہ کردیں کہ ہر امانت اپنے حقدار کو سپرد کردی جائے۔

مخالفین سے حسنِ سلوک کی نادر مثال

آج مذاہب عالم میں حقوق انسانی کے خود ساختہ علمبردار اور تہذیبوں کے دعویدار کے ہاتھ اگر اپنے مخالف کے مال و متاع کا کچھ حصہ قبضہ میں آئے تو اسے خونخوار بھیڑیئے کی طرح ہڑپ کرنا اپنا حق سمجھتا ہے۔ خواہ مال کا مالک پہلے سے معاشرہ کے اس غاصب و ظالم فرد کے ہاتھوں کتنی مصیبتوں کا شکار ہو چکا ہو۔ اور یہاں رحمۃ العالمین صلی اللہ علیہ وسلم کے کفار کے ساتھ بھی حسن سلوک کا اندازہ کریں کہ باوجود ہر قسم کے ایذاء رسانی کے ان کو اپنا اپنا حق پہنچانے کا بندوبست بھی فرمارہے ہیں۔ اگر اس زمانے کا کوئی انسان ہوتا موقع کو غنیمت جان کر اپنے مصائب کے بدلہ کی آڑ میں سب کچھ اپنے ساتھ سمیٹ لیتا۔

قیامت تک آنے والی نسلوں کے لئے پیغام

کیا کوئی اس دور میں ایسا ہے جو اپنے عمل و کردار سے ثابت کردے کہ حالتِ جنگ ہو یا امن، صلح و دوستی کا زمانہ ہو یا دشمنی کا دور ہو ہر حالت میں انسانی حقوق کی ادائیگی اور ''حق بحق دار رسید'' پر سختی سے عمل پیرا ہو، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے عمل سے ثابت فرمایا۔ کہ جو تم سے زیادتی کرے تم اس سے حسن سلوک کا معاملہ کرو۔ اور احسن من اساء الیک'' کسی نے تمہارے ساتھ زیادتی کی تو تم اس کے ساتھ برائی کی بجائے اچھا سلوک اور اچھائی کرو۔ اور تجربہ سے ثابت ہے کہ برائی کا جواب اچھے عمل سے دینے کے جو بہترین نتائج دنیا میں ظاہر ہوجاتے ہیں وہ برائی کا بدلہ برائی سے دینے سے حاصل نہیں ہوتے۔ قربان جایئے امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کے ایسے کردار سے جس میں قیامت تک آنے والے نسلوں کو پیغام ہے کہ اسلام جو امانت و دیانت کا دین ہے، اسمیں انسانی حقوق کو انسان ہونے کے ناطے جو ایک دوسرے پر ہیں، انہیں ادا کرنے کی کوشش اور اہتمام کرنی چاہیے۔ جب غیر مسلم کے حق کی ادائیگی کا اتنا التزام ہے تو پھر مسلمانوں کے آپس میں حقوق کی ادائیگی مسلمان کی حیثیت سے اور بھی اہمیت اختیار کرجاتی ہے۔ الغرض

جس مذہب میں جانوروں کے حقوق متعین ہیں انسانوں کے حقوق کیوں نہ ہوں گے۔ جو واقعہ ہجرت کے موقع کا آپ نے سن لیا اس سے اندازہ ہوا کہ کافر کے بھی حقوق ہیں۔ حتیٰ کہ مسلمان فاسق اور فاجر کے بھی حقوق متعین ہیں۔ اسکی کیفیت وحالت کے حدود و قیود کے اندر رہتے ہوئے اس کی ادیگی کا بندوبست بھی کرنا ہے۔

بلی تک کے حقوق کا اہتمام

بلی جو بظاہر انسان کے خیال میں بے فائدہ اور بعض اوقات ضرر رساں حیوان ہے مگر اس کے حق کا خیال نہ رکھنے کی پاداش میں پالنے والی کو جہنم میں داخل ہونا پڑا۔ لیلۃ المعراج یا کسی اور موقع پر حضور صلی اللہ علیہ وسلمکو جہنم کا مشاہدہ کرایا گیا۔ وہاں جو دیکھا اس کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا:

عن جابرؓ قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم عرضت على النار فرايت فيها امراة من بني اسرائيل تعذب في هرة لها ربطتها فلم تطعمها ولم تدعها تاكل من حشاش الارض حتى ماتت جوعاً ورأيت عمرو ابن عامر الخزاعي يجر قصبه ' في النار وكان اول من سيَّبَ السوائب (رواه مسلم)

''حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کہ مجھے دکھانے کے لئے دوزخ کی آگ میرے سامنے لائی گئی تو میں نے اس میں بنی اسرائیل کی ایک عورت کو (جلتے ہوئے) دیکھا' اس کو ایک بلی کے (ساتھ اس کے سلوک کرنے میں) عذاب دیا جا رہا تھا۔ جسے اس نے باندھ رکھ کر نہ اسے کچھ کھانے کو دے رہی تھی اور نہ اس کو آزاد کر رہی تھی۔ تاکہ وہ خود جا کر کیڑے مکوڑوں سے کچھ کھا لیتی۔ آخر کار (بھوک و پیاس کی وجہ سے) وہ بلی مر گئی۔ نیز میں نے (جہنم میں) عمرو بن عامر خزاعی کو بھی دیکھا جو اپنی آنتوں کو دوزخ کی آگ میں کھینچ رہا تھا۔ (وجہ یہ تھی) کہ سب سے پہلے وہ شخص تھا جس نے اونٹنی چھوڑنے کی رسم کی بنیاد رکھی۔''

اسلام میں مخلوق کے حقوق کے سلسلے میں اس حدیث کا ابتدائی حصہ بیان کرنا مقصود ہے کہ نفس ایک جاندار حیوان جس کا کھانا وغیرہ حرام ہے اس کے حق کا خیال نہ رکھنا بھی جرم اور

عذاب الٰہی میں گرفتار ہونے کا باعث بن جاتا ہے۔تو انسان جسے اشرف المخلوقات کے حقوق میں کوتاہی کرنے کا انجام کتنا برا ہوگا۔

اسلام کا نظام عدل

حقوق کی ادائیگی کے سلسلے میں اسلامی احکامات غریب و مالدار، شاہ و گدا' قوی و ضعیف' گورے و کالے' میں کوئی فرق روا نہیں رکھتا۔ جس نے بھی دوسروں کی حق تلفی کی مظلوم کو اپنا حق دیا جائے گا۔ اس ظالمانہ اور طبقاتی اونچ نیچ کے دور کا معاملہ اسلام میں نہیں کہ عدالتوں سے دنیاوی شرافت' دولت و طاقت' وغیرہ کے زور پر طاقتور کو تو حق مل جاتا ہے' اور کمزور و غریب اپنے حقوق کے حصول کے لئے عدل و انصاف کے دروازوں پر سالہا سال ٹھوکریں کھا کر مایوسی کے عالم میں اس دنیا سے رخصت ہو جاتا ہے' اسلام کی نظر میں حق کا دعویٰ کرنے والا یعنی مدعی اور جس پر دعویٰ کیا گیا ہے' مدعی علیہ برابر ہیں۔ اسلام کے نظام عدل اور مظلوم کی دادرسائی کی نظیر' ترقی کے دعویدار نظاموں میں قطعاً موجود نہیں۔ حضرت عمرؓ کے دور خلافت کا یہ تاریخی واقعہ حقوق کی ادائیگی کے سلسلہ میں معترضین کے دل و دماغ کے بند دریچے کھولنے کے لئے کافی ہے۔

فاروق اعظمؓ کی عدالت

امیر المومنین حضرت عمرؓ فاورق کا دور خلافت ہے لوگ کثرت سے اسلام کے دائرہ میں شامل ہو رہے ہیں' عمرؓ کے دورِ حکومت میں جس طرح اسلامی مملکت کے حدود دور دراز تک پھیلے۔ فتوحات کا سلسلہ بڑھتا گیا۔ بڑے بڑے سردار اور شاہان بھی مشرف بہ اسلام ہوتے رہے۔ انہی افراد میں غسان کا بادشاہ جبلہ بھی اسلام لے آیا۔ مسلمانوں اور خصوصاً حضرت عمرؓ کو بہت خوشی ہوئی کسی کا اسلام لانا بذات خود مسلمانوں کے لئے باعث مسرت ہوتا ہے۔ اور پھر جتنے زیادہ لوگ اسلام میں داخل ہوتے ہیں' مسلمانوں کی قوت و عددی تعداد میں اضافہ مخالف قوتوں پر رعب اور طاقت کا ذریعہ ظاہری اسباب میں بن جاتا ہے۔ اسی دوران جبلہ خانہ کعبہ کا طواف کر رہا تھا۔ بدن پر ازار بندھا ہوا تھا اتفاق سے ازار کا کچھ حصہ لٹک کر زمین پر لگا۔ کسی غریب مسلمان کا قدم اس کے ازار کے کونے پر

پڑا۔ جس سے دب کرازار کھل گیا۔ جبلہ غصہ سے لال پیلا ہوا۔ نادار مسلمان کو منہ پر ایک تھپڑ رسید کیا جس سے اس کا ایک دانت ٹوٹ گیا' وہ شکایت لے کر دادرسی اور اپنا حق حاصل کرنے کے لئے عمرؓ کے پاس اپنا کیس لے گیا۔ جبلہ کو بلایا اس نے اپنے کئے ہوئے فعل کا اقرار کیا۔ عمرؓ نے غریب مسلمان کو جبلہ سے اپنا بدلہ لینے کا فرمایا کہ تھپڑ کے بدلے تھپڑ مار کر اپنا حق لے سکتے ہو۔ اسلامی عدالت میں ایک عام اور غریب مسلمان کے حق میں فیصلہ صادر ہونے کا دیکھ کر حیران و پریشان ہوا کہ ایک عام و غریب مسلمان ایک شاہ کے برابر کیسے ہوسکتا ہے۔ اپنے اس باطنی غرور' تکبر او رانانیت کا اظہار برملا عمرؓ کے سامنے کیا۔ آپ نے سمجھایا کہ جب تو مسلمان ہوا تو اسلام نے اس غریب مسلمان اور تمہیں حقوق و مراعات وغیرہ میں برابر کر دیا ہے۔ جبلہ نے غریب کے تھپڑ کا بدلہ تھپڑ سے دینے کے لئے ایک دن کی مہلت مانگی۔ عمرؓ نے فرمایا: یہ اس غریب مسلمان کا حق ہے اسے مؤخر کرنا بھی اس کی مرضی پر موقوف ہے۔ چونکہ یہ حق اسی غریب کا تھا۔ اس نے مہلت دینے کی منظوری دی۔ مہلت مانگنے سے غرض جبلہ کو اس ظاہری ذلت اور بے عزتی (جو غرور و تکبر ہی کا نتیجہ تھا) سے فرار حاصل کرنے کی راہ نکالنی تھی۔ چنانچہ ایک دن کی رعایت سے فائدہ لے کر موقع ملتے ہی راہ فرار اختیار کر لی۔ اسلام کی نعمت ترک کر کے دوبارہ کفر کو اختیار کر لیا۔ حضرت عمرؓ نے اس کے کفر کو اختیار کر کے ارتداد اور بھاگنے کی کوئی پرواہ نہ کی کیونکہ ان کے پیش نظر کسی متکبر' ظالم و جابر شخص کے خوش کرنے سے اسلام کے عدل و انصاف پر مبنی فیصلوں کی اہمیت کہیں زیادہ تھی۔ اگر حضرت عمرؓ جبلہ کی رعایت کرنے کے لئے اپنے فیصلہ اور رائے میں ذرہ برابر نرمی اور لچک کا مظاہرہ کرتے تو روز قیامت تک (العیاذ باللہ) اسلام کے عادلانہ نظام جس میں امیر و غریب کی حیثیت برابر ہے۔ پر ایسا داغ و دھبہ لگ جاتا کہ مخالفین کو اس نظام پر انگلی اٹھانے کا موقع مل جاتا کہ اسلام میں امیروں کے لئے الگ فیصلے ہیں اور غریبوں کے لئے الگ۔ آیئے اب آج کے تہذیب اور ترقی یافتہ دور کے حاکموں' امراء اور ظالم و مظلوم کے درمیان فیصلے کرنے والوں کا حال کہ وقتی مصالح اور انفرادی فائدوں کے حصول کیلئے قومی مفاد کے نام پر اپنے فیصلوں سے اسلام

کے احکامات تو کیا حمیت' غیرت واخلاق کے حدود اور تقاضوں کو بھی تار تار کر دیتے ہیں۔ یہاں ایک جبلہ تو مرتد ہو کر اسلام سے خارج ہوا مگر حضرت عمرؓ نے وقتی حالات اس کے امارت وسرداری' رعب ودبدبہ کو کچل کر عدل وانصاف کا ایسا فیصلہ کیا کہ قیامت تک آنے والے مسلمانوں کو اسلام کے عادلانہ فیصلوں پر اظہار معذرت کرنے کی بجائے انکے سر فخر سے بلند رہیں گے

سب سے پہلے عرش کے سایہ میں

حضرت عمرؓ کے پیش نظر اپنے محبوب ومقتداء کا یہ ارشاد گرامی تھا: کہ

عن عائشةؓ عن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال اتدرون من السابقون الى ظل الله عزوجل يوم القيامه قالوا الله ورسوله' اعلم قال الذين اذا اعطوا الحق قبلوا واذ اسئلوا بذلوه وحكموا للناس كحكمهم لانفسهم (رواه بيهقى)

''حضرت عائشہؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کررہی ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا تم جانتے ہو قیامت کے دن اللہ جل شانہ کے عرش کے سایہ کی طرف سے سب سے پہلے جانے والے کون لوگ ہیں۔ صحابہ نے عرض کیا اللہ تعالیٰ اور رسول ہی بہتر جانتے ہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سب سے پہلے اللہ تعالیٰ کے لطف وکرم' عرش کے سایہ کے نیچے جانے والے وہ لوگ ہیں جن کے سامنے حق بات کہی جائے تو وہ (فوراً) قبول کرتے ہیں۔ جب ان سے حق کا مطالبہ کیا جائے تو وہ خرچ کرتے ہیں اور لوگوں کے حق میں وہی فیصلہ کرتے ہیں جو اپنی ذات کے بارے میں کرتے ہیں''

امام عادل

یہاں اس حدیث کے بیان کی غرض امام عادل کی وہ خصوصیت بیان کرنا مقصود ہے جس پر حدیث کا دوسرا جزو مشتمل ہے کہ جب رعایا اس سے اپنا حق مانگتی ہے وہ ان کے حقوق کی ادائیگی میں کمی یا تاخیر کرنے کی بجائے ان کا حق فوراً ادا کر دیتا ہے۔ وہ اس زمانہ کے حکمرانوں کی طرح خودغرض' عیش وراحت کا پرستار اپنے کو غریبوں اور رعایا پر ترجیح دینے والا حکمران نہیں کہ رعایا اپنے حقوق کے حصول

اور مسائل مشکلات کے ازالہ کے لئے دردر کی خاک چھانیں اور یہ خود عیاشی وراحت وسکون کی لمبی چادر تان کر رعیت سے غافل رہے۔ بلکہ اللہ تعالیٰ ورسول کے ہاں پسندیدہ حکمران وہ ہے جو خود راحت وسکون، امن وسلامتی میں رہنے کے ساتھ یا اس سے بھی پہلے رعیت کے راحت وسکون واطمینان کا طلبگار ہو۔

سلف صالحین کی اقتداء

ہمارے اسلاف واکابر نے ہماری رہنمائی کیلئے دوسروں کی حاجات پورا کرنے کی وہ عجیب وغریب عملی مثالیں چھوڑی ہیں اگر موجودہ امراء وسلاطین اسکو مشعل راہ بنا کر اسکے مطابق حق امارات وسیادت ادا کرتے تو اسلامی دنیا کے غریب مسلمانوں کو غیر مسلم حکمرانوں کا اپنی رعایا کیساتھ سلوک و برتاؤ کی تعریف کرنے کی نوبت نہ آتی۔

اللہ تعالیٰ کے پسندیدہ بندے

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی دنیا میں تشریف آوری سے پہلے ہزاروں انسانوں کی زندگی اور موت کا دارمدار ایک ایک فرد کی مرضی پر موقوف ہوتا۔ بغیر اس جابر وظالم شخص کے اجازت کے کوئی مجبور ومظلوم یہ تصور بھی نہ کر سکتا کہ اپنے حق کا مطالبہ کرے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلمکے مبعوث ہونے سے پہلے انسانی عظمت وبلندی کا وہ تصور ہی نہ تھا جو قدر ومنزلت آپ صلی اللہ علیہ وسلمنے جہد مسلسل سے انسان کا بحال کردیا ہے۔ اعلان کرتے ہوئے فرمایا:

الخلق عیال الله فاحب الخلق الی الله من احسن الی عیاله (بیهقی)

”خدا کی مخلوق خدا کا کنبہ ہے اور اللہ تعالیٰ کو مخلوق میں سب سے زیادہ محبوب وہ ہے جو اس کے کنبہ کے ساتھ اچھا سلوک کرے۔“

گویا امت کو تعلیم فرمائی کہ اگر اللہ تعالیٰ کے قرب ورضا کے طالب ہو تو انسان کے ساتھ حسن سلوک اپنا شعار بنا کر یہ مقام اور عظمت حاصل کر سکتے ہو۔

مالک کون ومکان ہم اور آپ سب کو اپنے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات وارشادات پر عمل پیراء ہونے کی توفیق سے نوازیں۔ آمین

حقوق العباد اور اسلام کی آفاقی تعلیمات

نحمده ونصلی ونسلم علی رسوله الکریم اما بعد: عن انسؓ قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم والذی نفسی بیده لا یؤمن عبد حتی یحب لاخیه مایحب لنفسه (بخاری ومسلم)

''حضرت انسؓ سے روایت ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قسم ہے اس ذات کی جس کے قدرت میں میری جان ہے کوئی بندہ اس وقت تک کامل مومن نہیں بن سکتا جب تک کہ وہ اپنے مسلمان بھائی کیلئے وہی چیز پسند نہ کرے جو اپنے لئے پسند کرتا ہے''

وعن عائشۃؓ و ابن عمرؓ عن النبی صلی الله علیه وسلم قال مازال جبرائیل یوصینی باالجار حتی ظننت انه سیورثه (بخاری ومسلم)

''حضرت عائشہؓ اور حضرت ابن عمرؓ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کہ حضرت جبرائیلؑ مجھ کو ہمیشہ ہمسایہ کے حق کا خیال رکھنے کا حکم دیا کرتے تھے یہاں تک کہ مجھے خیال ہوا کہ حضرت جبرائیلؑ عنقریب پڑوسیوں کو ایک دوسرے کا وارث قرار دیں گے۔

اسلام کی آفاقی تعلیمات کا خلاصہ

حقوق العباد کا بیان ہو رہا ہے قرآن وحدیث ہر طبقے اور ہر مقام کے لوگوں کو مقدس اور

مستحکم کامل اسلامی تہذیب وتمدن کی تعلیم دیتی ہے۔ یہی تعلیمات ظالم کو ظلم سے روک سکتی ہیں' مظلوم کی ہمت بڑھاتی ہیں اور دنیا میں فساد پھیلانے والوں کے ارادوں کا رخ دوسری طرف موڑ سکتی ہیں۔ اسلام کے آفاقی اور فطری تعلیمات میں نہ کوئی نسل کسی نسل پر اور نہ کوئی قبیلہ کسی قبیلہ پر فوقیت رکھتا ہے۔ کہ اپنے نسلی وقبائلی طاقت وقوت کے زور پر کسی کے حقوق پر قابض ہو اللہ تعالیٰ کے ہاں تفوق وامتیاز کا معیار قبائلی' عصبی وخاندانی اور مالی شرافت نہیں' جس کی لاٹھی اس کی بھینس کی روایت اور طبقات کا باہمی تناؤ انسان وحیوان' عابد ومعبود' عالم و جاہل اور آزاد وغلام کے مابین فرق سے کئی گنا بڑھ چکا تھا۔ وحدت ومساوات کا تصور ایک خواب اور نا قابل عمل تصور بن چکا تھا۔ غاصب سے اپنے حقوق کا مطالبہ جوئے شیر لانے کے برابر اور اس کے خیال کرنے والے کو بھی لوگ پاگل سمجھتے تھے۔

مظلوم انسانیت کے عزم وحوصلہ کا پیغام

قہر وجبر کے اس گھٹا ٹوپ اندھیرے میں پیغمبر انقلاب صلی اللہ علیہ وسلم نے مظلوم ومجبور کو اپنے اعلان سے ایک انقلابی عزم وحوصلہ دیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اعلان فرمایا:

یاایھا الناس ان ربکم واحد وان اباکم واحد کلکم لآدم' وآدم من تراب ان اکرمکم عنداللہ اتقاکم ولیس لعربی علی اعجمی فضل الا باالتقوی.

"اے لوگو! تمہارا رب ایک اور تمہارا جد امجد بھی ایک ہے تم سب آدم کے ہو اور آدم مٹی سے بنا ہے تم میں اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے زیادہ شریف سب سے زیادہ متقی انسان ہے، کسی عربی کو کسی عجمی پر فضیلت نہیں (اگر کسی کو فضیلت ہے) تو تقویٰ ہی کے سبب ہے۔"

گویا اس عظیم الشان خطبہ نے انسان کے بنیادی حق جو کہ حریت نفس ہے' کا چارٹر دنیا میں پیش کر کے اعلان فرمایا کہ دین اسلام تمام اقوام' امتوں' نسلوں' خاندانوں اور ملکوں کے اجتماعی حق کا امین ومحافظ ہے۔

برصغیر میں استیصالی نظام کی تباہ کاریاں

کچھ عرصہ قبل آپ نے سنا ہوگا برصغیر پاک وہند کا یہ ٹکڑا جو اب پاکستان' ہندوستان اور بنگلہ دیش پر مشتمل ہے۔ اس میں خصوصاً وہ حصہ جو موجودہ انڈیا (بھارت) کے زیر تسلط ہے طبقاتی

اختلافات اور انسانوں کا انسانوں کے ہاتھوں استیصال اور استحصال کا سلسلہ زوروں پر تھا۔انسان انسانوں کیلئے جبری اور جعلی خدا بن گئے تھے۔عزت واحترام کے روادار وحقدار صرف برہموں کا ایک فرقہ تھا جو دنیاوی' سیاسی سیادت وقیادت کے علمبردار ہونے کیساتھ ساتھ ہندو مذہب کیلئے بھی عظمت اور مرکزیت کی علامت بن چکے تھے' جیسے ہمارے ہاں خان' نواب' وڈیرہ اور سردار میں سے ہر ایک کے اپنے اپنے زیر کنٹرول رعایا پر اپنے اپنے حقوق وفرائض ہیں۔ذرہ برابر نافرمانی کرنے پر اس ترقی یافتہ اور پندرہویں صدی میں بھی عبرت کا نشان بنا کر اپنے مصنوعی عظمت کو دوام بخشنے کا ذریعہ بنایا جاتا ہے۔حکومت وقت بھی برہموں کو نوازتی رہی۔گویا عملاً یہی مراعات یافتہ طبقہ اپنے سے نچلے طبقے کے لوگوں کے سیاہ وسفید کی مالک تھی اور اس پسے ہوئے طبقہ کو زندگی کی لذتوں سے فیضیاب ہونے کا نہ موقع تھا اور نہ جواز۔۔۔۔۔

شودر بنائے جانے والے طبقات کی تذلیل

ہندوستان کے رہنے والوں کو چار طبقوں میں تقسیم کرنے کے بعد ایک طبقہ کو شودر کے نام سے پکارا گیا جو مخلوق کو چار درجات میں تقسیم کرنے والوں کے زعم میں اس کارخانہ عالم کے بنانے والے نے اپنے پاؤں سے پیدا کیا تھا' اور چونکہ ٹانگوں کا تعلق جسم کے انتہائی نچلے حصہ سے ہے' تو اس فرقہ کو بھی تمام حقوق سے محروم کر کے ان کے تقدیر میں باقی ماندہ تین اعلیٰ طبقات کی خدمت اور غلامی پر مامور کرنے کا خود ساختہ فیصلہ کیا گیا۔جو سلوک ظلم وزیادتی شودر طبقہ سے ہوتی رہی اس کی جھلک اس دور میں ہمارے جیسے پسماندہ اور ترقی پذیر ممالک میں بھی غربت وفقر کے شکار' ستم زدہ عوام کو ایسے سلوک کا سامنا کرنا روز کا معمول بنا ہوا ہے۔یہاں بھی مراعات یافتہ' صاحب ثروت یا مسند اقتدار پر بیٹھے ہوئے افراد سے کوئی جرم سرزد ہو تو ان کے خلاف قانون کو حرکت میں آنے سے روکا گیا ہے۔مسند انصاف پر بیٹھے ہوئے حضرات نے گویا معاشرہ کے ان مصنوعی شرفاء کے لئے ہر قسم کا جرم وظلم جائز قرار دینے کا سرٹیفکیٹ جاری کر دیا ہے۔غریب پر قانون شکنی کا شبہ ہو قانون کے محافظ کہلوانے والے جرم سے ثابت ہونے سے پہلے بیچارے کی

چمڑی ادھیڑ دیتے ہیں۔اس کے سارے خاندان پر زندگی تنگ کر دیتے ہیں۔معزز طبقہ سے منسلک افراد ڈنکے کی چوٹ پر سر عام مراعات سے محروم طبقہ کی عزتوں کو لوٹتے ہیں' جائیداد کو غصب کرتے ہیں۔ظلم بھی ان پر روا رکھا جاتا ہے اور انہیں فریاد اور آہ کرنے کی بھی اجازت نہیں ہوتی۔کئی مقامات پر آپ حضرات نے دیکھا ہوگا کہ دولت واقتدار' سرداری اور نوابی کے نشہ میں مست فرد جس نشست پر براجمان ہوتا ہو'اس سے کم درجہ کا انسان اس کے سامنے رکوع یا سجدہ کی حالت میں دست بستہ صورت میں زمین پر بیٹھنے کا مجاز ہوتا ہے گویا ہندوستان میں شودر کے استحقاق کو تسلیم کرنا تو دور کی بات تھی ان کو صرف انسان تسلیم کرنے کیلئے برہمن' کھتری اور ویش تیار نہ تھے۔

ہند میں مسلمانوں کی آمد کے برکات

مسلمان جب ہند میں داخل ہوئے' اپنے ساتھ اپنی تہذیب وتمدن اور اقدار کے بہترین اصول اہل ھند کو پیش کئے۔اور خود بھی اسلامی اخلاق وآداب پر عمل کرنا اپنا اوڑھنا بچھونا بنایا۔ان اسلامی آداب واخلاق میں انسانی مساوات کے ایسے ایسے نمونوں سے اہل ہند کو متعارف کرایا جس سے وہ قطعاً آشنا تک نہ تھے مسلم معاشرہ میں نہ نسل وطبقاتی درجہ بندی تھی' نہ پیشے کی بنیاد پر کسی کو ذلیل اور معزز ٹھہرایا جاتا۔جو حقوق کسی صاحب ثروت اور دنیاوی اعتبار سے مالدار یا طاقتور کو حاصل تھے غریب ونادار مسلمان بھی انہی کا مستحق ہوتا ہے۔کمزور وطاقتور آجر واجیر' غریب ومالدار ایک ہی دستر خوان پر بیٹھ کر ایک ہی برتن سے کھانا کھا رہے ہیں،جو تعلیم حاصل کرنے کا پیدائشی حق امیر اور اس کے بیٹے کو ہے وہی حق مسلم آبادی کے غریب مسلمان اور اس کے بیٹے کو بھی حاصل ہے۔عدل وانصاف کے کرسی پر بیٹھے ہوئے حضرات کے روبرو امیر وغریب' شریف وغیر شریف کا فرق نہیں،عدل وانصاف پر مبنی فیصلے کرنے والوں کے دعوے سچے اور حق پر مبنی ثابت ہو رہے ہیں۔نہ کوئی شودر ہے اور نہ برہمن۔حقوق وفرائض میں سب یکساں ہیں۔مسلمانوں کے آپس میں اس سلوک اور رویہ سے متاثر ہو کر ہند کے سرزمین پر رہنے والے باسیوں کے لئے یہ ایک چیلنج تھا۔مسلم معاشرہ کے کردار وتہذیب کو دیکھ کر طبقاتی اور نسلی شدت' اونچ نیچ کم ہو کر ردعمل

کے طور پر اصلاح کے تلاش میں پھرنے والے متحرک ہوئے جس سے انسانوں کے ساتھ حیوانات سے بھی بدتر سلوک کرنے کے اس سلسلہ میں کمی آئی۔ اسلام کے اس تاریخی حقیقت کا اقرار ہندو سیاستدانوں' ان کے فلاسفروں وانشوروں نے بھی کیا۔ کہ اسلامی اخوت ومساوات نے جس پر مسلمانوں کا یقین وعمل تھا' ہندوؤں پر گہرا اثر کیا بالخصوص ہندو معاشرہ کا وہ طبقہ جن پر معاشرہ نے انسانی حقوق سے فائدہ حاصل کرنا شجر ممنوع قرار دیا تھا کو زیادہ فائدہ ہوا۔''

جب کردار درست ہو

آج بھی مسلم تہذیب وتعلیم کے دعویدار اگر اپنے آفاقی دین کے انہی بتائے ہوئے اصولوں پر عمل کریں جن کے سلسلہ میں قدم بہ قدم محسن انسانیت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہدایات موجود ہیں، تو صرف مسلمان کے عمل ہی سے کفران تعلیمات کی طرف راغب ومائل ہوسکتی ہے۔ ہمارا حال یہ ہے کہ اسلام کے بتائے ہوئے اخلاق حسنہ کی تلقین تو غیروں کو زور وشور سے کررہے ہیں مگر ظاہری عمل ان زرین احکامات سے بالکل الٹ۔ جسکا نتیجہ یہ کہ بدبخت اور متعصب قومیں ان برائے نام مسلمانوں کے بجائے اسلام کے صحیح ابدی اور سرمدی تعلیمات کو توڑ مروڑ کر پیش کررہے ہیں

تم سب آدم کی اولاد ہو

ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے:

عن عقبة ابن عامرؓ قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: انسابكم هذا ليست بمسّبة على احد كلكم بنو آدم طف الصاع باالصاع لم تملؤه ليس لاحد على احد فضل الا بدين و تقوىٰ كفى بالرجل ان يكون بذيا فأحشا بخيلا (رواه احمد والبيهقى)

''حضرت عقبہ بن عامرؓ روایت کرتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نسب کوئی ایسی چیز نہیں جس کے سبب تم کسی کو برا کہو یا عار دلاؤ۔ بلکہ تم سب کے سب حضرت آدم کی اولاد ہو۔ جس طرح ایک صاع دوسرے صاع کے برابر ہوتا ہے (جو بھرا ہوا نہ ہو) جس کو تم نے بھرا نہ ہو کسی کو کسی پر کوئی فضیلت نہیں (اگر ہے تو صرف دین اور تقویٰ کے اعتبار سے ہے (کسی) آدمی کے برائی کیلئے بس

اتنا کافی ہے کہ وہ زبان دراز فحش گو اور بے ہودہ باتیں کرنے والا بخیل ہو"

ایک کلمہ کی دعوت

شارع علیہ السلام کی طرف سے اعلان عام ہے کہ انسانیت کے تمام افراد حضرت آدم کی اولاد ہیں اس نسبت وحیثیت سے سب برابر ہیں۔ کسی انسان کو دوسرے انسان پر محض نسب کے اعتبار سے کوئی فوقیت نہیں کہ نہ قابلیت ہے نہ علم اور صلاحیت صرف آباؤ واجداد کے کمالات اور کارناموں کو اپنے وجاہت وشوکت اور نسلی وقبائلی عزت وامتیاز اور حاکمیت وبرتری کیلئے استعمال کرے۔ حالانکہ رب کائنات کی طرف سے واشگاف الفاظ میں اعلان ہے:

تعالوا الیٰ کلمة سواء بیننا وبینکم ان الا نعبد الا الله ولا نشرک به شیئاً ولا یتخذ بعضنا بعضا اربابا من دون الله.

"آؤ ایک بات کی طرف جو تمہارے اور ہمارے درمیان (قابل قبول ہے) مشترک یعنی برابر ہے کہ ہم سب مل کر اللہ تعالیٰ کی بندگی اختیار کریں اور کسی کو اسکا شریک نہ ٹھہرائیں اور نہ ہم سب اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر آپس میں ایک دوسرے کو اپنا (مالک) آقا بنائیں۔"

تمام انسان نسلی اعتبار سے برابر ہیں

اور ظاہر بات ہے کہ جس ذات باری نے قدم قدم پر احسانات وانعامات کا ایک بے انتہا سلسلہ جاری وساری فرمایا ہے جس کی کوئی حد ہے نہ اس کا شمار کرنا ممکن ہے۔ پیدائش کے دن سے لے کر مرنے تک مخلوق کا ہر فرد نعمتوں کے سمندر میں ڈوبا ہوا ہے۔ لامتناہی احسانات میں کافر مسلمان برابر ہیں۔ بلکہ بطور استدراج غیر مسلم ظاہری طور پر کچھ زیادہ مزے میں نظر آرہے ہیں۔ لہٰذا ان انعامات و احسانات کا دنیوی اخروی اخلاقی اور عرفی تقاضا یہ ہے کہ تمام انسان اللہ تعالیٰ ہی کو وحدہ لاشریک مان کر اسی کی اطاعت اور بندگی اختیار کریں۔ نیز آیت مبارکہ سے معلوم ہوا ہے کہ تمام انسان نسلی اعتبار سے برابر ہیں۔

شریعت مطہرہ پر عمل کرتے ہوئے اسلامی نظام اخلاق ومعاملات زمین کے ٹکڑے پر پھیلے ہوئے انسانوں کو اس طرح آپس میں زندگی بسر کرنے اور معاملات طے کرنے کی ہدایات

دیتا ہے۔جس پر عمل کرنے سے دوست دشمن' پڑوسی وغیر پڑوسی' مسلم وکافر' غلام وآقا حتی کہ غیر ناطق حیوانات کے بھی اپنے اپنے حقوق خود بخود ادا ہوتے رہتے ہیں۔اس سلسلہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے تاکید واصرار سے بتائے گئے فرمودات کولائحہ عمل اور فریم ورک بنانے سے اسلامی معاشرہ کا ہر فرد انسانی حقوق کا خود بخود محافظ بن کر پھر اگر حکومت اسلامی ہوتو ارباب اقتدار کو اپنے رعیت کی حقوق کی ادائیگی اور حفاظت کے لئے کچھ زیادہ تگ ودو کرنی نہیں پڑتی۔

ادائیگی حقوق کی ذمہ داری

پہلے بھی عرض کر چکا ہوں کہ حقوق العباد' اللہ تعالیٰ کے حقوق پر مقدم ہیں' بزرگوں نے کئی وجوہات بیان کئے ہیں۔من جملہ اسباب سے شاید ایک سبب یہ بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ بادشاہ ہے غنی اور بے پرواہ ہے کسی کا محتاج نہیں اور انسان لحہ لحہ محتاج ہے،لیکن کوئی یہ نہ سمجھے کہ اللہ کے حقوق کی ادائیگی لازمی نہیں بس ادائیگی اگر کرنی ہے تو صرف بندوں کے حقوق کی ہے۔یہ تصور غلط ہے اور یہ سمجھ کر کہ میں نماز' روزہ' حج اور زکوۃ ادا کر کے بری الذمہ ہو گیا ہوں اور بندوں کے حقوق کو جتنا دبا تا رہوں،باز پرس نہیں ہوگا۔جنون کی دنیا میں رہنے والا معاملہ ہے۔روز محشر' ذرہ ذرہ قول و فعل کا حساب دینا ہے اور سب سے پہلے بندوں کے حقوق کے بارہ میں محاسبہ ہوگا۔آخرت کی کامیابی صرف اس شخص کی مقدر ہوگی جو دونوں حقوق دنیا میں بجالائے۔

کاش آج کے جدید اور اپنے آپ کو متمدن' تہذیب یافتہ اور روشن خیال کہلوانے والا طبقہ لحہ بھر کے لئے تعصب اور اسلام دشمنی کے پردے سے نکل کر اسلام کے عدل وانصاف پر مبنی نظام سے آگاہی حاصل کریں،تو یہ بیانگ دہل اعتراف واقرار کریں گے کہ اسلام نے جس عدل وانصاف' عزت نفس اور حقوق انسانی پر مبنی معاشرہ کی بنیاد ڈالی۔کسی خودساختہ تہذیب ومعاشرہ کے بنیادوں پر قائم تہذیبوں میں اس کی نظیر نہیں۔

رب کائنات ہم اور آپ سب کو اسلام کے آفاقی نظام پر عمل کرنے کی توفیق نصیب فرماویں۔آمین

اسلام کا فلسفہ حقوق العباد

اور مغرب کا پروپیگنڈہ

نحمده ونصلی ونسلم علی رسوله الکریم اما بعد: عن انسؓ قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم والذی نفسی بیده لا یؤمن عبد حتی یحب لاخیه مایحب لنفسه (بخاری ومسلم)

''حضرت انسؓ سے روایت ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قسم ہے اس ذات کی جس کی قدرت میں میری جان ہے، کوئی بندہ اس وقت تک کامل مومن نہیں بن سکتا جب تک کہ وہ اپنے مسلمان بھائی کیلئے وہی چیز پسند نہ کرے جو اپنے لئے پسند کرتا ہے''

وعن عائشةؓ و ابن عمرؓ عن النبی صلی الله علیه وسلم قال مازال جبرائیل یوصینی باالجار حتی ظننت انه سیورثه (بخاری ومسلم)

''حضرت عائشہؓ اور حضرت ابن عمرؓ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کہ حضرت جبرائیلؑ مجھ کو ہمیشہ ہمسایہ کے حق کا خیال رکھنے کا حکم دیا کرتے تھے، یہاں تک کہ مجھے خیال ہوا کہ حضرت جبرائیلؑ عنقریب پڑوسیوں کو ایک دوسرے کا وارث قرار دیں گے''

معزز حضرات! ابھی تک حقوق العباد کا جو ذکر ان مذکورہ احادیث کے ضمن میں ہوا آپ کو یہ بات ذہن نشین ہوئی ہوگی کہ کسی کی حق تلفی، زیادتی اور ظلم کو معمولی سمجھ کر اس کی تلافی نہ کرنا

اپنے تمام عبادات کو دوسروں کی جھولی میں ڈالنے کے مترادف ہے۔

آخرت میں غاصب کی سزا

حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے کہ تین پیسے کے بدلے غاصب کے سات صد مقبول نمازیں حقدار کو دلائی جائیں گی۔ اول تو ہماری نمازیں اور عبادات اس قابل کہاں کہ اللہ تعالیٰ کے حضور شرف قبولیت حاصل کرسکیں۔ اگر خدا خدا کر کے بعض عبادات اخلاص اور یکسوئی سے ادا ہو بھی گئیں، تو ان کے مقابلہ میں اتنی حق تلفیاں اور حیلہ بہانے سے دوسروں کی جان و مال میں خیانت کا ارتکاب کیا، آپ سن چکے ہیں کہ ظلم وزیادتی کا معاملہ اتنا سخت ہے کہ جب تک بندہ اپنا حق معاف نہ کرے اس وقت تک مالک الملک بھی معاف نہ کرے گا۔ اگر دنیا ہی میں حقوق کی ادائیگی میں کوتاہی کی مک مکائی نہ ہوئی تو نتیجہ پھر یہی نکلے گا کہ اعمال حسنہ مظلوم کے نامہ اعمال میں جمع ہو جائیں گے اور اس کے گناہ ظالم کے کندھوں پر ڈال کر جہنم جانے کا حکم دیا جائے گا۔

مفلس کون؟

رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے:

عن ابی هريرةؓ ان رسول الله صلى الله عليه وسلم قال اتدرون من المفلس قالوا المفلس فينا من لادرهم له' ولا متاع فقال ان المفلس من امتى من يأتى يوم القيامة بصلوة وصيام وزكوة وياتى قدشتم هذا وقذف هذا واكل مال هذا وسفک دم هذا وضرب هذا فيعطى هذا من حسنا ته فان فنيت حسناته قبل ان يقضى ما عليه أخذ من خطاياهم فطرحت عليه ثم طرح فى النار.

''حضرت ابو ہریرہؓ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت فرماتے ہیں کہ ایک دن آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: (صحابہ سے) کیا تم جانتے ہو مفلس کون ہے؟ انہوں نے جواب دیا کہ ہم میں مفلس وہ ہوتا ہے جس کے پاس نہ درھم ہو دینار ہو اور نہ سامان و اسباب ہو۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میری امت میں مفلس شخص (حقیقتاً) وہ ہوتا ہے جو روز محشر میدان حشر میں دنیا سے

نماز' روزہ' زکوٰۃ (اور دیگر مقبول عبادات) لے کر آئے گا۔ مگر اس کے ساتھ اس نے کسی کو (دنیا میں) گالی دی' کسی پر تہمت لگائی' کسی کے مال کو ہڑپ کیا۔ کسی کا خون بہایا کسی کی (بلاوجہ) پٹائی کی اس کی نیکیوں سے قیامت کے دن جس کو گالیاں دیں تھیں اس کے مقدار نیکیاں دی جائیں گی جس کا ناحق خون بہایا۔ کچھ عبادات مقبولہ خون کے بدلے اس کو دے دی جائیں گی''

اسی طرح جس جس بندے کی حق تلفی کی اس کے عوض اس کی نیکیاں ان میں تقسیم کر کے ان سے جو زیادتیاں کی گئی ہیں ان کا مداوا کر دیا جائے گا۔ یہ اپنے ساتھ جو ڈھیروں مقبول عبادات میدان محشر لایا تھا حقوق العباد کو تلف کرنے کی سزا اور عبادت کو ان کے حقوق کی ادائیگی جو عدل کا تقاضا ہے کے طور پر ان مظلومین میں تقسیم ہونے کے بعد بھی حقوق العباد میں کوتاہی کرنے کی سزا پوری نہ ہوگی۔ بندوں کے حقوق میں جو تقصیرات آئے وہ زیادہ تھے۔ اس کے مقابلہ میں اس بندہ کے مقبول اعمال کم پڑ جائیں گی۔ اب اللہ تعالیٰ کی شانِ عدل سے تو یہ بعید ہے کہ روز حساب ظالم کو مظلوم کا حق واپس کئے بغیر ظالم کو معاف کیا جائے۔ تو اس بدلہ چکانے کی صورت یہ ہوگی کہ مظلوموں اور حقداروں کے گناہ جو ان سے دنیا میں سرزد ہوئے۔ اس شخص یعنی زیادتی کرنے والے پر ڈال کر اسے جہنم میں پھینک دینے کا حکم دے دیا جائیگا۔

مکافاتِ عمل

سید الرسل صلی اللہ علیہ وسلم کے اس زرین قول کو پڑھنے کے بعد یہ حقیقت روز روشن کی طرح مزید واضح ہو جاتی ہے کہ شریعت مطہرہ میں انسانوں کی عزت نفس اور حقوق کی پامالی کرنے والوں نے اگر متاثرہ فرد یا افراد کے ساتھ دنیا ہی میں معافی یا کسی شرعی اصول کے تحت زیادتی کا معاملہ نہ نمٹایا۔ تو مجرم کو آخرت میں معافی ملے گی، نہ اس کے حق میں کسی کی سفارش کارگر ہوگی۔ مکافات عمل کے بعد آپ حضرات خود نتیجہ اخذ کر لیں کہ اپنے ساتھ نیکیوں کے انبار لایا۔ واپسی ہوئی تو نیکی ساتھ لے جانے کا تو تصور نہیں گناہوں کے بوجھ سے لدھ کر جہنم میں داخل ہو رہا ہے۔ اصل مفلس یہی ہے' دنیاوی فقرو فاقہ' غربت و ناداری کے شکار شخص کو حقیقی مفلس کہنے کا کوئی اعتبار نہیں۔ یہاں کی غربت و مالداری

کا تعلق تو صرف اس چند روزہ حیات مستعار کی حد تک ہے' مرتے ہی اس افلاس کا سلسلہ اور بندہ سے تعلق ختم ہو جاتا ہے۔ مفلس کی جو تعریف امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمائی جس پر وہ تعریف لاگو ہو کر اس کا مصداق بن جائے وہ ہمیشہ ہمیشہ ایسے عذاب میں رہتا ہے جس سے نجات کی فکر جب تک ہم زندہ ہیں نہ کریں، آنکھیں بند ہونے کے بعد پھر حسرت اور حسرت ہی ہوگی۔

کمزور' معذور' مظلوم اور مجبوروں کے حقوق

رہتی دنیا تک انشاء اللہ قائم و دائم عالمگیر اور فطری مذہب اسلام کے آفاقی اور عدل وانصاف پر مبنی اصولوں سے ناواقف لوگ اور معاندین اپنے جہل اور عناد کی وجہ سے حقوق انسانی کے بارے میں اسلام کو مورد الزام ٹھہراتے ہیں۔ جبکہ اسلام میں تمام مخلوقات کے حقوق کا متعین ہونا تو اپنی جگہ حتی کہ اپنے غلام اور باندی تک کے بارے میں حکم ہے جو خود کھائے اسے بھی کھلائے، جو خود پہنے ان کو پہنائے۔ امت وانسانیت اور مخلوقات پر خدا کے بعد سب سے بڑھ کر مشفق ومہربان خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے:

عن ابی ذرؓ قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم اخوانکم جعلهم الله تحت ایدیکم فمن جعل الله اخاه تحت یدیه فلیطعمه مما یاکل ولیلبسه ممایلبس ولا یکلف من العمل مایغلبه ' فان کلفه ما یغلبه فلیعنه علیه (بخاری ومسلم)

''حضرت ابو ذرؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلمنے فرمایا: غلام تمہارے بھائی ہیں اور تمہاری ہی طرح ہیں۔ (تمہاری آزمائش کے لئے) ان کو اللہ نے تمہارے کنٹرول میں دے دیا ہے۔ اس لئے اللہ جل شانہ جس شخص کے بھائی کو اس کا ماتحت بنائے تو مالک کو چاہئے جو خود کھائے وہی اس کو بھی کھلائے اور جو خود پہنے اسی کو بھی پہنائے اور اس سے کوئی ایسا (سخت) کام نہ لے جو اس کی طاقت میں نہ ہو اور اگر (بامر مجبوری) کوئی ایسا کام اس سے لیا جائے جو اس کی طاقت سے باہر ہو تو اس (سخت کام) میں خود بھی اس کی مدد کرے'' اسلام میں تو اپنے سے کمزور' اور مظلوم ومجبور انسان کے وہ حقوق ذکر ہیں جنہیں پڑھ کر متعصب سے متعصب غیر مسلم بھی اپنے مذہب اور رویہ پر نظر ثانی کرنے پر

مجبور ہوکر اسلام کی حسن وخوبی کے بارے میں اعتراف کرجاتا ہے۔

این جی اوز اور مفادات کی جنگ

دنیا میں انسانی حقوق کے پرچار کرنیوالے اوراپنے آپ کو عدل واحسان کے چیمپیئن کہلوانے والے ممالک اپنے مخالفین اور باغیوں کے ساتھ جو سلوک روا رکھتے ہیں، وہ آپ کے سامنے ہے۔ انسانی حقوق کی خلاف ورزی کرنے پر جو ادارے تنظیمیں اور این جی اوز زیادتی کرنے والوں کے خلاف جس جدوجہد کا دعویٰ کرتی ہیں، ان کا مظلوم اقوام بالخصوص مسلمانوں کے بارہ میں ڈبل معیار' منافقت سے بھرپور رپورٹیں بھی آئے دن آپ پڑھتے سنتے رہتے ہیں۔ ان کے ہاں حقوق انسانی کی اپنی اپنی خودساختہ تعریفات ہیں۔ دراصل ان دوغلی پالیسیوں پر عمل پیرا نام ونہاد مہذب لوگوں کے ہاں نہ حقوق ہیں اور نہ انسانیت کی کوئی عظمت واہمیت۔ صرف اپنے اپنے مفادات اور مطلب براری معیار ہیں۔

دوہرا معیار

اگر عظمت وحقوق آدمیت کی پابندی اور رعایت ہے، تو صرف اسلام میں ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جہاں کبھی بھی حقیقی معنوں میں اسلامی نظام کے نفاذ کی ان مصنوعی انسانی حقوق کے دعویداروں کو اطلاع ہوجاتی ہے۔ اس خطہ زمین پر رہنے والوں مسلمانوں کو صفحۂ ہستی سے مٹانے کے لئے انسانیت و آدمیت کے یہ ازل دشمن متحد ہوجاتے ہیں۔ اسلامی نظام کے نفاذ اور اس کی برکات کے بدولت امن وسکون' احترام آدمیت' عدل وانصاف او رمروت واحسان وغیرہ کے اثرات دنیا کے پسے ہوئے او رمظلوم اقوام کے خواب خرگوش سے بیداری کا سبب بن سکتے ہیں۔ اس اندرونی خوف کی وجہ سے اسلامی قوتوں' تحریکوں اور اداروں پر دہشت گردی' بنیاد پرست اور انتہا پسند' قدامت پسند وغیرہ کے الزامات لگا کر اسلام دشمنوں کو ان کے خلاف اٹھنے پر آمادہ کرتے ہیں۔ اور یہ ظالم پھر دشمنی کے اس آگ میں جب جلنے لگتے ہیں تو نہ ان کو مسلمان بوڑھے کے حقوق یاد رہتے ہیں نہ عورت' مریض اور بچے کی تمیز کرتے ہیں۔ گنہگار اور بیگناہ کا فرق کرنا تو ان خدا دشمنوں کے ہاں موجود ہی نہیں۔ ان کے

مسلمانوں پر ظلم و جبر کے پہاڑ گرانے کے مقابلہ میں رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے اپنے آپ پر قتل کا حملہ کرنے والے سے سلوک کا موازنہ کیجئے کہ اسلام اور ہادی عالم کا کردار و تعلیمات دہشت و خونریزی پر مبنی ہے یا عصر حاضر کی دنیا کو امن و سلامتی کا گہوارہ بنانے والے خود ساختہ لاکھوں بے گناہ مرد و زن کے خون سے ہولی کھیلنے والے دعویداروں کے؟

دشمنوں کے حسنِ سلوک کا نادر معاملہ

آج کی مہذب دنیا مرشدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی جان کے دشمن کے ساتھ جو معاملہ فرمایا کیا اس کی نظیر پیش کر سکی ہے۔

عن انس ان ثمانین رجلاً من اهل مكة هبطوا على رسول الله صلى الله عليه وسلم من جبل التنعيم متسلحين يريدون غرة النبى صلى الله عليه وسلم واصحابه فاخذهم سلماً فاستحياهم و فى رواية فاعتقهم

"حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف مکہ کے اسی (۸۰) آدمی ہتھیاروں سے مسلح ہو کر تنعیم کے پہاڑ سے اتر آئے جن کا ارادہ یہ تھا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اصحاب پر اچانک حملہ کر کے ان کو نقصان پہنچائیں لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے (بغیر لڑائی) ان سب کو بے بس اور ذلیل کر کے گرفتار کر لیا۔ پھر ان کو زندہ رہا کر دیا۔ اور ایک روایت میں ہے (ان کو غلام رکھنے کی بجائے) آزاد کر دیا"

باغیوں کے انسانی حقوق کا تحفظ

آج تو معافی اور رہائی کا تصور نہیں۔ کسی معمولی صاحب اقتدار کا کسی پر شک ہو کہ فلاں سے مجھے نقصان پہنچانے کا خطرہ ہے۔ تو اس کے بدلہ جس پر شک ہو اس کے ماں باپ اور پورے خاندان کو انتقام کی آگ کی بھٹی میں جھونک دیا جاتا ہے۔ خلاصہ یہ کہ ان برائے نام حقوق انسانی کے ٹھیکیداروں کے ہاں انسان اور پھر مسلمانوں کے کوئی حقوق نہیں، یہ صرف خدائی قانون شریعت کی ہی خصوصیات ہیں کہ اس میں باغیوں کے بھی حقوق مقرر ہیں۔ کفار کو لیجئے۔ اللہ تعالیٰ کو وحدہ لاشریک

ماننے سے باغی۔انبیاء کواللہ تعالیٰ کی طرف سے حق کے داعی ہونے سے منکر،عذاب قبر،روز قیامت اور جنت ودوزخ کے تصور سے عاری،مگران بداعمالیوں اورعقائد کی خرابی کے ہوتے ہوئے اسلام میں انکے بھی کچھ حقوق رکھے گئے ہیں

میدان کارزار میں خواتین، بچوں اور معذوروں کے تحفظ کی ہدایت

جب کفار سے جنگ کا معرکہ زوروں پر ہے، نبی الرحمۃ صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنے لشکر کو کفار سے اس حالت میں بھی غیرانسانی اورغیراخلاقی برتاؤ نہ کرنے کی ہدایات دے کر یہ ثابت کیا جارہا ہے کہ اسلام اور مسلمان، روئے زمین پر امن، سلامتی کے علمبردار ہیں، کسی کا ناحق خون بہانا حالت جنگ میں بھی ان کے ہاں روانہیں۔اور نہ اس فرد کو نقصان پہنچانے کی اجازت ہے جو عملی طور پر مسلمانوں کے خلاف حالتِ جنگ میں شریک نہ ہو۔حضوراکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے:

عن رباح بن الربیعؓ قال کنامع رسول الله صلی الله علیه وسلم فی غزوة فرأی الناس مجتمعین علی شی فبعث رجلا فقال انظر علی ما اجتمع هؤلاء فجاء فقال علی امرأة قتیل فقال ما کانت هذه لتقاتل وعلی المقدمة خالدؓ بن الولید فبعث رجلا فقال قل لخالد لاتقتل امرأة ولا عسفا (رواہ ابوداود)

''حضرت رباح بن ربیعؓ سے روایت ہے کہ ہم ایک جنگ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ میدانِ جنگ میں تھے کہ کچھ لوگ کسی جگہ ایک چیز کے اردگرد جمع تھے۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو بھیجا اور فرمایا: کہ وہاں جاکر دیکھو لوگ کس چیز کے پاس جمع ہورہے ہیں، اس شخص نے واپس آکر عرض کردیا کہ ایک عورت کو قتل کردیا گیا ہے، لوگ اس کی لاش کے پاس جمع ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہ عورت تو نہیں لڑ رہی تھی (پھر اسے قتل کرنے کا کیا جواز تھا) لشکر کے ابتدائی حصہ کی کمان اسوقت حضرت خالد بن ولید کے پاس تھی۔حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر اس شخص کو حضرت خالد کے پاس بھیجا کہ خالد کے پاس جاکر اسے کہدو کہ جنگ میں کسی (جب تک عملاً جنگ میں شریک نہ ہوں) معذور اور عورت کو قتل نہ کرو''

نہد نام زنگی برعکس کافور

اسلام تو امن و آشتی کا دامن حتی الامکان تھامنے کا بابار تلقین کر رہا ہے۔ جنگ اور امن دونوں صورت میں انسانی حقوق کی پابندی پر زور دے رہا ہے۔ دوسری طرف انسانیت کو ان کے حقوق دلوانے نام پر اسی انسان کا جس بیدردی سے خون بہایا جارہا ہے، وہ ہر روز آپ لوگ میڈیا میں سنتے رہتے ہیں۔ پھر بھی یہ ظالم اور انسانیت کے قاتل بڑے فخر سے اپنے آپ کو دنیا کو امن کا گہوارہ بنانے کے چیمپین بننے کا ڈھنڈورا پیٹ رہے ہیں۔ حقیقت میں یہ فارسی کے اس مقولہ ''نہد نام زنگی برعکس کافور'' کا مصداق ہیں کہ کالے حبشی پر کافور جو کہ انتہائی سفید ہے نام رکھ دیا جائے۔ یہی صورتحال ان اسلام دشمن طاقتوں کی ہے' کہ اسلامی دنیا میں آگ اور خون کا جو کھیل شروع کیا ہوا ہے۔ اسے انسانی حقوق کی بحالی امن کے قیام کا نام دے رکھا ہے۔

اقلیتوں کے حقوق کا نبوی اعلان

مسلمانوں کے ساتھ ان نام نہاد تہذیب یافتہ ملکوں کا یہ سلوک ہے، جبکہ اسلام میں مسلمان تو مسلمان وہ کافر جو مسلم ملکوں میں مملکت کے اسلامی شرائط کے مطابق رہنا چاہتا ہے' ان کے حقوق کی حفاظت کا بھی برملا اعلان کر کے ذمہ دار رعایا اور ملک کے سربراہ کو ٹھہراتا ہے۔ نبی الرحمت صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے:

دماء هم كدمائنا واموالهم كاموالنا واعراضهم كاعراضنا .

''ان (کافروں ذمیوں) کا خون مسلمانوں کے خون کی طرح اور ان کے مال مسلمانوں کے اموال کی طرح اور ان کے آبرو مسلمانوں کے ابرو کی طرح محترم ہیں۔ یعنی جیسے مسلمان کے جان مال عزتیں محفوظ ہیں، اسلامی دنیا میں رہنے والے کفار کو بھی یہی حقوق حاصل ہوں گے۔ افسوس کہ پھر بھی جان بوجھ کر اسلام جیسے حقوق کے داعی وامن وسلامتی سے بھرپور دین پر حملے کئے جارہے ہیں۔

رب کائنات پوری دنیا کو اسلام وشریعت کی معطر ہواؤں سے معمور و منور فرماویں۔ آمین

ہمسایہ کی اہمیت
اور غیبت کی مذمت

نحمدہ ونصلی ونسلم علی رسولہ الکریم اما بعد :عن انسؓ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم والذی نفسی بیدہ لا یؤمن عبد حتی یحب لاخیہ مایحب لنفسہ (بخاری ومسلم)

''حضرت انسؓ سے روایت ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قسم ہے اس ذات کی جس کی قدرت میں میری جان ہے کوئی بندہ اس وقت تک کامل مومن نہیں بن سکتا جب تک کہ وہ اپنے مسلمان بھائی کیلئے وہی چیز پسند نہ کرے جو اپنے لئے پسند کرتا ہے''

ہمسایہ کی اہمیت

وعن عائشہ و ابن عمر عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال مازال جبرائیل یوصینی بالجار حتی ظننت انہ سیورثہ (بخاری ومسلم)

''حضرت عائشہؓ اور حضرت ابن عمرؓ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کہ حضرت جبرائیلؑ مجھ کو ہمیشہ ہمسایہ کے حق کا خیال رکھنے کا حکم دیا کرتے تھے' یہاں تک کہ مجھے خیال ہوا کہ حضرت جبرائیلؑ عنقریب پڑوسیوں کو ایک دوسرے کا وارث قرار دیں گے''

محترم حضرات! پہلے حدیث کے مفہوم پر غور وفکر کے بعد آپ کو اندازہ ہو جائے گا کہ

اسلام نہ صرف اپنے حقیقی بھائی بلکہ اسلام کے رشتہ میں منسلک امۃ مسلمہ کے ہر فرد کے خیر خواہی کا طلب گار ہے انما المومنون اخوۃ والا رشتہ باقی تمام رشتوں سے اعلیٰ ارفع اور سب پر مقدم ہے' تو مسلمان پر یہ لازم ہے کہ حیات مستعار یعنی زندگی میں جو امر یہ اپنے لئے نجات وفلاح کا ذریعہ سمجھے' دوسرے مسلمان کیلئے بھی وہی چاہے اور پسند کرے اس دنیا میں انسان کے آمد کا مقصد ایسے عقائد' اعمال و کردار پر کاربند رہنا ہے۔ جس کا نتیجہ آخرت میں رضائے مولیٰ کی صورت میں دخول جنت اور نجات عن النار کا حصول ہے۔

قول وعمل میں یکسانیت ضروری ہے

دنیا میں ہر مسلمان کی تمنا ہوتی ہے کہ چند روزہ زندگی عزت وآبرو' عبادت واطاعت' امن وسلامتی' مخلوق خدا کی خدمت کا جذبہ جو صرف اپنے قرابت داروں' یا کسی ایک خاندان یا فرقہ تک محدود نہ ہو' نیک صالح اہل خانہ واولاد کا میسر ہونا' رزق حلال کی خواہش' ہر ذی روح مخلوق خدا کو بلاوجہ اپنے ایذاء رسانی سے بچانا' نیز وہ تمام خواہشات جن پر شریعت کی رو سے خیر کا اطلاق ہوتا ہے جو خود اپنانے اور ان پر عمل پیرا کا ہونے کا متمنی ہو دوسرے بھائی کے لئے بھی وہی پسند کرے اور یہ خواہش صرف زبانی کلامی حد تک نہ ہو بلکہ قول کے ساتھ اسکا عمل بھی اس کی گواہی دے۔

مسلمان بھائی کی تکلیف پر اظہار مسرت نہ کرنا چاہئے

اسلام تو اتنا جامع اور مکمل مذہب ہے جس میں انسانی زندگی کو اس کی ہدایات اور تعلیمات کے مطابق گزارنے میں سکون ہی سکون ہے' اپنے بھائی کے دنیوی عافیت کی طلب اور اخروی فوز وفلاح کا جذبہ ہو' تو پھر یہ کیسے ممکن ہے کہ مسلمان دوسرے مسلمان بھائی کی عزت و حرمت' جان و مال کا دشمن ہو۔

سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے تو ہمیں اگر بتقاضائے بشری وقتی طور پر کسی مسلمان بھائی سے خفگی وناراضگی کا معاملہ پیش آئے اس کی مصیبت میں گرفتار ہونے پر خوش ہونے سے منع فرمایا۔

ارشاد گرامی ہے:

عن واثلةؓ قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم لاتظهر الشماتة لاخیک فیرحمه الله ویبتلیک .

''حضرت واثلہؓ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا کہ اپنے مسلمان بھائی کی تکلیف پر خوشی کا اظہار مت کرو، ہوسکتا ہے اللہ اس پر رحم کر کے اسے اس مصیبت سے نجات دے اور تمہیں اس تکلیف میں مبتلا کر دے''

اکرام مسلم

اسلام فساد و حق تلفیوں سے بھرے خطہ ارض پر جس اعلیٰ تہذیب و تمدن وحسن معاشرہ کا جو پیغام لایا اس میں عقائد و عبادات کے ساتھ ساتھ حقوق العباد کو بھی ادا کرنا ایمان کا ایسا اہم جزو قرار دیا جس کی ادائیگی کے بغیر مومن اپنے آپ کو حقیقی مسلمان کہلوانے کا بھی حقدار نہیں۔اخلاق حسنہ و آداب اسلامی کا پھیلانا۔ بندوں کے حقوق کی ادائیگی اور احترامِ مسلم جیسے اعمال مسلمانوں ہی کا عظیم ورثہ ہے۔چہ جائیکہ مسلم بھائی کی بدخوائی اور ضرر رسانی کے شوق میں دوسروں کے عیوب اور برائیوں پر انگلی اٹھانے میں زندگی کے قیمتی لمحات صرف کرتے رہیں۔

اسلام جو کہ ابدی وسرمدی عالمگیر مذہب ہے ہمارا عمل اس کے بتائے ہوئے ہدایات کے بالکل برعکس ہے جب تک مسلم بھائی کی غیبت ہمارے مجالس میں نہ ہو مجلس کا مزہ ہم محسوس نہیں کرتے۔دوسرے کی عزت نفس کو مجروح اور عیوب و برائیوں کی تشہیر کرنا اور وہ بھی صرف تحقیر اور ذلیل و رسوا کرنے کی نیت سے اپنا فریضہ سمجھتے ہیں جبکہ ہادی عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے مسلم کے اس حق تلفی سے بچنے کے لئے سخت ترین وعیدات پر مشتمل فرمودات احادیث مقدسہ کے ذخیروں اور کتب میں آپ دیکھ سکتے ہیں۔فرمان نبوی ہے: غیبت زنا سے بھی بدتر گناہ ہے۔

غیبت زنا سے بدتر گناہ ہے

عن ابی سعیدؓ و جابرؓ قالا قال رسول الله صلی الله علیه وسلم الغیبة اشد من الزنا قالوا یا رسول الله صلی الله علیه وسلم وکیف الغیبة اشد من

الزنا قال ان الرجل ليزنى فيتوب الله عليه وفى رواية فيتوب فيغفر الله له' وان صاحب الغيبة لا يغفرله' حتى يغفرها له صاحبه وفى رواية انسؓ قال صاحب الزنا يتوب وصاحب الغيبة ليس له' توبة (روى البيهقی)

''حضرت ابوسعیدؓ اور حضرت جابرؓ روایت کررہے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: غیبت کرنا زنا کرنے سے بدترین گناہ ہے۔صحابہؓ نے پوچھا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم غیبت زنا سے کیسے اور کیوں بدتر گناہ ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب آدمی زنا کا ارتکاب کرتا ہے تو (کبھی) توبہ کرلیتا ہے اللہ تعالیٰ اسے مغفرت سے نواز دیتے ہیں اس کے برعکس غیبت کرنے والے کو رب العالمین نہیں بخشا۔جب تک کہ اس کو وہ شخص معاف نہ کرے جس کی غیبت کی گئی ہے''

غیبت کرنے والے کے لئے توبہ نہیں

حضرت انسؓ کے الفاظ میں ہے کہ زنا کرنے والا توبہ کرتا ہے اور غیبت کرنے والے کے لئے توبہ نہیں۔غیبت کرنا ایسا جرم ہے کہ اس کے لئے توبہ نہیں۔محدثین نے اس کی کئی توجیہات و وجوہات بیان کی ہیں۔مگر یہاں اس موقع و موضوع کے اعتبار سے یہ بیان کرنا مقصود ہے کہ کسی کی غیر موجودگی میں اس کے عیوب بیان کرنا حق العَبد کو تلف کرنا ہے اور حقوق العباد کی خلاف ورزی کرنے والے کو توبہ کرنے سے رب العالمین اس وقت تک معاف نہیں کرتا جب تک جس کے حق میں کوتاہی کی گئی وہ معاف نہ کردے۔ایک وجہ یہ بھی ہے کہ غیبت کرنے والے اس بدترین فعل کو معمولی عمل سمجھ کر مغفرت کی ضرورت ہی محسوس نہیں کرتے' گویا ان کے خیال میں یہ گناہ اور معاصی کے فہرست میں شامل نہیں جبکہ شریعت کی نظر میں سزا و انجام کے اعتبار سے یہ زنا سے بھی قبیح فعل ہے۔

غیبت و بہتان کی تعریف

آپ روزانہ کا معمول دیکھتے رہتے ہیں کہ کسی محفل میں ایک فرد کی عزت نفس کو مجروح کرنے کا سلسلہ جاری رہتا ہے اگر خوف خدا رکھنے والا شخص اس فعل بد سے منع کرنے کی تلقین

کر بھی دے تو جواب میں یہ کہہ دیا جاتا ہے کہ یہاں تو ان برائیوں کا ذکر ہو رہا ہے جو واقعۃ مذکورہ شخص میں موجود ہیں۔ یہ عذر پیش کر کے اپنے غیر شرعی فعل کے جواز کیلئے دلیل پیش کی جاتی ہے۔ جبکہ رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک صحابی نے سوال کیا کہ غیبت کی تعریف کیا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اپنے بھائی کے ایسے عیوب اوروں کے سامنے ذکر کرنا جسے وہ پسند نہیں کرتا۔ صحابی نے عرض کیا کہ اگر وہ عیوب درحقیقت اس میں موجود ہوں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر وہ برائیاں اس میں موجود ہوں جن کا ذکر ہو رہا ہے تو یہی تو غیبت ہے اگر ایسے نقائص کا ذکر کر دیا جو اس میں سرے سے موجود ہی نہیں تو یہ غیبت سے بھی بڑا جرم ہے۔ جسے شریعت کی اصطلاح میں بہتان کہا جاتا ہے جس کی حدوسزا دنیا میں بھگتنے کے ساتھ ساتھ آخرت میں بھی جواب دہی کرنی ہے۔

رحمۃ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت اور اطاعت کے تو بڑے دعویٰ کئے جاتے ہیں مگر ہمارے اتباع کے دعوے صرف ظاہری اعمال تک محدود ہیں' کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیٹھ کر کھانے پینے کی تلقین کی ہے۔ کھڑے ہو کر پیشاب سے منع فرمایا' خیر کے امور ادا کرتے وقت دائیں طرف کو ترجیح دی جائے' مسجد میں داخلہ کے وقت دایاں پاؤں پہلے داخل اور نکلتے وقت بایاں قدم پہلے باہر رکھا جائے وغیرہ۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہر سنت اپنی جگہ انتہائی اہمیت اور عظمت اور اتباع سنت کا ضروری حصہ ہے۔ جس پر عمل کرنے سے دین و ایمان کی تکمیل اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کے اقرار کی تصدیق ہوتی ہے۔ لیکن کبھی ہم نے یہ سوچا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم جس کو پوری امت کے لئے اسوہ اور نمونہ بنایا گیا ہے۔ اس نمونہ کے قالب میں اپنے آپ کو ڈالنا صرف ان اعمال پر عمل کرنے تک محدود نہیں بلکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے تابعداری کا لازمی جزو یہ بھی ہے کہ ان کے اخلاق عالیہ' مخلوق خدا کے ساتھ ان کا معاملہ اور سلوک کیسا رہا۔ امت کو اس بارہ میں کیسے کیسے ہدایات و تاکیدات فرماتے۔ کسی کے ناحق عزت کو تار تار کرنے والے کے انجام اور المناک وعبرت اموز سزا کا ذکر فرما کر اس عمل سے بچنے کی کیسے تلقین فرمائی۔

غیبت کرنے والوں کی سزا

ارشادگرامی ہے:

عن انسؓ قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم لما عرج بی ربی مررت بقوم لهم اظفار من نحاس يخمشون وجوههم وصدورهم فقلت من هؤلاء ياجبرائيل قال هولاء الذين يأكلون لحوم الناس ويقعون فی اعراضهم(رواہ ابوداود)

''حضرت انسؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب اللہ تعالیٰ مجھے اوپر لے گئے (یعنی معراج کی رات) تو (عالم بالا میں) میرا گزرنا کچھ ایسے لوگوں پر ہوا۔ جن کے ناخن تانبے کے بنے ہوئے تھے وہ ان ناخنوں سے اپنے چہروں اور سینوں کا (گوشت پوست) نوچ رہے تھے میں نے پوچھا اے جبرائیل یہ کون لوگ ہیں جبرائیل نے جواب دیا یہ وہ لوگ ہیں جو (زندگی میں) لوگوں کے گوشت کھاتے اور انکی عزت وآبرو کے پیچھے لگ کر پامال کرتے''

انسان کا چہرہ تمام اعضاء میں عزت' عظمت وشرافت کی نشانی ہے' جسے ذکر کر کے تمام بدن سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ آپ روز مقولہ سنتے ہیں ''فلاں نے جرم کر کے اپنا منہ کالا کر دیا''۔ یعنی اپنے تمام جسد انسانی کو ذلیل کر دیا۔ عظمت وعزت کے موقع پر کہا جاتا ہے فلاں وجہ القوم وہ شخص قوم کا سردار اور ان میں معزز شخص ہے۔ اسی طرح بدن انسانی میں دل کو بھی بے پناہ اہمیت حاصل ہے جب کسی کو اپنے بارہ میں کسی ناگوار قول وفعل کا سامنا ہو۔ غم وپریشانی کا سب سے زیادہ اثر دل پر ہوتا ہے۔ جو سینہ میں موجود ہے۔ جب مسلمان کی بلاوجہ برائی بیان کی جائے۔ تو اس فعل بد کی وجہ سے متاثرہ شخص کے قلب و چہرہ کو چونکہ اس نے تکلیف پہنچائی اس جزاء سیۂ کی سزا بھی اور بدلہ ایسے انداز سے ملتی ہے۔ کہ یہ تانبے کے ناخنوں سے اپنے چہرہ اور سینے سے گوشت نوچے گا۔ کتنی ناقابل برداشت اور اذیت سے بھرپور سزا ملتی ہے۔ اور ہم ہیں کہ بے دھڑک اور بلا جھجک وقت گزاری اور محافل کو گرمانے کے لئے اپنے مسلمان بھائی کی تحقیر واہانت کو اپنا فرض منصبی سمجھتے ہیں۔ جبکہ امن وسلامتی پر مشتمل ہمارا عظیم دین جگہ جگہ ہمیں مسلمان اور انسانیت کی بغیر کسی وجہ

توہین وتحقیراور اس کے جان و مال کی حفاظت کے واضح احکامات شدومد سے دے رہا ہے۔

غیبت آدمی کے بداخلاقی کی علامت ہے

جلیل القدر صحابی حضرت ابو ہریرہؓ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک روایت ذکرفرمارہے ہیں جس کا مفہوم یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آدمی کے شر اور بدترین ہونے کے لئے یہی کافی ہے کہ وہ اپنے غیرمسلم بھائی کو حقیر سمجھے۔گویا ایسے شخص میں اگر شریعت کے اعتبار سے اور کوئی برائی نہیں تو یہی ایک برائی اس کی عاقبت کی بربادی کے لئے کافی ہے۔اسی روایت میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی فرمایا کہ مسلمان کے جملہ اشیاء دوسرے مسلمان پرحرام ہیں۔اسکی جان ہو مال ہو عزت ہو ان میں کسی ایک کو بھی نقصان پہنچانا جائز نہیں۔مثلاً اس کے کسی عیب کو جو صرف اسی تک محدود ہو' کوئی اور مسلمان دینی یا دنیوی لحاظ سے اس سے متاثر نہ ہو۔لوگوں کے سامنے اس کی بےعزتی کی نیت سے تشہیر کرنا' اور اسکی غیبت کرنا' یہ مسلمان کی ایسی حق تلفی ہے جس سے گناہگار تو ہوتا ہی ہے' اپنے نیکیوں کو بھی برباد کرنے کا یہ عمل سبب بن جاتا ہے۔

قرآن میں غیبت کرنے والے کی مثال

قرآن نے جس شدید اور واضح انداز سے اس برائی سے منع فرمانے کی تلقین فرما کر بدترین چیز کھانے سے جس انداز میں تشبیہ دی اگر اس کے بعد بھی اس سے احتراز نہ کیا جائے تو پھر ہمارے عقل وفہم پر ماتم کے سوا کیا کیا جاسکتا ہے۔ارشاد باری تعالیٰ ہے:

ولا یغتب بعضکم بعضاً ایحب احدکم ان یاکل لحم اخیہ میتاً فکرھتموہ(سورۃ الحجرات)

''اور کوئی کسی کی غیبت نہ کرے کیا تم میں سے کوئی اس بات کو پسند کرتا ہے کہ اپنے مرے ہوئے مسلمان بھائی کا گوشت کھائے جبکہ تم (اس کا کھانا) ناگوار سمجھتے ہو۔

جس طرح مسلمان کے لئے اپنے مسلمان مرے ہوئے بھائی کا گوشت کھانا ناقابل برداشت' غیر پسندیدہ عمل کے ساتھ ساتھ عقل سلیم بھی اسے جائز نہیں سمجھتی یہی صورتحال کسی اور کی

غیبت کی بھی ہے کہ اپنے بھائی کی غیر موجودگی میں اس کے ذکر بد سے بغیر کسی تاویل وتوجیہ سے بچا رہے۔شیطان کی یہی عیاری و مکاری ہے کہ مسلمان سے گناہ کا ارتکاب کروا کر پھر اسی انسان کو گناہ کے جواز پر دلائل تلاش کرنے پر آمادہ کر دیتا ہے۔

ظلم و جبر کے جواب میں احسان

اسلام حقوق انسانی اوراحترام آدمیت کا وہ اولین محافظ اور امن پسند مذہب ہے کہ جو انسان نعمتِ اسلام سے مالا مال ہو جائے پھر اپنے ساتھ کی گئی زیادتی کا بدلہ بھی احسان سے دیتا ہے۔رحمت دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم جو کہ سراپا شفقت ومحبت تھے' عمر بھر یہی تمنا رہی کہ خالق کائنات کی طرف سے نازل شدہ دین اس کے تعلیمات اوراپنے اخلاق حسنہ کی بدولت لوگوں کو اللہ تعالیٰ کے عذاب سے بچا کر رحمت الٰہی کے دامن میں لے آؤں۔کسی کو بددعا اور برا کہنا تو ان کی سرشت ہی میں نہ تھا' بے پناہ مظالم اوراذیت رسانی سے متاثر ایک صحابی نے جب کفار کے حق میں بددعا کی درخواست کی تو فرمایا:

عن ابی ھریرۃؓ قال قیل یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ادع علی المشرکین قال انی لم ابعث لعانا و انما بعثت رحمۃ.

''حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا گیا کہ اے اللہ کے رسول ان مشرکین کے حق میں لعنت ملامت (یعنی بددعا) کیجئے فرمایا: مجھ کو لعنت کرنے والا (یعنی لوگوں کے حق میں بددعا دینے والا) نہیں بھیجا گیا''

کافروں کے حق میں بھی رحمت کا ذریعہ ہونے کی وجہ تھی کہ ایمان کی نعمت سے محروم وہ لوگ باوجود سرکشی اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم وآپ کے جانثار صحابہؓ پر ظلم و جبر اور کفر وشرک کے دنیاوی عذاب سے بچے رہے۔

سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی تمام زندگی تو اس حال میں گزری کہ کبھی اپنے کسی ذاتی معاملہ میں کسی سے انتقام لیتے اور نہ اس کو غیرت کا مسئلہ بنا کر الجھنے کی کوشش کرتے۔ہاں جب

اللہ تعالیٰ کے کسی حکم کی توہین وتحقیر کی جاتی 'پھران سے بڑھ کرغیرت مند اوراللہ تعالیٰ کی عظمت اور حکم کی بحالی کے لئے سب کچھ لٹانے والا ان کے ہم پلہ اور کوئی نہ تھا' شدید رنج والم پہنچانے کے موقع پر ایک ہی دعا ہوتی کہ

اللهم اهد قومی فانهم لایعلمون.

اے اللہ! میری قوم کو ہدایت اور صراط مستقیم سے نواز کیونکہ یہ لوگ (اپنا خیروشر) نہیں جانتے۔ جہاں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہؓ اورامت کو دشمنوں' قاتلوں' تکلیف پہنچانے والوں کو معافی فرمانے کی تلقین کی اور معاف کرنے والوں کو لا متناہی اور بغیر حساب اجروثواب کی بشارت فرمائی۔ وہاں سب سے پہلے اپنے' اپنے خاندان کے قاتلوں اور ازلی دشمنوں کو معاف فرمایا۔ احد کے میدان میں تیر برسائے جارہے ہیں' دندان شہید اور رخسار مبارک سے خون جاری ہے' لیکن رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کے لبوں پر اس جرم کا ارتکاب کرنے والوں کے لئے ہدایت کی دعائیں نکل رہی ہیں۔

انسانی حقوق کےعلمبرداراوران کا کردار

یہ ہے انسانی حقوق اور خون کی عظمت اور پاسداری کہ بد سے بدترین سلوک کے موقع پر بھی انسان کی تباہی و بدحالی کی خواہش کی جگہ اس کی ہدایت وسلامتی کی طلب ہو۔ کیا دنیا کے نام نہاد انسانیت اور انسانی حقوق وعظمت کے احترام کے دعویداروں کے پاس اپنے بلند وبالا دعووں کے ثبوت کے لئے کوئی ایک ثبوت ہے؟ قطعاً نہیں دعوے امن وسلامتی کے اور عمل اس کے برعکس انسانوں کے قتل عام ونسل کشی پر مبنی اقدامات نے پوری انسانیت پر عرصہ حیات تنگ کردیا ہے اس کے مقابلہ میں پیغمبر انقلاب اسلامی اور راہنمایان دین کا انسانیت سے جو معاملہ رہا اگر زندگی باقی رہی انشاء اللہ آئندہ جمعہ اس کی ایک جھلک پیش کرنے کی کوشش کروں۔

رب ذوالمنن ہم اور آپ سب کو انسانیت کے احترام اور حقوق کی ادائیگی کی کما حقہ توفیق سے نوازیں۔ آمین

اسلام میں اپنے نفس اور بندوں کے حقوق کی
ادائیگی نہ کرنے والوں کا مواخذہ

نحمدہ ونصلی ونسلم علی رسولہ الکریم اما بعد: عن عائشةؓ و ابن عمرؓ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال مازال جبرائیل یوصینی بالجار حتی ظننت انہ سیورثہ (بخاری ومسلم)

''حضرت عائشہؓ اور حضرت ابن عمرؓ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: حضرت جبرائیلؑ مجھ کو ہمیشہ ہمسایہ کے حق کا خیال رکھنے کا حکم دیا کرتے یہاں تک کہ مجھے خیال ہوا کہ حضرت جبرائیلؑ عنقریب پڑوسیوں کو ایک دوسرے کا وارث قرار دیں گے۔''

عرصہ حیات دارالعمل ہے

محترم حضرات! آپ کو معلوم بلکہ یقین ہے کہ دنیا کی یہ زندگی عارضی، چند روزہ یا محدود سالوں پر مشتمل فانی اور جلد ختم ہونے والی ہے۔ یہ دارالعمل ہے اللہ تعالیٰ نے انسان کو صرف اس غرض سے پیدا فرمایا کہ اس عرصہ حیات میں خالص اسی کی عبادت وفرمانبرداری کے راستوں کو اختیار کر کے اس کی ناراضگی سے بچا جائے ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وما خلقت الجن والانس الالیعبدون (سورۃ الذاریات)

''میں نے انسان اور جن کو صرف اپنی عبادت کے لئے پیدا کیا''

جب انسان دارالبقاء کی طرف منتقل ہو جائے گا

اور یہ بھی ہمارے ایمان وعقیدہ کا لازمی جزو ہے کہ اس دارِ فانی سے دارِ بقاء کی طرف منتقل ہونے کے بعد اپنے مالک وخالق کے حضور پیش ہو کر اس کی دنیا میں رہتے ہوئے احکام کی پابندی کے بارہ میں جواب دینا ہے اور یہ بھی آپ بار بار قرآن وحدیث کی روشنی میں سنتے چلے آرہے ہیں کہ سب سے زیادہ پوچھ گچھ اور سختی ان اعمال پر ہوگی جو انسانی حقوق کی ادائیگی یا عدم ادائیگی سے تعلق رکھتے ہیں۔ انسانی حقوق غصب کرنے کی نہ معافی کا امکان ہے اور نہ بدلہ قبول کیا جائے گا۔ اگر بدلہ دینا ہوگا بھی تو اس صورت میں کہ غاصب سے نیک اعمال اگر نامہ اعمال میں ہیں اس سے لے کر جس کا حق مارا گیا ہے اسے دے کر آخر میں اس کے گناہوں کا بوجھ بھی غاصب کے کندھوں پر ڈالنے کے بعد واصل جہنم کردیا جائے گا۔ قرآنی تعلیمات کی روشنی میں قیامت کے روز ہر فرد کی کامیابی اور ناکامی کا دارومدار اس کے عمل نامہ پر ہے۔ اگر عمل نامہ نیکیوں اور اللہ تعالیٰ کی مرضیات پر چلنے والے اعمال پر مشتمل ہے تو مزے اور نجات ہی نجات ہے بصورت دیگر سب سے بڑا اور دردناک عذاب ایسے لوگوں کے لئے تیار ہوگا جو مالکِ کائنات کی خدائی میں اس کی مخلوق کے حقوق مثلاً جان ومال عزت وآبرو پر ڈاکہ ڈال کر اس دنیا سے بے آبرو رخصت ہو چکے ہوں۔

انسانی حقوق اور آخرت میں مؤاخذہ

اگر مسلمانوں کو دوسروں پر ظلم وزیادتی سے اپنے آپ کو محفوظ رکھنا ہے تو سید الانبیا صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فرمان کو ہر وقت ملحوظ خاطر رکھنا ہوگا۔ فرمان نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے:

من كانت له مظلمة لأخيه في مال او عرض فليأته فليستحلها منه قبل ان يؤخذ او تؤخذ وليس عنده' دينار و لا درهم فأن كانت له' حسنات أخذ من

حسناته فأعطيها هذا والا أخذ من سيئات هذا فجعلت على سيأته .

''جس نے اپنے (مسلمان) بھائی پر مال یا عزت کے متعلق ظلم وزیادتی (حق تلفی) کی ہو سوا سے چاہیے کہ وہ اس کے پاس جا کر مؤاخذہ سے پہلے اپنے آپ کو معاف کرلے (کیونکہ) مواخذہ کے وقت اس کے پاس (مظلوم کو دینے کیلئے) نہ دینار ہوں گے نہ درہم اگر اسکے پاس نیکیاں ہوں تو اس سے نیکیاں لیکر حساب کتاب پورا کردیا جائیگا وگرنہ مظلوم کی برائیاں اٹھا کر ظالم کے برائیوں کے کھاتہ میں جمع کردی جائیں گی''

اگر امت مسلمہ دل و جان سے چاہے کہ ان کی ذلت' عزت سے' مغلوبیت غالب آنے سے غربت و بیچارگی' مالداری اور مستغنی عن غیر اللہ سے بدل جائے تو اس دنیا میں باعزت اور ایک آزاد و خود مختار بننے کی شرط یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی بندگی' اطاعت' حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوہ کو اپنا کر اللہ تعالیٰ کے حاکمیت اعلیٰ کو تسلیم کرلیں۔ پھر اللہ تعالیٰ کے احکامات و فرمودات کے شرائط میں ایک اہم و لازمی تصور و عقیدہ یہ بھی ہے۔

مالک کی مرضی کے خلاف تصرف کا حکم

کہ اس عالم کے تمام اشخاص و املاک اللہ تعالیٰ ہی کے ہیں' وہی اس کا حقیقی مالک ہے۔ ہمارے ملکیت میں جو کچھ ہے وہ ہمیں عاریۃً و امانت کے طور پر دی گئی ہیں۔ جب سب کچھ کا مالک اللہ جل جلالہ ہے تو اس کی ملکیت میں اس کے مرضی کے خلاف تصرف بھی اس سے غداری کرنے کے مترادف ہے اب کسی کو یہ اجازت نہیں کہ وہ اللہ تعالیٰ کی مرضی کے خلاف اللہ تعالیٰ کے بندوں پر مطلق مالکانہ اقتدار مسلط کرنے کی کوشش کرے اور نہ اس کا جواز ہے کہ کسی انسان کے ساتھ ایسا سلوک کرے یا ایسے امور پر مجبور کرے جو اللہ تعالیٰ کے ہاں ناپسندیدہ ہیں۔

جب قلوب میں یہ عقیدہ راسخ ہو جائے تو پھر اخلاق نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات پر پابند رہ کر بھی کوئی انسان دوسرے انسان یہاں تک کہ خود اپنی جان سے بھی ایسا سلوک نہیں کرسکتا جو انسان کے مالک حقیقی کے حکم کے خلاف ہو حتیٰ کہ کسی جانور کے ہلاک کرنے کو بھی بغیر

الٰہی اجازت کے گناہ کبیرہ سمجھتا ہے۔

اسلام میں ادائیگی حقوق کا نظام

اسلام ایسا عالمگیر اور جامع مذہب ہے جس میں اسلام سے پہلے کے تمام مذاہب کی خوبیاں بدرجہ اتم موجود ہیں جس قدر خوبیاں ادیان سابقہ میں انفرادی طور پر موجود تھیں۔ ہمارے دین حقہ نے ان تمام کمالات' اعمال حسنہ اور اخلاق طیبہ کو اپنے اندر سمو دیا ہے۔ درحقیقت اسلام تمام انبیاء علیہم السلام کا دین ہے۔ یہی وجہ ہے کہ گزشتہ ادیان کا اکثر و بیشتر تعلق مخصوص علاقہ' مقرر کردہ وقت' متعین زمانہ' خاص قوم سے رہا' اس کے مقابلہ میں اسلام اور دین محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کے احکامات و تعلیمات و حسن معاشرہ و اخلاق حسنہ کا تعلق زندگی کے ہر شعبہ و ہر فرد کے ساتھ ہے تا روز قیامت قائم و دائم رہنا اور اس پر عمل ہر فرد کیلئے لازم ہے۔ انہی تعلیمات میں ایک بہت بڑا حصہ حقوق کی ادائیگی کا ہے۔ جس کا دامن اتنا وسیع و عریض ہے کہ جو حقوق اسلام نے مقرر کئے ہیں ہر ایک پر بحث کے بغیر ان حقوق کے صرف ذکر اور نام بیان کرنے کیلئے ایک طویل وقت درکار ہے' جہاں اللہ کے حقوق کے ادائیگی پر زور ہے تو ساتھ ہی اپنے نفس' والدین' اولاد' بھائی بہنوں' قرابتداروں' یتیم' خاوند' بیوی' پڑوسی' دوست' مہمان' مزدور' مالک' جانور' مسلمان حتیٰ کہ کفار کے حقوق کی ادائیگی کو بھی تکمیل ایمان کا لازمی جزو قرار دیا گیا۔ سب سے پہلے میں نے آپ کو اپنے اپنے نفس کے حقوق پورے کرنے کا ذکر کر کے یہ بتانا مقصود ہے کہ جو انسان اپنے نفس کا حق ادا کرے گا تو دوسرے کے حقوق کی ادائیگی کو بھی تکمیل ایمان کا لازمی جزو قرار دے گا۔ جسے اپنے نفس کے حق کو پورا کرنے کیلئے اس کے پاس وقت نہیں یا احساس ہی نہیں تو اس سے یہ توقع رکھنا کہ مخلوق خدا کے حقوق کی رعایت ملحوظ خاطر رکھے گا عبث ہے۔

ادائیگی حقوق پر انتباہ

رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کو جب ایک صحابیؓ کے بارہ میں معلوم ہوا جو اکثر دن کو روزہ رکھتے اور رات کو تہجد و نوافل میں مصروف رہتے اس کو اپنے نفس و دیگر حقوق کی ادائیگی پر تنبیہ

کرتے ہوئے فرمایا:

عن عبداللہ بن عمرو بن العاصؓ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال فلا تفعل صم وا فطر وقم ونم فان لجسدک علیک حقا وان لعینک علیک حقا وان لزو جک علیک حقا وان لزورک علیک حقا وان بحسبک ان تصوم من کل شھر ثلثۃ ایام فان لک بکل حسنۃ عشر امثالھا فان ذالک صیام الرھر کلہ(بخاری)

''(ایک طویل حدیث کا ٹکڑا ہے) ''تو یہ کام مت کر روزہ رکھ اور افطار بھی کر' رات کو کھڑا بھی ہو اور سویا بھی کرو۔ کیونکہ تمہارے بدن کا تجھ پر حق ہے' تیری آنکھ کا بھی تجھ پر حق ہے' تیری بیوی کا بھی تجھ پر حق ہے' تیرے مہمان کا بھی تم پر حق ہے۔ تمہیں ہر ماہ میں صرف تین روزے کافی ہیں۔''

کیونکہ ہر نیکی کا ثواب دس گناہ ملے گا' تو تین کے تیس روزے ہوئے' گویا تو ساری عمر روزے سے ہوا۔ ایک نیکی پر دس اجر' تین روزوں پر تین کو دس میں ضرب دے دیں تو تیس ہوئے۔

عبادت میں اعتدال کی ہدایت

آپ اندازہ لگائیں کہ اپنے جسم کی حفاظت اور اسکے حقوق کی محافظت کا اس شدومد سے مطالبہ کیا جارہا ہے کہ عبادات بھی اگر اس انداز سے ادا کئے جائیں کہ ان سے جسم انسانی پر برا اثر پڑے تو ایسے عبادات میں میانہ روی کا حکم دیا گیا' کیونکہ یہ جسم جو کہ سینکڑوں اعضاء پر مشتمل ایک کارخانہ ہے۔ اس کے ہر پرزے کے استعمال میں اس کو ضائع اور خراب ہونے سے بچانا ہے۔ دنیاوی زندگی کا معمول ہے کہ اگر ایک گاڑی آپ خرید کر چلانے کیلئے ڈرائیور کے حوالہ کردیں تو قدم قدم پر اسے پابندی کرنی پڑے گی کہ اس امانت کے ایک ایک پرزے کو اس کے طے شدہ اصول وقواعد کے مطابق زیر استعمال لانا ہے۔ اگر مقررہ حدود سے تجاوز کی کوشش کی جائے تو گاڑی کے خریدنے اور استعمال کا جو مقصد ہوتا ہے وہ باقی نہیں رہتا۔

زندگی بھی ایک امانت ہے

یہی کیفیت انسان کے اپنے جسم و نفس کا جو امانت الٰہی ہے اسے بھی اپنی طاقت اور بساط سے زیادہ استعمال کرنے سے اللہ کے اس امانت میں زیادتی کرنا قرار دیا گیا ہے۔بعض نادان اس جسم کو اپنی ذاتی ملکیت قرار دے کر اسے ختم کردینے کو بھی اپنا بنیادی حق سمجھتے ہیں جبکہ جان ایک قیمتی امانت ہونے کے ناطے اس کی حفاظت کرنا لازمی ہے۔اللہ کے احکامات اور فرمان واجازت کے بغیر اس امانت کی ہلاکت جرم عظیم ہے یہ جرم جس کو خودکشی سے تعبیر کیا جاتا ہے کی سزا انتہائی دردناک ہے۔ارشاد باری جل جلالہ ہے:

ولا تقتلو انفسکم (سورۃ نساء) ''اپنے جانوں کو قتل نہ کرو''

خودکشی کا حکم

اسی طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے:

عن ابی ہریرۃؓ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من تردیٰ من جبل فقتل نفسه فی نار جهنم یتردی فیها خالدا مخلد افیها ابدا ومن تحسٰی سماً فقتل نفسه فسمه فی یده یتحساه فی نار جهنم خالدا مخلدا فیها ا بدا ومن قتل نفسه بحدیدة فحدیدته' فی یده یتوجأ بها فی بطنه فی نار جهنم خالد مخلدا فیها ابدا (بخاری ومسلم)

''حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص نے اپنے آپ کو پہاڑ سے گرا کر خودکشی کی وہ شخص ہمیشہ جہنم میں گرایا جائے گا۔اور وہاں ہمیشہ ہمیشہ رہے گا اس سے کبھی نہیں نکلے گا۔اور جو شخص زہر پی کر اپنے آپ کو ہلاک کرے گا اس کا زہر اس کے ہاتھ میں ہوگا جسے وہ دوزخ کی آگ میں پیئے گا وہ اس جہنم میں ہمیشہ ہمیشہ کیلئے رہے گا اس سے کبھی نہیں نکلے گا۔اور جس شخص نے لوہے کے ہتھیار (مثلاً چھری' گولی وغیرہ) سے اپنے آپ کو مار دیا اس کا وہی آلہ قتل دوزخ کی آگ میں اس کے ہاتھ میں ہوگا جس کو وہ اپنے پیٹ میں داخل کرے

گا اور دوزخ میں ہمیشہ ہمیشہ کے لئے داخل ہوکر اس سے کبھی نہ نکلے گا۔"

آپ کو معلوم ہے کہ اس زمانہ میں ہر ملک کے قانون میں اپنی جان کو ختم کرنا قابل مواخذہ جرم ہے۔لیکن جہاں تک شریعت کا تعلق ہے یہ حدیث سن کر آپ کو خود اندازہ ہوا ہے کہ اسلام کی رو سے اس جرم کی کتنی شدید سزا ہے۔اس کی وجہ جیسے کہ پہلے بھی عرض کر چکا ہوں صرف اور صرف یہی ہے کہ اس کے جسم کا حقیقی مالک وخالق اللہ تعالیٰ کی ذات ہے۔اس میں جو تصرف ہو اس کی مرضی سے ہو۔اپنے آپ کو ہلاک کرنا دوسرے کی ملکیت میں ایسی دخل اندازی' کمی وزیادتی جس کی اجازت مذہب میں نہ ہو'اسلام کی روشنی میں ایسے عمل کو گناہ کبیرہ قرار دیا گیا ہے۔

شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحقؒ کی بیان کردہ ایک مثال

والد مکرم حضرت شیخ الحدیث رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے: کہ ایک کمہار جب اپنی محنت ومزدوری کے نتیجہ میں معمولی مٹی اور گارے سے ایک گڑھا یا مٹکہ بنا دیتا ہے جو اس کے صنعت اور کسب کا شاہکار ہوتا ہے۔وہ بنائی ہوئی چیز اگر چند ٹکوں کی بھی ہو' بنانے والا اپنے کسب ومزدوری کی عظمت کے پیش نظر اپنی مصنوع کی توڑ پھوڑ کو اپنی بے عزتی سمجھتا ہے' ایک خوددار اور عزت نفس والا غریب کسب گر بھی یہ برداشت نہیں کرے گا کہ کوئی اسے کہے کہ دو روپے کی بجائے دس روپے لو مگر اسے لے کر تمہارے سامنے پاؤں کے نیچے رکھ کر ریزہ ریزہ کردوں گا۔تو وہ احسن الخالقین ذات بالا وبرتر جس نے انسان کو خوبصورت' متناسب اور متوازن حسین وجمیل شکل وصورت سے نوازا۔وہ کیسے برداشت کرسکتے ہیں کہ انسان اسے ہلاک کردے۔یا اتنی مشقت اور نا قابل برداشت عمل سے دوچار کردے کہ وہ ہلاکت کے قریب پہنچ جائے۔قرآن وحدیث کی واضح تعلیمات میں مسلمان کو ایسے غیر شرعی افعال حتیٰ کہ اعتدال اور استطاعت سے بڑھ کر ایسی عبادات اور معمولات جن سے بدن پر برے اثرات کے رونما ہونے کے امکانات ہوں سختی سے منع کیا گیا۔رب کائنات کا فرمان ہے کہ اپنے آپ کو ایسے مواقع میں جہاں ہلاکت کے خطرات ہوں بغیر کسی شرعی مصلحت کے مبتلا نہ کریں۔اپنے نفس کیساتھ جو ہمارے مرضی میں آئے سلوک و

تصرف کی ہمیں قطعاً اجازت نہیں۔

عبادت وریاضت میں استطاعت سے زیادہ مشقت کی مذمت

ایک راویہ جس کا نام مجیبۃ الباھلیہ ہے'وہ اپنے باپ یا چچا سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ملاقات کا ذکر کررہی ہے کہ ایک دفعہ میرے باپ یا چچا نبی آخرالزمان صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ملاقات کے لئے آکر واپس چلے گئے۔تقریباً ایک سال کے بعد دوبارہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ملاقات کے لئے حاضر ہوئے۔اس ایک سال کے دوران اس کی شکل وصورت میں کافی تبدیلی آچکی تھی۔اس نے اپنا تعارف کرتے ہوئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ میں کون ہوں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نام وغیرہ کا پوچھا تو اس نے عرض کیا میں وہی باہلی ہوں جو ایک سال قبل آپ سے مل چکا تھا۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس دوران تو آپ کی شکل کافی بدل چکی ہے۔گویا نقاہت وکمزوری آچکی تھی۔اس صحابیؓ نے کہا کہ جب سے گزشتہ سال آپ سے رخصت ہوا ہوں صرف رات کو کھانا کھا کر دن کو ہمیشہ روزہ سے رہتا ہوں۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کہ تم نے اپنے نفس کو کیوں عذاب میں مبتلا کیا ہوا ہے۔خلاصہ یہ کہ محسن انسانیت صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے بدن کے حقوق کا خیال رکھنے کی تلقین کر کے مسلسل نفلی روزوں سے منع فرمایا۔یہی وہ خصوصیت ہے ہمارے دین حقہ کا کہ اس کے احکامات اپنی عقل وفہم پر انحصار کرنے کی بجائے شریعت کے مطابق عمل کرنے میں نہ حق تلفی ہوتی ہے اور نہ اللہ تعالیٰ کی ناراضگی کا امکان۔حقوق کے سلسلہ میں اپنے نفس اور بدن کو اللہ تعالیٰ کی مرضی کے مطابق استعمال کرنے کی بات طویل ہوگئی اب چونکہ وقتِ نماز ہو چکا ہے اگر زندگی باقی رہی ان شاء اللہ خطبہ کے ابتداء میں ذکر کردہ ہمسایوں کے حقوق کے سلسلہ میں بیان کردہ حدیث کی روشنی میں بیان اگلے جمعہ کو ہوگا۔

رب کائنات ہم اور آپ سب کو حقوق اللہ اور حقوق العباد کی پاسداری کی توفیق سے نوازیں۔آمین

اسلامی تعلیمات پر عمل اور تسخیر کائنات

نحمدہ ونصلی ونسلم علی رسولہ الکریم اما بعد: فاعوذباللہ من الشیطٰن الرجیم بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ولاتشرکوابہ شیئا وبالوالدین احسانا وبذی القربیٰ والیتمٰی والمساکین والجارذی القربیٰ والجار الجنب والصاحب بالجنب وابن السبیل .فعن عائشةؓ و ابن عمرؓ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال مازال جبرائیل یوصینی بالجار حتی ظننت انہ سیورثہ (بخاری ومسلم)

''اور بندگی کرو اللہ تعالیٰ کی اور شریک نہ کرو اس کا کسی کو اور ماں باپ کے ساتھ نیکی کرو اور قرابت داروں کیساتھ اور یتیموں اور فقیروں اور ہمسایہ قریب اور ہمسایہ اجنبی اور پاس بیٹھنے والے اور مسافر کے ساتھ''

''حضرت عائشہؓ اور حضرت ابن عمرؓ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: حضرت جبرائیلؑ مجھ کو ہمیشہ ہمسایہ کے حق کا خیال رکھنے کا حکم دیا کرتے یہاں تک کہ مجھے خیال ہوا کہ حضرت جبرائیلؑ عنقریب پڑوسیوں کو ایک دوسرے کا وارث قرار دیں گے۔''

ہمسایہ کا حق

قرآن وحدیث نے جس زور شور سے انسانی حقوق کو انسان ہونے کے ناطے ایک دوسرے پر لازم قرار دیا ہے' مثلاً اللہ تعالیٰ کے حقوق کی ادائیگی کے ساتھ ساتھ' پیغمبر انقلاب صلی اللہ علیہ وسلم کا حق ادا کرنا' والدین کے حقوق کی ادائیگی اعزہ وا قارب کا حق اور دیگر بے شمار انواع کے حقوق کی ادائیگی کی تاکید کی جارہی ہے' وہاں انسانی حیثیت سے ہمسایہ کا حق بھی ادا کرنا ایک اہم انسانی فریضہ ہے۔اس اسلامی سلوک کے لئے یہ ضروری نہیں کہ پڑوسی آپ کا رشتہ دار ہو' بلکہ اپنا ہو یا غیر ہو، مسلمان ہو یا غیر مسلم۔

پڑوسی کو اذیت پہنچانا بڑا جرم ہے

آپ اس سے آشنا ہوں یا نا آشنا' غریب ہو یا مالدار' اونچے طبقہ سے تعلق رکھتے ہوں یا معمولی طبقہ سے' ایک دوسرے کے پڑوسی ہونے میں سب برابر ہیں۔ایک دوسرے کے حقوق ادا کرنے کو اسلام نے بڑی اہمیت دے کر پڑوسی کو اذیت اور تکلیف دینے کو بہت بڑا جرم قرار دیا ہے' کاش اگر موجودہ دور کے مسلمان اسلامی حدود و قیود میں رہتے ہوئے اپنے اپنے حقوق و فرائض کو ملحوظ خاطر رکھ کر ان پر عمل کرتے تو قدم قدم پر مشکلات و پریشانیوں کا سامنا کرنا نہ پڑتا۔ آج باپ بیٹے سے نالاں' بیٹا باپ سے متنفر' بھائی بھائی کا دشمن' پڑوسی اپنے گھر سے متصل رہنے والے پڑوسی کے جان کے درپے' ایک عجیب وغریب نفرت و وحشت اور افراتفری کا عالم ہے۔

اسوۂ نبوی سے دوری کے مضرات

وقت کے محقق و دانشور کہلوانے والے اس لایعنی بے چینی اور نفسانفسی کی وجوہات تلاش کرنے میں اپنے وقت کا ضیاع کر کے ہر ایک نت نئے انداز سے علاج تلاش کرنے میں مصروف ہے' مگر اس بربادی اور بے راہ روی کا وہ علاج اور تشخیص جو سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوہ حسنہ میں انتہائی کمال و احسن طریقہ سے موجود ہے اس کی طرف توجہ اور اس پر علم حاصل

کرنے سے مسلمانوں کا بہت بڑا طبقہ غافل ہے' نتیجہ یہ نکلا کہ آج امت مسلمہ اپنے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے بتائے ہوئے اسلام کے جامع و کامل' حسن وخوبیوں سے بھرپور' عقائد' عبادات معاملات معاشرہ اور حسن اخلاق کے زریں اصولوں سے کوسوں دور ہٹ چکی ہے اور یہی اعراض اور پہلو تہی ہماری خطرناک بربادی وتباہی کی علامت ہے۔

دینِ متین کی حقیقت

کئی خطبات میں عرض کر چکا ہوں کہ دین متین صرف عبادات کا نام نہیں بلکہ یہ مجموعہ ہے عبادات' معاملات' معاشیات' اخلاق ومعاشرت اور حقوق العباد جیسے اہم احکامات اور ان پر عمل کرنے کا' اگر ہم نے بھی دین حقہ اور دنیا کے حسین امتزاج میں لادین عناصر کے پراپیگنڈہ سے متاثر ہوکر دین ودنیا میں تفریق پیدا کرنے کی کوشش کی تو پھر تباہی اور بربادی کا راستہ گویا اختیار کر کے اس کے ذمہ دار بھی ہم خود ٹھہریں گے۔ آج الحاد وزندقہ سے بھرپور عالم میں جو گھپ اندھیرا ہے اس طوفان سے مسلمان بھی بری طرح سے متاثر ہوکر ذلت وخواری اور ہزیمت کے اندھے گڑھے میں گر رہے ہیں۔ یہ سزا ہمارے اس لاپرواہی کا نتیجہ ہے کہ ہم نے اسلام کے دیئے ہوئے حقوق اللہ اور حقوق العباد کے واضح احکامات کو پس پشت ڈال دیا ہے' ساری دنیا ظلم وزیادتی کی بھٹی بن چکی ہے۔ حق تلفی' ڈاکہ زنی' لوٹ کھسوٹ' ملاوٹ کرپشن ہر چیز میں دونمبری۔ ایسا لگتا ہے کہ آج کے انسان کو یہ علم ہی نہیں کہ ہر انسان کے دوسرے انسان پر کچھ حقوق ہیں' بلکہ جو انسان کسی دوسرے کے حقوق کو دبانے اور قبضہ کرنے کا جتنا ماہر ہو آج کی دنیا اسے تیز وطرار وعقل مند کے نام سے پکارتی ہے۔

اسلامی احکام پر عمل کے برکات

اسلامی تاریخ گواہ ہے جہاں اسلام پر عمل ہوا' اسلامی تعلیمات کو اپنایا گیا' وہاں کسی قسم کی پریشانی نہ رہی۔ فحش ومنکرات ختم ہوکر کسی کو یہ خوف نہ رہا کہ کوئی میرے حق پر ڈاکہ ڈال کر مجھے اپنے حق سے محروم کر دے گا۔ دریا' زمین' آسمان اور پہاڑ بھی مسخر ہوکر مسلمانوں کے حکم کے تابع

ہو گئے۔ پھر پڑوسی کو گھر کے قریب رہنے والے پڑوسی کے سلسلے میں خدشات باقی نہ رہے' امن و سلامتی کا دور دورہ اور صلح و آشتی کے انوار و برکات سے پورا خطہ ایمان و شریعت کی ہواؤں سے معطر ہوا۔ اپنے گھر اور دکان سے کسی ضرورت کے لئے نکلنے والے کو کبھی یہ خطرہ نہ ہوتا کہ میری غیر موجودگی میں میرے قریب رہنے والے ہی میرے املاک کا تیا پانچا کر دیں گے۔ حفاظت' امانت اور دیانت کے اس عظیم منصب پر تب مسلمان فائز ہوگا کہ مالک کائنات جل جلالہ اور اس کے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم نے جن چیزوں پر عمل کرنے کا حکم دیا ہے' اس پر عمل کیا جائے اور جن اعمال بد سے اجتناب کرنے کا فرمایا اس سے اپنے آپ کو بچایا جائے۔

پڑوسن خاتون کا قصہ

ہمارے مذہب نے ان احکام پر زور اور شدت سے عمل کرنے کا حکم دیا ہے جن کا تعلق حقوق العباد اور آپس کے معاملات سے ہے' حقوق و معاملات میں انسان کا اکثر و بیشتر پڑوسی سے واسطہ رہتا ہے' یہی وجہ ہے کہ رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم نے ان امور میں احتیاط اور آداب جوار پر بار بار تاکید فرمائی۔

ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے:

عن ابی هریرة ؓ قال قال رجل یارسول الله صلی الله علیه وسلم ان فلانة تذکر من کثرة صلاتها و صیامها و صدقتها غیر انها تؤذی جیرانها بلسانها قال هی فی النار قال یارسول الله فان فلانة تذکر قلة صیامها و صدقتها و صلاتها و انها تصدق بالاثوار من الاقط ولا تؤذی بلسانها جیرانها قال هی فی الجنة (رواہ احمد)

''حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ کسی شخص نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا۔ یارسول اللہ: فلاں عورت کی بہت نمازیں' روزے اور کثرت سے صدقات کرنے میں بہت شہرت ہے۔ لیکن وہ اپنی زبان سے اپنے پڑوسیوں کو تکلیف پہنچاتی ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: وہ دوزخ میں جائے گی۔ اس شخص نے پھر عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ

وسلم فلاں عورت کہ وہ بہت کم روزے رکھتی ہے اور کم صدقہ، خیرات کرتی ہے اس کا صدقہ وخیرات پنیر کے چند ٹکڑوں سے زیادہ نہیں ہوتا۔ اور نمازیں بھی بہت تھوڑی پڑھتی ہے۔ لیکن وہ اپنی زبان سے اپنے پڑوسیوں کو تکلیف نہیں پہنچاتی، رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کہ یہ عورت جنت میں داخل ہوگی۔"

کتنی اہمیت ہے اسلام میں حقوق العباد کی کہ ایک عورت فرائض کے علاوہ بہت زیادہ نوافل، نماز، صدقات اور روزے رکھ رہی ہے مگر اس کے ساتھ ساتھ اپنی زبان درازی ولعن وطعن کیوجہ سے اپنے قریبی رہنے والوں کو تکلیف کا باعث بھی بنتی ہے۔ تو اس کی یہ عبادات اس جسم کی طرح ہوئے جس میں روح نہ ہو اس کے یہ معمولات اس جرم کے مقابلہ میں کہ پڑوسی اس سے بے چین ونالاں ہیں اور ان کی حق تلفی ہو رہی ہے عنداللہ کوئی حیثیت نہیں رکھتے نہ یہ جنت میں داخلہ وثواب کے حصول کا ذریعہ بن سکتے ہیں۔ بلکہ اس پڑوسی کو زبان سے تکلیف دینے والا جرم اس کی عبادات کے مقابلہ سنگینی کی وجہ سے جہنم میں داخلہ کا سبب بن جائے گا۔

ایذاء ومعاصی سے اجتناب

اس کے مقابلہ وہ شخص یا عورت جو فرائض وواجبات ادا کرنے کے ساتھ نفلی عبادات کو کم مقدار میں ادا کرنے کے ساتھ اپنے پڑوس کے لئے باعث رحمت بن کر ان کو تکلیف واذیت پہنچانے سے پرہیز کرتا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے جنت کی بشارت سنادی، کیونکہ پڑوسی کے راحت وسکون کا رعایت کرنا دین کے نظر میں فرض ولازم ہے، ایک انسان اگر بے شمار عبادات اور نوافل میں مشغول رہ کر گناہ وترک واجبات سے احتراز نہ کرے، اس کے اعمال ضائع اور اسے کوئی خاص فائدہ پہنچانے کا وسیلہ نہیں بن سکتے، علماء ومحدثین نے ڈاکٹر ومریض سے تشبیہ دیتے ہوئے فرمایا ہے کہ طبیب مریض کے مرض کی تشخیص کے بعد دوا سے پہلے پرہیز پر زور دیتے ہیں جیسے دوائی کا استعمال کر کے پرہیز کا خیال نہ رکھنے سے دوائی بے اثر ہو کر رہ جاتی ہے۔ اسی طرح معاصی سے اجتناب کے بغیر اعمال حسنہ بھی کچھ زیادہ نتیجہ خیز نہیں ہوتے اور ہمسایہ کو تنگ کرنا بھی

منع اور گناہ کے زمرہ میں شامل ہے۔

پڑوسی کے بارے میں قرآنی تعلیمات

رب کائنات نے جہاں قرآن میں شرک سے بچنے۔ خالص اپنی عبادت' والدین قرابت داروں' مسافر اور اپنے زیر قبضہ انسانوں کے ساتھ حسن سلوک اور ان کے حقوق کی ادائیگی کا حکم دیا وہاں "وَالجَارِ الجُنُبِ وَالصَاحِبِ بِاالجَنبِ" کے ذریعہ پڑوسی کے ساتھ اچھے برتاؤ کرنے کی تلقین فرمائی' قرآن کے ان الفاظ میں اشارہ اس طرف ہے کہ خواہ پڑوسی بھی ہو رشتہ دار بھی ہو یا صرف پڑوسی ہو رشتہ دار نہ ہو اسی طرح نہ رشتہ ہو اور نہ مستقل پڑوسی ہو بلکہ سفر کا ساتھی' کسی ہاسٹل' ہوٹل یا مدرسہ کے سکونت گاہوں میں رہنے والے بسوں' ریل گاڑی کے ڈبہ میں یا دیگر سواریوں ساتھ بیٹھ کر مختصر وقت کے ہم نشین' مسلم و غیر مسلم سب کے ساتھ حسن معاشرہ کے اسلامی تعلیمات کو مدنظر رکھنا ضروری ہے۔ کسی ایسے قول و فعل سے اپنے کو بچایا جائے جس میں ساتھی پڑوسی کے حق کی پامالی و دل آزادی کا شائبہ تک موجود ہو۔

قرب وبُعد اور ہمسائیگی کا استحقاق

اسلام میں سب انسانوں کے کچھ نہ کچھ حقوق ہیں لیکن یہ یاد رکھیں کہ بعض اہم رشتوں' فضائل اور خصوصیات کی وجہ سے بعض لوگوں کے حقوق بھی عام لوگوں کے حقوق کے مقابلہ میں زیادہ ہوتے ہیں' جیسے آپ کے مکان کے قریب دو گھر اور رہنے والوں کے ہیں۔ جن میں ایک گھر کے مکین مسلمان اور دوسرے میں سکونت کرنے والے غیر مسلم ہیں ظاہر بات ہے مسلمان کو اسلام کی وجہ سے رب العالمین نے جس فضیلت سے نوازا۔ غیر مسلم اس عظمت و کرامت سے محروم ہے تو مسلمان کے حقوق بھی غیر مسلم کے مقابلہ میں زیادہ ہیں' ہمسایہ کے گھر کے قریب اور دور ہونے سے بھی استحقاق میں کمی زیادتی ہو سکتی ہے؟ جیسے ام المومنین حضرت عائشہؓ سے روایت ہے' میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے دو ہمسائے ہیں' میں کس کے گھر ہدیہ بھیج سکتی ہوں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس کا دروازہ تمہارے گھر سے زیادہ

قریب ہو یہی صورت حال اس صورت میں بھی ہے کہ ایک طرف کسی کا استاذ، مرشد اور محسن ہو دوسرے طرف رہنے والا ان اوصاف کا حامل نہ ہو تو استاذ، شیخ اور محسن دوست کے حقوق زیادہ ہیں۔ یہ بات روز روشن کی طرح عیاں ہے کہ والدین، بہن بھائیوں وغیرہ قرابت داروں کو حقوق کی ادائیگی میں جو فوقیت حاصل ہے دور کے قربت داروں کے حقوق ان سے کم ہیں۔

پڑوسی کی گواہی

ہوس مال وزر اور دنیا سے محبت کی وجہ سے آج نفسانفسی کا عالم ہے، ہم یہ تک بھول گئے کہ مسلمان کا دوسرے مسلمان پر کیا حق ہے، محسن انسانیت صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات اس بارہ میں کیا ہیں، وہ تو نیکی اور بدی کا معیار زبان خلق کو قرار دے رہے ہیں۔ ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے:

عن ابی مسعودؓ قال قال رجل للنبی صلی الله علیه وسلم یارسول الله صلی الله علیه وسلم کیف لی ان اعلم اذا احسنت او اذا أسات فقال النبی صلی الله علیه وسلم سمعت جیرانک یقولون قداحسنت فقد احسنت واذا سمعتم یقولون قد اسأت فقد أسات (ابن ماجه)

''ابن مسعودؓ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا مجھے اپنے نیکوکاری و بدکاری کا علم کیسے حاصل ہوسکتا ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تم (اپنے کسی کام کے بارے میں) اپنے پڑوسیوں سے یہ کہتے ہوئے سنو کہ تم نے اچھا عمل کیا ہے (تو سمجھ لو) کہ تم نے اچھا کام کیا ہے۔ اور جب تم پڑوسیوں سے یہ کہتے ہوئے سنو کہ تم نے برا کام کیا ہے تو جان لو کہ تمہارا وہ کام برا ہے۔''

شرط یہ کہ پڑوسی ایسے ہوں جو دیندار، سچے، دین پر عمل کرنے والے اور نیکی و بدی میں امتیاز کرنے والے ہوں تو ایسے نیک پڑوسیوں کا دوسرے پڑوسی کو نیکوکار یا بدکار کہنا گویا انکی طرف سے اس کے حق میں گواہی دینا ہے، اور یہ گواہی وہ تب دیں گے کہ اس نے پڑوسی کو تکلیف نہ دی ہو، معمولی معمولی باتوں پر نوبت جھگڑا و قتل و قتال تک نہ پہنچی ہو۔

مادی تہذیب اور پڑوسی سے بے اعتنائی

آج تو حالت یہ ہے کہ ایک دوسرے سے متصل دو مکانوں میں رہائش پذیر اشخاص سالہا سال ساتھ زندگی گزرانے کے باوجود ایک دوسرے کو جانتے بھی نہیں۔ اور پھر اپنے اس جہالت پر فخر بھی کیا جارہا ہے۔ کہ دنیاوی مشاغل اتنے بڑھ گئے کہ پڑوسی سے جان پہچان کا بھی موقع نہیں ملتا۔ جبکہ آپ کئی بار سن چکے ہیں پڑوسی کے بغیر بھی مسلمان کے دوسرے مسلمان پر کچھ حقوق ہیں۔ جو اسلامی بھائی چارہ کی حیثیت سے ادا کرنی ہیں۔ جیسے مسلمان اگر بیمار ہو تو دوسرا اس کی بیمار پرسی کرے، راستہ میں ملے تو سلام کرے، اسے چھینک آئے تو اس کے **الحمدللہ** کے جواب میں **یرحمک اللہ** کہے۔ مرجائے تو جنازہ میں شرکت کی جائے' تدفین میں شرکت کرنا اور دوسرے مسلمان کے لئے بھی وہ کچھ پسند کرنا جو اپنے لئے پسند کرے۔

ہماری حالت

جبکہ ہمارا معاملہ بالکل برعکس ہے یہاں تو حقوق العباد کا تصور اپنے عقائد فاسدہ میں یہ ہے کہ جتنا ہو سکے دوسرے مسلمان کا حق شیر مادر سمجھ کر اپنے قبضہ میں لایا جائے' کسی کو جانی' مالی اور ذہنی اذیت دینا ہم نے اپنا اوڑھنا بچھونا بنادیا ہے۔ جبکہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک ارشاد مبارک کا خلاصہ یہ ہے کہ (مسلمان کی صفت یہ ہے کہ اس کی زبان وہاتھ سے کسی کو اذیت نہ پہونچے) دین متین میں کسی کو ہر لحاظ سے بدگمانی اور اذیت سے بچانے کے لئے سیّدالرسل صلی اللہ علیہ وسلم نے یہاں تک تلقین کی کہ اگر تین افراد کسی مجلس میں بیٹھے ہوں ان میں دو کے لئے یہ جائز نہیں کہ تیسرے سے الگ یہ دو آپس میں سرگوشی وتنہائی میں بات چیت کریں۔ اس سے بھی آپ حضرات اندازہ کریں کہ اسلام کتنی خوبیوں کا حامل مذہب ہے کیونکہ یہاں بھی تیسرے شخص کو شکوک وشبہات میں مبتلا کر کے اسے رنج میں مبتلا کرنا یہ بھی اس کی حق تلفی ہے اپنے آپ کو مہذب کہلوانے والوں میں کسی ایک قوم کے آئین وقانون میں بظاہر اتنے چھوٹے اور معمولی امر کی طرف توجہ دی گئی ہے۔ قطعاً نہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت مبارکہ تو یہ ہے کہ اگر کسی ایسے

مجلس میں شرکت کیلئے آنا ہوتا کہ بعض ساتھی جاگتے اور کچھ سوئے رہتے تو اس انداز سے مجلس پر سلام کرتے کہ نہ زیادہ بلند آواز سے ہوتا اور نہ زیادہ پست۔ غرض یہ تھی کہ جو جاگتے ہیں وہ سن سکیں اور جو آرام کررہے ہیں بلند آواز سے سلام کرنے سے ان کے آرام میں خلل نہ آئے۔

پڑوسی کے حقوق

حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ کے خلفاء میں ولی کامل حضرت ڈاکٹر عبدالحئی صاحبؒ کو خصوصی مقام حاصل ہے۔ پڑوسی کے حقوق کے بارے میں ایک صحابیؓ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل فرمارہے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: کہ پڑوسی کا حق ہے کہ بیماری میں اس کی بیمار پرسی کی جائے' مرنے کی صورت میں اس کے جنازہ کے ساتھ جائے۔ اگر قرض مانگے تو اسے قرضہ دیا جائے' اگر ننگا ہے تو اسے کپڑے پہنائے' اگر اس کو خوشی میسر ہو تو اسے مبارکباد دے۔ مصیبت میں گرفتار ہونے کی موقع پر اس کی غمخواری کرکے اسے تسلی کی تلقین کرے۔ اگر اپنا گھر تعمیر کرنا ہو تو یہ رعایت ہو کہ اس کا مکان پڑوسی کے مکان سے بلند وبالا نہ ہو (حتیٰ کہ) اپنے چولہے کے دھوئیں سے بھی اسے اذیت نہ دے۔ آپ نے سنا اسلام کی کیسی کیسی تعلیمات ہیں۔ ایک ایک جملہ پر غور وفکر کرنے اور ان پر عمل کرنے سے نہ صرف یہ کہ اللہ کی رضا اور جنت بھی انشاءاللہ حاصل ہوگی۔ بلکہ جس اتفاق کامل کی تلقین مذہب ہمیں بار بار دے رہا ہے اس کردار کے اپنانے سے وہ اتفاق ومحبت بھی ضرور حاصل ہوگا۔ اور مسلمانوں کا آپس میں بغض وعناد اور کدورت کا بھی خاتمہ ہوجائے گا۔

وعظ ونصائح کے سلسلے تو جاری رہتے ہیں۔ اصل مسئلہ عمل کا ہے۔ دعا فرمائیں کہ مالک الملک ہم اور آپ کو ان پر عمل کرنے کی توفیق نصیب فرمادیں۔ آمین

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

محتاج ومظلوم کے ساتھ حسن سلوک کرنا

نحمده ونصلی ونسلم علی رسوله الکریم اما بعد:عن عائشةؓ و ابن عمرؓ عن النبی صلی الله علیه وسلم قال مازال جبرائیل یوصینی باالجار حتی ظننت انه سیورثه (بخاری ومسلم)

''حضرت عائشہؓ اور حضرت ابن عمرؓ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: حضرت جبرائیلؑ مجھ کو ہمیشہ ہمسایہ کے حق کا خیال رکھنے کا حکم دیا کرتے یہاں تک کہ مجھے خیال ہوا کہ حضرت جبرائیلؑ عنقریب پڑوسیوں کو ایک دوسرے کا وارث قرار دیں گے۔''

پڑوسی کے حقوق رشتہ داروں کی طرح

محترم حاضرین! حقوق العباد بیان کرنے کے سلسلہ کو آگے بڑھاتے ہوئے عرض ہے کہ کئی دنوں سے جس حدیث کو سنا رہا ہوں' غور و تدبر کرنے سے اندازہ ہوگا کہ دونوں پڑوسی حقوق کی ادائیگی اور ایک دوسرے کے عافیت و سکون کا اتنا خیال رکھیں گے جیسے کسی شخص پر والدین یا اعزہ و اقارب جو اس کے مرنے کے بعد اس کے وارثین کے زمرہ میں آتے ہیں کے حقوق کی ادائیگی ضروری ہے' جبرئیلؑ تاکید اور تسلسل سے ہمسایہ کے حقوق کا بیان فرماتے رہے' جس سے

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ گمان ہونے لگا کہ ممکن ہے جبرئیلؑ کسی وقت اللہ تعالیٰ کی طرف سے وحی لاکر حکم فرمادیں گے کہ پڑوسی ایک دوسرے کے وارث ہیں۔

جب پڑوسی اسلامی تعلیمات پر عمل پیرا ہوں

دین اسلام اپنے معنوی اور صوری لحاظ سے اللہ تعالیٰ کا وہ پسندیدہ دین ہے جو اپنے متبعین کو دین و دنیا میں فوز وفلاح، اجتماعی امانت ودیانت اوعدل وانصاف کی وہ ضمانت دیتا ہے جس پر اگر عمل کیا جائے تو پڑوسی اپنے پڑوسی سے مطمئن ہوکر کبھی یہ تصور نہ کرے گا کہ میں تو گھر سے نکل چکا ہوں لیکن پڑوسی میرے گھر اور چادر و چاردیواری کے تقدس کو پامال نہ کردے۔ اسلام کے کامل واکمل ضابطوں پر عمل نہ کرنے کا انجام یہ ہے۔ کہ آج ایک پڑوسی دوسرے پڑوسی کے ہاتھ کے ضرر سے محفوظ نہیں۔ یہی صورتحال زبان کی ایذارسانی اور گھریلو عزت وحرمت کی پامالی کا بھی ہے۔ حالانکہ محسن انسانیت صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں پڑوسی کے بارے میں اس انداز سے تعلیم فرمارہے ہیں۔

مسلمان وہ ہے جس کے شر سے پڑوسی محفوظ ہو

سید الکائنات صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

وعن ابن مسعودؓ قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم ان الله قسم بينكم اخلاقكم كما قسم بينكم ارزاقكم ان الله يعطى الدنيا من يحب ومن لايحب ولايعطى الدين الامن احب فمن اعطاء الله الدين فقد احبه والذى نفسى بيده لايسلم عبدحتى يسلم قلبه ولسانه ولا يؤمن حتى يأمن جاره بوائقه' (مسند احمد والبيهقى)

''حضرت ابن مسعودؓ سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے تمہارے درمیان اخلاق کو اس طرح تقسیم فرمایا ہے، جس طرح تمہارے رزق کو تمہارے درمیان تقسیم کیا ہے، درحقیقت اللہ تعالیٰ دنیا (یعنی مال ودولت تو اس شخص کو بھی دیتا ہے جس کو وہ پسند کرتا ہے اور اس شخص کو بھی دیتا ہے جو اسکا ناپسندیدہ ہو''

لیکن دین کی دولت صرف اس فرد کو عطا فرماتا ہے جس کو وہ اپنا دوست سمجھتا ہے۔ قسم ہے اس ذات کی جس کے قدرت میں میری جان ہے کوئی بندہ اس وقت تک مکمل مسلمان نہیں ہوسکتا۔ جب تک اس کا دل وزبان مسلمان نہ ہو اور کوئی بندہ اس وقت تک کامل مومن نہیں ہوسکتا جب تک اس کا پڑوسی اس کے شر سے محفوظ نہ ہو۔

حدیث کی تشریح

گویا کسی کے مسلمان ومؤمن ہونے کا دلیل وثبوت یہ ہے کہ دل اور زبان سے تصدیق واقرار کرے کہ اللہ تعالیٰ حاکم ومالک، تمام کائنات کا خالق، معبود برحق، حاجت روا، وحدہٗ لاشریک ہے، محمد رسول اللہ نبی آخرالزمان جن کے بعد کوئی نبی قیامت تک آنے والا نہیں اور قرآنی ونبوی تعلیمات کی حقانیت کا قائل اور ان پر عمل پیرا ہو، ذکر کردہ حدیث میں دل وزبان کے مسلمان ہونے کا مطلب یہی ہے کہ ظاہر وباطن کا اس عقیدے پر متفق ہونا ہی مسلمانی کی علامت ہے، نہ صرف دل کی تصدیق سے انسان دائرہ اسلام میں داخل ہوسکتا ہے اور نہ یہ کہ ارکان واعضاء اقرار پر دلالت کریں، اور دل میں تصدیق کی بجائے تکذیب ہو، یہ تو ان منافقین کا وطیرہ ہے جن کی مذمت سے قرآنی واسلامی تعلیمات بھرے پڑے ہیں۔ اسی دوغلا پن کی وجہ سے قرآن نے انہیں جہنم کے بدترین طبقہ وحصہ میں داخل ہونے کی وعید سنائی ہے۔

کثرتِ مال عنداللہ محبوبیت کی دلیل نہیں

اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ کسی کا دولتمند ہونا اس کا تقاضا نہیں کہ وہ شخص خواہ مخواہ اللہ کے ہاں محبوبیت کا درجہ حاصل کرچکا ہے بلکہ مال ودولت واقتدار ہر مردوزن کو دے سکتا ہے خواہ اسکا دوست ہو یا دشمن، بعض انبیاء صحابہ واولیاء کو بھی رب کائنات نے اقتدار اور دولت وثروت سے نوازا اور تاریخ کی ورق گردانی سے معلوم ہوجاتا ہے کہ بے شمار کفار اور اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کے منکر مثلاً فرعون وقارون وغیرہ بھی اقتدار ودولت کے نشہ میں مست ہوکر اللہ تعالیٰ کے وحدانیت اور قدرت کاملہ کو چیلنج کرنے کی ناپاک جسارت کے مرتکب ہوئے، معلوم ہوا کہ

ہر جگہ صرف مال وزر کا حاصل ہونا اللہ کے قرب وفخر ومباہات کا ذریعہ نہیں البتہ جس مال و دولت کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی معرفت، دل وجان سے تسلیم کرنا، اس کے احکامات کی اطاعت اور منکرات سے بچنے وغیرہ کا علم ہو پھر وہ مال بھی اللہ تعالیٰ کے بے شمار انعامات میں سے ایک نعمت ہے اور اس علم سے مراد صرف الفاظ ومعانی کا مفہوم جاننا نہیں بلکہ مراد وہ نور ہے جس کا ذکر رب کائنات نے اس انداز سے فرمایا۔

جسے نور علم کی دولت میسر ہو

و جعلنا له' نوراً یمشی به فی الناس .

''اور مقرر کردیا ہم نے اس کے لئے ایک نور جس کو لوگوں کے درمیان لئے پھرتا ہے'' یہ علم اور نور جب ایک انسان کو میسر ہو جائے، پھر اگر اس کے پاس سونے اور چاندی کے ڈھیر جمع ہوں اس کی نظر میں ان کی حیثیت ہی نہیں ہوتی اور نہ اس کو راہ راست سے گمراہ ہونے کا تصور کیا جاتا ہے، بلکہ اگر یہی اللہ کا دیا ہوا سب کچھ اس سے ہلاکت یا تاوان وغیرہ کی صورت میں ختم بھی ہو جائے تو یہ جزع فزع اور آہ وبکا کی جگہ اسے بھی مشیت ایزدی سمجھ کر صابر وشاکر رہتا ہے۔

ہمارا غلط تصور

ہم میں سے کئی سادہ لوح یا مال ودولت کے آرزومند، فساق وفجار اور کفرہ وفجرہ کے پاس دولت و مالداری کے اسباب اور ریل پیل دیکھ کر یہ شکوہ وشکایت کرنے لگ جاتے ہیں کہ مسلمان باوجود ایمان وتقوی وعبادات کے فقر وفاقہ کا شکار ہیں اور بے دین مزے اڑا رہے ہیں، شاید یہ ان کی اللہ تعالیٰ سے قرب کی نشانی ہے، یہ غلط اور باطل تصور ہے۔ آپ مسلسل سنتے چلے آرہے ہیں کہ اگر اللہ تعالیٰ کے نزدیک دنیا کے مال ومتاع کی قدر واہمیت مچھر کے پر کے برابر بھی ہوتی تو کافر کو ایک قطرہ پانی پینے کو نہ ملتا، عادۃ اللہ یہی ہے کہ اکثر وبیشتر مسلمان کی نسبت کافر پر اللہ تعالیٰ نے دنیا فراخ کردی ہے، اور اس میں کئی مصلحتوں کے علاوہ شاید ایک حکمت یہ بھی ہو جتنا عیش وعشرت دنیا میں زیادہ ہو۔ مرنے کے بعد اس فراخی ودولت کے حساب وکتاب اور

جواب دہی کا سلسلہ بھی طویل ہوگا۔

دنیاداروں اور دینداروں کی دنیاو آخرت

حضرت خثیمہؓ سے روایت ہے کہ فرشتے اللہ تعالیٰ کے حضور عرض کرتے ہیں! یااللہ آپ نے کفار پر مال و دولت کی فراخی فرما کر دنیا کے مصائب مشکلات سے محفوظ کردیا ہے۔ رب العالمین فرشتوں سے ان کا عذاب دیکھنے کا حکم فرمائیں گے' عذاب دیکھنے کے بعد آ کر اللہ تعالیٰ کے حضور عرض کریں گے یااللہ ان کے بندوں کو دنیا میں آسائش و آرام کے جو وسائل دیئے ہیں۔ عذاب کے مقابلہ تو ان کی کوئی حیثیت اور وقعت نہیں۔ فرشتے دوبارہ عرض پیش کرتے ہیں کہ یااللہ! آپ کے نیک بندے زیادہ تر غربت مشقت اور مصائب میں مبتلا رہتے ہیں۔ اللہ جل جلالہ فرمائیں گے اسے جو اجر و ثواب ملنے والا ہے۔ اس کا بھی نظارہ کرلو۔ فرشتے اس دنیوی تکلیف وغربت پر جو بلند درجات ملنے والے ہیں دیکھیں گے واپس آ کر عرض کریں گے اے رب! ان اخروی انعامات' اعزاز واکرام کے مقابلہ میں دنیا کی تنگیوں اور مصائب کی تو کوئی حیثیت نہیں۔ اگر مال و دولت کا حصول دنیا میں آنے کا مطمح نظر اور فلاح ونجات کی نشانی ہوتی تو حضرت ابو ہریرہؓ کے روایت کے مطابق کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کبھی اللہ سے یہ دعا نہ مانگتے کہ یا اللہ! جو شخص مجھ سے محبت کرتا ہے اسے اتنا رزق دے جس سے صرف اس کا گزارہ ہو سکے دوسرے کے آگے دستِ سوال نہ پھیلائے ،اور جو شخص مجھ سے بغض وعداوت رکھے اسے مال و دولت کی فراوانی اور کثرت سے مالا مال فرما۔ ابو سعید خدریؓ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم یہ دعا فرماتے یااللہ! میری اس دنیا سے رخصتی غربت کی حالت میں ہو' دولتمندی کی حالت میں نہ ہو اور یا اللہ روز قیامت کے تکلیف دہ موقع پر میرا حشر مساکین کے ساتھ ہو۔ انبیاء' صحابہ' صلحاواولیاء کے حالات زندگی کے مطالعہ اور سننے سے آپ کو خود بخود اندازہ ہوجائے گا کہ وہ ذات برتر و بالا' احکم الحاکمین اپنے محبوب اور مقرب بندے کو اس دنیا کے ٹیپ ٹاپ اور مال وزر سے دور رکھتا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے عقائد اعمال' معاملات' معاشرہ وحقوق اللہ وحقوق العباد کے تمام

احکام ہم پر واضح کر دیئے ہیں' مگر ان امور پر عمل کرنے کی بجائے ہم نے اپنی حالت اس حد تک بگاڑ دی کہ کفار و اقوام عالم ہمارے کردار کو دیکھ کر اسلام کو نا قابل عمل مذہب قرار دینے پر مصر ہیں۔

کردار کی خامی

ایک وقت وہ تھا جب لوگ مسلمانوں کے معاشرہ و معاملات کو دیکھ کر دیوانہ وار اس دین حقہ میں داخل ہوتے' آج ہماری حالت اور مسلمان کا مسلمان کے ساتھ بدترین سلوک دیکھ کر لوگ اسلام سے بدظن ہو رہے ہیں' ہمارے اس ایک پڑوسی کے ساتھ معاملہ کو دیکھ کر اندازہ کریں کہ ہم کس مقام پر کھڑے ہیں۔ کئی ایسے حضرات جو اپنے آپ کو حقیقی مسلم اور جنت کے حقدار ہونے کے دعویدار' بڑے بڑے محلات میں جلوہ افروز ہیں۔ نوکروں اور چاکروں کی فوج ظفر موج ہے' مختلف اقسام کے طعام صبح و شام ان کی حویلیوں میں پکتے ہیں۔ ان کے کتوں اور جانوروں کے لئے بھی قیمتی خوراک اور ملازموں کا انتظام ہے جبکہ پڑوس میں رہنے والے اور ان کے بچے بھوک وافلاس سے بلک بلک کر آہ و بکا کرتے ہوئے بھوکے سو جاتے ہیں۔

مسلمان بھائی کی حاجت پورا کرنے کا اجر و ثواب

کیا اس امیر و کبیر نے کبھی یہ سوچا کہ میرے قریب رہنے والے غریب کی زندگی کیسی گزر رہی ہے' دو وقت کا کھانا تو دور کی بات ہے کئی دن ایک وقت بھی نان جو کا ٹکڑا اس کے معصوم بچوں کو میسر ہے یا نہیں' جبکہ ہمارا دین اور ہمارا پیغمبر ہمیں تعلیم دے رہے ہیں کہ جس شخص نے اپنے مسلمان بھائی کی حاجت و ضرورت کو پورا کیا تو اسے حج و عمرہ کے ثواب کے برابر اجر ملے گا' ایک اور موقع پر ارشاد فرماتے ہیں:

مظلوم کی دادرسی

وعن انسؓ قال قال رسول الله من اعان ملهوفا کتب الله له' ثلثاً وسبعین مغفرة واحدة فیها صلاح امره کله وثنتان وسبعون له' درجات یوم القیامة (رواه البیهقی)

''حضرت انسؓ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: جو شخص مظلوم کی دادرسی کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے لئے تہتر بخششیں لکھ دیتا ہے ان میں سے ایک بخشش تو وہ ہے جو اس کے تمام امور کی اصلاح کی ضامن بن جاتی ہے باقی بہتر بخششیں قیامت کے دن اس کے درجات کی بلندی کا سبب ہوں گی۔''

کیا ہی شفقت و محبت و ہمدردی سے بھرپور مذہب ہے کہ کسی پریشان حال انسان کی مدد پر اتنے زیادہ اجر و ثواب سے نوازا جاتا ہے' جس میں صرف ایک انعام یعنی مغفرت کی برکت سے مالک الملک اس تعاون کرنے والے کے تمام دینوی' اخروی مشکلات مراحل کے صلاح و فلاح کیلئے کافی کر دیتے ہیں اور ۷۲ انعامات کے بدلے روز قیامت کے عظیم درجات ملنے کی بشارت فرمادی گئی۔

مال پر اترانا

یہ بات بھی یاد رکھنے کی ہے کہ اللہ جل جلالہ نے کئی اقوام و افراد پر اپنے نعمتوں کی فراوانی اس لئے فرمائی ہے کہ مصیبت زدہ اور معاشرہ کے ستائے ہوئے لوگ ان کے سامنے حوائج پیش کر کے یہ اصحاب ثروت لوگ ان کی بے چینی کو دور کر دیں اور جو پریشان حال اور تنگدست پر آسانیاں لانے کا ذریعہ بنے' قیامت کے طویل دن کی پریشانی اور سختی دنیا کے مصائب سے کئی ہزار گنا زیادہ ہے' اس احسان کے صلہ میں مالک کائنات اس محسن پر قیامت کے روز رحم و کرم فرما کر اس کے دونوں قدم ثابت رکھے گا جبکہ اس اندوہناک موقع پر بڑے بڑے انسانوں کے قدم ڈگمگا جائیں گے اور جو بدقسمت اور خدمت خلق کے جذبہ سے عاری لوگ باوجود مالداری کے ہمسایہ' غریب وحتاجوں کی اعانت کو بوجھ سمجھ کر اس عبادت سے پہلو تہی کریں' اپنے بندوں پر مشفق و مہربان ذات یعنی اللہ تعالیٰ دنیا ہی میں اپنی نعمتوں کو ان سے چھین کر دوسروں کے حوالہ کر دیتے ہیں۔

مال ودولت کی وسعت وہلاکت

مال ودولت کے عروج وزوال کا یہ مشاہدہ آپ حضرات جو چالیس پچاس سال کے عمر کو پہنچ چکے ہیں' شب وروز کررہے ہیں کہ بے شمار سرمایہ دار ایسے بھی گزرے جن کو اپنے اموال و اثاثوں کا گننا بھی مشکل ہوتا' کارخانے' ملازم' سونے' چاندی' محلات' بینک بیلنس وغیرہ بے شمار' مگر فریادی' مجبور' مظلوم اور حاجتمند کی تعاون کا ان کے ہاں تصور بھی نہ تھا' سالوں' مہینوں بلکہ دنوں میں منعم حقیقی نے ان سے سب کچھ واپس لے کر کوڑی کوڑی کے محتاج در بدر ٹھوکریں کھانے کے بعد دووقت کا کھانا بھی میسر نہیں۔ معلوم ہوا پڑوسی محتاج ومظلوم کے ساتھ احسان وحسن سلوک کرنا محتاج سے زیادہ اپنے ساتھ دنیوی واخروی بھلائی کرنی ہے' دنیا کے بارہ میں تو میں نے عرض کردیا کہ اللہ تعالیٰ اس پر انعامات واعزازات دنیا میں بھی بڑھادیں گے اور آخرت کے بارے میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے: جو شخص اپنے مسلمان بھائی کی حاجت روائی میں مصروف ہے اس مصروفیت کے دوران اس کے چلنے پھرنے کے ہر ہر قدم پر اللہ تعالیٰ اسے ستر ستر نیکیاں دے گا اور ستر ستر گناہ معاف فرمائے گا۔

پڑوسی سے جھگڑا وایذاء

بہرحال مسلمان اور انسانیت کے ناطے پڑوسی کے حقوق کے ضمن میں عام انسانی برادری کے ساتھ رحم وکرم ورواداری کا ذکر ہوا۔ محتاج لوگوں کی حاجت روائی کرنے والوں سے خالق ومخلوق دونوں راضی ہوکر دنیوی واخروی فوز وفلاح کا ذریعہ بن جاتا ہے' انسان کا رہن سہن کے سلسلہ میں اپنے پڑوسیوں کیساتھ مستقل رابطہ پڑتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ دین حقہ نے اس تعلق و رشتہ کو بڑی اہمیت دے کر اس بارے میں تفصیلی اور بار بار ہدایات دیئے ۔ پڑوسی کو تکلیف پہونچانے کے سلسلہ میں شدید مذمت فرماتے ہوئے رحمۃ للعالمین نے یہاں تک فرمایا:

من اذی جاره فقد آذانی ومن آذانی فقد اذی الله ومن حارب جاره فقد حاربنی ومن حاربنی فقد حارب الله عزوجل (الترغیب)

''حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے ہمسایہ کو تکلیف دی اس نے مجھے تکلیف پہنچائی اور جس نے مجھے اذیت پہنچائی اس نے خدا کو تکلیف دی' اور جس نے اپنے پڑوسی سے لڑائی کی اس نے مجھ سے لڑائی کی اور جس نے مجھ سے لڑائی کی اس نے خدا سے لڑائی کی۔''

کمال ایمان کے تقاضے

ایمان کے کمال کا تقاضا یہ ہے کہ مسلمان اپنے پڑوس میں رہنے والے سے عفت و پاکدامنی اور حسن سلوک کا مظاہرہ کر کے رحمت و شفقت کا دائرہ پورے عالم انسانیت تک پھیلا دے۔ صرف اسی ذکر کردہ حدیث سے آپ یہ نتیجہ اخذ کر سکتے ہیں کہ پڑوسی کے اذیت دینے کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے آپ اور اللہ تعالیٰ کو اذیت دینے کے مترادف قرار دیا گویا ہمسایہ کی تعظیم و توقیر اللہ تعالیٰ و رسول کی عظمت و بڑھائی کا اعتراف ہے' ہم میں ہر فرد اگر دوسرے فرد کے حالات کی رعایت اس کے طور طریقوں کی پاسداری' اس کے ساتھ شفقت و محبت کا معاملہ کرنا شروع کر دے تو یہی شخصی و انفرادی رابطہ و تعلق ایک دوسرے کو جوڑنے کا ذریعہ بن کر تمام مسلمان ایک مضبوط و مستحکم حیثیت اور طاقت بن کر ابھر سکتی ہے' مگر شرط یہ کہ اس کی ابتدا اپنے پڑوسی سے شروع کر کے ہر مسلمان اپنے اپنے پڑوسی کی رعایت و حفاظت اور مصیبت کے ازالہ کو اپنا فرض اولین سمجھے۔ اسلام نے معاشرتی عدل' فلاح و بہبود اور حقوق و فرائض کا ایسا جامع نظام دنیا کو دیا جس پر عمل کرنے سے صحت مند روابط پیدا ہو کر ایک عمدہ معاشرہ تشکیل پایا جاتا ہے۔ حقوق و فرائض افراد کے افعال و تسکین' امن و قتال' حزن و خوشی اور آزادی و پابندی کی تلقین کرتے ہیں جس سے عمدہ خاندان پیدا ہوتے ہیں' معاشرتی اعتبار سے ایک فرد کا حق اس سے بڑھ کر اور کچھ نہیں کہ اسے تحفظ دے کر زیادتی ظلم اور چیرہ دستی سے بچایا جائے۔

جس شخص سے پڑوسی محفوظ نہیں

سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

وعن انسؓ قال قال رسول الله والله لايؤمن والله لا يؤمن والله لايؤمن قيل

یارسول اللہ من، قال الذی لا یأمن جارہ بوائقہ(رواہ مسلم و بخاری)

''حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: خدا کی قسم ہے وہ شخص کامل مسلمان نہیں ہوسکتا۔ خدا کی قسم ہے وہ شخص کامل مسلمان نہیں ہوسکتا۔ خدا کی قسم وہ شخص کامل مسلمان نہیں ہوسکتا (آپ نے جب مسلسل تین بار یہ الفاظ ذکر فرمائے) صحابہؓ نے پوچھایا رسول اللہ وہ شخص کون ہے جس کا ایمان کامل نہیں؟ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: وہ شخص جس کے پڑوسی اس کے برائیوں اوراذیت سے محفوظ نہ ہوں۔''

ایک اور فرمان نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے:

عن ابن عباس رضی اللہ عنہما قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لیس المومن الذی یشبع و جارہ جائع (رواہ الطبرانی)

''حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: وہ شخص کامل مومن نہیں ہوسکتا جو خود تو پیٹ بھر کر کھائے اوراس کا پڑوسی بھوکا رہے''

ذکر کردہ دونوں احادیث انتہائی اہم اور خصوصی غور وفکر کی حامل ہیں' جن سے ثابت ہورہا ہے کہ مسلمان کی یہ شان ہی نہیں ہے کہ خود تو پیٹ بھر کر کھائے اوراس کے پہلو میں رہنے والا پڑوسی اوراس کے بچے بھوک کے تکلیف دہ لمحات سے دوچار ہوں۔

آج ہم مسلمان اسلام کے ان اہم احکامات کو معمولی سمجھ کر ان پر عمل کرنے سے بالکل غافل ہیں' ان حقوق وفرائض کے عدم ادائیگی سے غفلت کا نتیجہ ہے کہ آج مسلمان اس کی سزا دنیا میں آپس کے اختلافات غربت وفقر کی صورت میں بھگت رہے ہیں اور آخرت میں بھی ان وعیدوں اوررسوائیوں کا سامنا کرنا پڑے گا۔

حقوق کے سلسلہ میں ایک اہم سلسلہ اولاد پر والدین کا اوروالدین پر اولاد کے حقوق کا ہے' جس کا ذکر انشاء اللہ اگلی بار ہوگا۔

رب کائنات ہمیں اللہ تعالیٰ ورسول صلی اللہ علیہ وسلم اور بندوں کے حقوق کی ادائیگی کی توفیق نصیب فرماویں۔ آمین

اسلام میں والدین کا مقام اور حقوق

نحمدہ ونصلی ونسلم علی رسولہ الکریم اما بعد :فاعوذباللہ من الشیطٰن الرجیم بسم اللہ الرحمن الرحیم ووصینا الانسان بوالویہ حسنا وان جاھداک لتشرک بی مالیس لک بہ علم فلا تطعھما الی مرجعکم فأنبئکم بما کنتم تعملون (سورۃ عنکبوت)

''اور ہم نے انسان کو تاکید کی کہ ماں باپ کے ساتھ اچھا سلوک کرو اور اگر وہ تم کو مجبور کریں کہ میرے ساتھ کسی کو شریک ٹھہراؤ جس کا تم کو علم نہ ہو تو تم ان کا کہنا نہ مانو۔(ایک وقت) تم سب کو میرے پاس واپس لوٹ کر آنا ہے اور تم سب کو تمہارے اعمال سے آگاہ کروں گا۔''

وعن ابی بکرۃؓ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کل الذنوب یغفر اللہ منھا ماشاء اللہ الا عقوق الوالدین فانہ یعجل بہ فی الحیوۃ قبل الممات. (البیھقی)

''حضرت ابوبکرؓ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کہ (شرک کے علاوہ) اللہ تعالیٰ چاہے تو تمام گناہ معاف فرما دیتا ہے مگر اللہ تعالیٰ ماں باپ کی نافرمانی کے گناہ کو نہیں بخشتا بلکہ رب العزت ماں باپ کی نافرمانی کرنے والے کو اس (جرم) کی سزا زندگی ہی میں دینا شروع کر دیتا ہے۔''

والدین کے حقوق کی فوقیت

محترم حاضرین! اسلام میں جہاں رب کائنات کی وحدانیت کے عقیدہ' ایمانیات' اطاعت ربانی اوراطاعت رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر عمل کرنے کابار بارزور دیا جارہا ہےاس کے فوراً بعد والدین کے حقوق وواجبات کو بیان کیا جارہا ہے ۔قرآن وحدیث ،صحابہؓ اولیاء وصلحا کے زرین اقوال وآیات ان دونوں کیساتھ حسن سلوک کے تلقین کرنے سے بھرے پڑے ہیں۔وجہ یہ کہ ہمارا حقیقی خالق و مالک اور مربی تو رب العزت ہے مگر مخلوقات میں ان دونوں کوانسانی تخلیق میں ظاہری واسباب کے درجہ میں جوفوقیت حاصل ہے وہ مخلوقات میں اور کسی کو حاصل نہیں۔

خاندانی نظام میں والدین کی اہمیت

خاندانی نظام کی اہمیت اور عظمت و شرافت کی عمارت کا جو بہترین او رعظیم الشان ڈھانچہ اسلامی معاشرہ میں قائم ہے وہ انہی دونوں کے طفیل قائم ودائم اور علت مادی کی حدتک انہی کی مرہون منت ہے۔بحمدللہ آپ سب تعلیم یافتہ اورآ گاہ ہیں کہ دنیا میں جہاں جہاں اس مقدس رشتہ کو پامال کرکے اس کی عزت وحرمت کوتار تار کیا گیا وہ معاشرہ صرف زبانی وکلامی حدتک تو اپنے آپ کو مہذب سوسائٹی کہلاسکتی ہے مگر درحقیت ان کا رہن سہن چوپایوں اورعلم وشعور سے عاری قوموں سے بھی بدتر ہے۔

مغرب میں والدین کے حقوق کی پامالی

عالم کفر کا موجودہ بھیانک معاشرہ حقوق کی ادائیگی کا جھنڈا ہاتھ میں لےکر مسلم دنیااور اسلام کوحقوق وفرائض کی عدم ادائیگی کے ذمہ دارقرار دے کراپنی تہذیب یافتہ ہونے کے بلندو بالا فرضی اور جھوٹ پرمبنی دعوے تو زوروشور سے کررہے ہیں جبکہ حقیقی صورتحال ان کی یہ ہے کہ ان میں سے ہرایک کی پیدائش کے جوظاہری اسباب وعلل یعنی والدین (ان کا بھی اگرتعین ہوسکے) کو ضعیفی' بڑھاپے' بیماری اورفقروفاقہ میں تن تنہا چھوڑکران سے فرار کا راستہ اختیار کرلیتے ہیں۔اس

مقدس ترین رشتہ کے ساتھ انکے ناروا سلوک سے ظاہر ہوتا ہے کہ ان نام نہاد حقوق کے علمبرداروں کے منشور اور معاشرہ میں والدین کے حقوق کا تصور بھی نہیں۔ اسباب کے درجہ میں وہ دو ہستیاں جن کی شرکت سے یہ عدم سے وجود میں آئے، ایک ہی ملک' علاقہ میں ان کا کوئی پرسان حال نہیں' انہیں کے نطفہ سے پیدا ہو کر اس عالم تکوین میں آنے والے بچے آرام و آسائش اور عیاشی میں منہمک ہو کر اپنے ماں باپ کو اکیلے کسی فلیٹ میں چھوڑ کر اپنے لئے دوسرا ٹھکانہ تلاش کر لیتے ہیں۔ کیونکہ یہ لوگ اپنے مادر پدر آزادی میں والدین کے وجود کو مخل سمجھ کر ان سے چھٹکارا حاصل کرنے کو اپنا اولین فریضہ سمجھتے ہیں۔

ایک رہائش گاہ سے گلی سڑی دو لاشیں

ابھی چند دن پہلے آپ حضرات نے بھی اخبارات میں ایک خبر پڑھی ہوگی کہ یورپ کے اپنے آپ کو تمام دنیا میں سب سے بڑے مہذب ترین ملک کہلوانے والے، ملک کے سب سے بڑے شہر کے ایک علاقے میں رہنے والوں کو ایک رہائش گاہ سے مسلسل بدبو محسوس ہونے لگی۔ پولیس کی اطلاع پر جب مذکورہ اقامت گاہ کے دروازے توڑے گئے تو ایک کمرہ میں معمر جوڑے کی لاشیں گل سڑ کر بدترین مسخ شدہ شکل میں موجود پائی گئیں۔ یہ اندازہ کرنا بھی مشکل تھا کہ بھوک و افلاس اور بیماری و ضعف کی وجہ سے ان کی موت کب وقوع پذیر ہوئی۔ یہ انسان اور انسانیت کے احترام کے نام و نہاد پرچار کرنے والوں کے تصویر کا صرف ایک رخ وایک مثال بطور نمونہ عرض کر دی۔ ورنہ سینکڑوں نہیں بلکہ ہزاروں واقعات ایسے بدحال ماں باپ کے موجود ہیں کہ بے بسی اور لاچاری میں مبتلا یہ لوگ گمنامی اور بدحالی میں اس دنیا کو خیرآباد کہہ کر اپنے آخری ٹھکانہ کو پہنچ جاتے ہیں۔ لاکھوں کی تعداد میں ایک مرد اور عورت کے نطفہ سے پیدا ہونے والے صرف نام ہی کے بچے اپنے ان دونوں مجازی پیدا کرنے والوں کی زندگی اور عمر بڑھنے سے اس قدر پریشان ہوتے ہیں کہ ان کی اہم خواہش یہ ہوتی ہے کہ کب اس دنیا سے فارغ ہوں گے کہ ان کے نام الاٹ شدہ مکان' مال و دولت ان کو مل کر ان کی عیش و عشرت کی زندگی میں مزید اضافہ ہو'

کیونکہ انکے ہاں تو عالم برزخ کے فلاح ونجات اور آخرت کے اجر وثواب کا تصور نہیں بس جو کچھ مل سکے اور کرنا ہے اسی دنیا میں کرنے کے آرزومند ہوتے ہیں۔

مغرب میں لاوارثوں کے ٹھکانے

آج جس تہذیب، تمدن اور ترقی یافتہ ممالک کے صرف زبانی کلامی حسن اخلاق کے گن گائے جارہے ہیں ان کے ہاں والدین کے ساتھ یہ سلوک بھی کیا جاتا ہے کہ ان ممالک میں بوڑھوں اور کمائی کے ناقابل ہونے والوں کے لئے اولڈ ایج ہاسٹل یا اس قسم کے اور ناموں کے مکانات مختص کئے گئے ہیں جن کو ہماری اصطلاح میں مسافر خانہ یا لاوارثوں کا ٹھکانہ کہنا ہی مناسب ہے۔ اولاد اپنے ان معمر ماں باپ کو اپنے غیر اخلاقی اور جنگلی تہذیب کی راہوں میں رکاوٹ سمجھ کر خود ہی دیکھ بھال اور خدمت کے لئے محتاج گھروں کے سپرد کردیتے ہیں۔ جہاں یہ بیچارے ماں باپ زندگی کے آخری لمحے سسک سسک کر گزارنے پر مجبور ہو کر اپنے اولاد کی شکلیں تک دیکھنے کیلئے ترستے ہیں۔ گنتی کے چند والدین ایسے بھی ہوتے ہیں کہ انکے رہن سہن روزمرہ کے اخراجات کا خرچہ کبھی کبھار خود آکر یا بذریعہ ڈاک و بینک ان اداروں کو انکے لاڈلے بچے ادا کردیتے ہیں۔ ورنہ زیادہ تر یہی عمر رسیدہ افراد ان محتاج گھروں میں خیراتی یا فلاحی اداروں کے چندوں سے عمروں کے بقیہ معیاد کو پورا کرنا اپنا مقدر سمجھتے ہیں۔

ویک اینڈ یا قومی تہوار پر والدین کی ملاقات

ویک اینڈ یعنی ہفتہ اتوار یا چھٹیوں اور تہوار کے موقع پر خوش قسمتی سے اگر چند بچوں کو موقع مل سکے تو پھولوں کا گلدستہ ہاتھ میں لے کر اپنے ان محسنوں کے احسانات کا بدلہ چکانے کے لئے ان جیل نما مکانات میں ملاقات کیلئے اپنی آمد کو اپنا بہت بڑا کارنامہ سمجھتے ہیں۔ اگر چہ ایسے لوگ آٹے میں نمک کے برابر بھی نہیں۔ اکثر سپرد کنندگان اولاد کو اپنے ان مجازی خالقوں کی دنیا سے رخصت ہونے کے کئی سال گزرنے کے بعد بھی اطلاع نہیں ہوتی جیسے کہ پہلے بھی عرض کر چکا ہوں یورپ ومغربی تہذیب کے زیر اثر معاشرہ میں ان رشتوں کی کوئی عظمت وتقدس ہی نہیں، نہ

عبادات کاتصور کہ مرنے والے پر جنازہ یا آخری رسومات کی ادائیگی بھی کرنی ہے۔

اولڈ ہوم یا عقوبت خانوں کی زندگی

ان عقوبت خانوں میں رہنے والوں کے چہروں پر غم وافسردگی کے آثار دیکھ کر عقل سلیم اور شفقت پدری کا احساس وادراک کرنے والوں کو ان کی حالت زار پر بے پناہ افسوس ہوتا ہے۔

ستر سالہ بچے ایک نرس کی تربیت میں

دوسال قبل بعض دوستوں کے اصرار پر ان کیساتھ یورپی یونین کے مما لک کے چند مما لک جانے کا اتفاق ہوا۔فرانس بھی گئے۔اقامت پیرس میں رہی۔ ہمارے میزبان محترم دوست ومہربان جناب حاجی جابر حسن کے ایک دوست جن کا تعلق کشمیر کے علاقے سے تھا' کے دعوت پر ایک روز پیرس شہر سے ستر،اسی میل دور ''رواں'' نامی شہر جانا ہوا۔ظہرانے کے بعد وہاں کے میزبان نے شہر کے قریب ایک چوٹی نما پہاڑی پر چڑھ کر اوپر سے شہر اور گردونواح کے مناظر دیکھنے کی پیشکش کی گاڑیوں میں بیٹھ کر سرسبز وشاداب بلندوبالا پہاڑ پر پہنچ کر شہر کا نظارہ کررہے تھے کہ اس دوران ایک غیر ملکی بس جو سواریوں سے بھری تھی اوپر آ کر ہمارے قریب رک گئی۔بس کا دروازہ کھلنے پر اس سے ستر سال سے اوپر کے معمر افراد ہاتھوں میں لاٹھی لے کر اس کے سہارے اترنے لگے۔ دروازے پر سب سے پہلے ایک نرس نما عورت برآمد ہوکر ہر ایک کو باری باری اترنے کا کہتی رہی۔سکول میں جس طرح استاذ بچوں کو ایک لائن میں ترتیب سے چلنے کی ہدایت دے کر کہیں جانے کا کہتے ہیں۔اسی انداز سے ان بڑھاپے میں مبتلا مردوزن ایک ہاتھ میں لاٹھی اور دوسرے میں ایک ایک برگر پکڑوا کر شہر کی سیر کرنے کیلئے فرانس کے کسی قریبی ملک سے لایا گیا تھا' شہر کے مناظر دیکھنے کی بجائے ہم بھی ان کی طرف متوجہ ہوئے۔ایسا لگ رہا تھا جیسا انکو کسی بند اور گھٹن والی جگہ سے نکال کر اتوار کا دن آزاد فضا میں گزرانے کیلئے کچھ لمحات مہیا کرنے کیلئے یہاں لایا گیا تھا۔

یورپ کے خاندانی نظام کی تباہی

محترم جابر حسن کا ان کے منتظم سے پوچھنے پر معلوم ہوا کہ یہ بے چارے ترقی کے دلدادہ اور جدید تہذیب و تمدن کے علمبردار اولاد کے والدین ہیں جن کے بچوں نے ان کو اپنے پاس رکھنے سے معذرت کر کے ان کو فرانس کے قریبی ملک کے مختلف اولڈ ایج سنٹروں میں اپنے ہاتھوں سے حوالہ کر دیا ہے۔ اسلامی تعلیمات کے حوالہ سے والدین کی اس عمر کا تقاضا یہ ہوتا ہے کہ اپنے جگر گوشے لحہ لحہ ان کو آرام و سکون پہنچانے کیلئے دن رات ایک کر دیں۔ مگر یہاں ان کی حالت یہ تھی کہ ان عمر رسیدہ افراد کے چہروں پر افسردگی، غم، اپنے اولاد سے ناراضگی اور مایوسی کے آثار واضح طور پر نمایاں تھے اور اس وقتی سیر و تفریح و حسین مناظر دیکھنے سے بھی ان کے اندرونی اضطراب و کرب میں کچھ کمی نہیں آرہی تھی، ان میں سے ہر ایک عجیب و غریب جھنجلاہٹ میں مبتلا تھا، چلنا پھرنا بھی ایسا کہ جیسے کسی کو زبردستی لا کر چلنے پھرنے پر مجبور کیا جارہا ہے۔ ہم سارے ساتھی یورپ کے خاندانی نظام کی تباہی، گھریلو زندگی اور معاشرتی بربادی، خصوصاً بوڑھے والدین کے انتہائی بے چارگی اور کسمپرسی کی حالت پر افسوس کا اظہار کرتے رہے اور اس کے ساتھ اسلام کے دین فطرت اور انسانیت کا مذہب ہونے کی وجہ سے مخلوق میں والدین کی خدمت اور اطاعت کو جو فوقیت اور بڑھاپے میں خدمت پر جو اجر و صلہ دیا جائے گا اس کے ذکر میں مصروف ہو گئے۔

اولڈ ہوم کا اسیر

صوبہ سرحد ہی کے ایک گاؤں کے ایک صاحب جو ہمارے شناسا تھے۔ یورپ کی ظاہری حسن و جمال و مال کی فراوانی سے متاثر ہو کر موجودہ دور کے ترقی یافتہ ملک میں شہریت حاصل کر لی، کبھی کبھار اپنے ملک پاکستان آنے پر ملاقات کیلئے اکوڑہ خٹک آجاتے، ملنے پر سکونت پذیر ملک کے تہذیب و تمدن، لوگوں کا آپس میں میل جول، حسن اخلاق و مروت کے قصائد بیان کرتے تھکتے نہ تھے، جانے سے کچھ عرصہ پہلے ایک شادی یہاں رشتہ داروں کے ہاں سے کی تھی۔ مادر پدر آزادی کے دلفریب فضاء میں رہ کر کئی شادیاں رچانا شروع کر دی۔ دو چار سال ایک بیوی

کے ساتھ گزارے' دو بچے پیدا ہونے کے بعد طلاق دے کر نئی بیوی گھر لے آتا۔ یہ سلسلہ جوانی میں جاری رکھا۔ پیدا ہونے والے بچے بلوغ سے پہلے ہی آزادی کی دلدل میں پھنس کر ماں باپ کو الوداع کہہ جاتے۔ ایک طویل عرصہ اس کا رابطہ ہمارے ساتھ منقطع رہا' قریباً چار سال قبل عشاء کے بعد اس کا فون آیا۔ مدت کافی گزری تھی اس لئے شناسائی ناممکن تھی' تعارف کرنے پر معلوم ہوا کہ یہ وہی ہمارے صوبہ سرحد کے صاحب ہیں' جو جوانی کا بہترین عرصہ آزاد فضاؤں میں گزرانے کے بعد اب بڑھاپے کی دہلیز پر داخل ہو چکا ہے۔فون ہی پر اپنے ساتھ ہونے والے سلوک' او رکمائی سے معذوری والے زمانے کے کھٹن مراحل کی لمبی چوڑی داستان شروع کر دی، کہ کئی بچوں کے باوجود میں ''اولڈ ہاؤس'' کا اسیر ہوں۔ بچوں نے خود میری پرورش سے معذوری کا اظہار کر کے اولڈ ہاؤسز کے منتظمین کے حوالہ کر دیا۔ اس دوران غسل خانے میں پھسل جانے کی وجہ سے ایک پاؤں کی ہڈی بھی ٹوٹ چکی ہے۔ کسی سہارے کے بغیر چلنے پھرنے سے معذوری ہوں' ایک غیر مسلم نرس خدمت پر مامور ہے' وہی نرس ویل چیئر پر غسل خانہ لیکر مجھے ننگا کر کے نہلانے دہلانے کے فرائض سرانجام دیتی ہے۔ پٹھان معاشرے سے رشتہ ہونے کے باعث بقول اس کے یہ مرحلہ اس کیلئے انتہائی بے عزتی اور اذیت کا ہوتا ہے بڑھاپے کا یہ عرصہ اس بات کا تقاضا کر رہا تھا کہ اپنے بچے ہی یہ تمام خدمات ادا کر کے خدمت شعاری کا ثبوت دیتے۔

مدر ڈے کی رسم

مگر وہاں تو بیوی بچوں پر رنگ ہی غیر اسلامی غالب آ کر اپنے مذہبی روایات اور ماں باپ کے حقوق کو فرسودہ و ناقابل عمل تصور کر کے اس عظیم کار خیر یعنی والدین کی خدمت کو تضیع اوقات سے تعبیر کرتے تھے۔ ہر سال کے ایک خاص مہینے کے مقرر کردہ دن غالباً مئی کے دوسرے اتوار کو ''مدر ڈے'' کے موقع اور کرسمس کے تہوار پر بیٹے یا بیٹی کو ماں یا باپ کی شکل دیکھنی نصیب ہوتی ہے۔

نماز جنازہ اوراولاد کے ہاتھوں تدفین

اور یہ بھی کہا کہ اسی سال کے ایک دن بھی اولاد کی زیارت سے محروم ہوں' یاس اور ناامیدی کے بھرپور لہجے میں کہنے لگا' مولانا میرے لئے دعا کریں کہ مجھے موت آ کر شدید کرب اور ذہنی صدموں کی حالت سے نجات مل سکے۔فون پر گفتگو کے سال ڈیڑھ سال بعد مذکورہ صاحب کے پاکستان میں آبائی گاؤں سے گزرنا پڑا۔یاد آ کر ایک دوست سے اس کے بارہ میں پوچھنے پر معلوم ہوا کہ کافی دن ہوئے اس دنیا سے رخصت ہو چکا ہے۔ جنازہ تو دور کی بات ہے معلوم نہیں کے اس کے جگر کے ٹکڑے بچے اور بچیاں اس کے کفن و دفن کی رسوم میں بھی شریک تھے یا غیروں کے ہاتھوں اس کی تدفین کا مرحلہ طے ہوا۔

اسلام کے خاندانی نظام کی برکتیں

یہ دو تین واقعات اس بظاہر خوشنما معاشرے کے خاندانی نظام اور گھریلو زندگی کے ہیں جو حقوق کی ادائیگی کی چیمپئن بن کر مسلمانوں کو موردالزام ٹھہرانے اور اسلام کو ناقابل عمل دین قرار دینے پر مصر ہیں ،سنا دیں، تا کہ آپ خود اسلام میں والدین کو جو عظمت اہمیت اور عزت و احترام حاصل ہے' دنیا کے دیگر مذاہب' انسانی معاشروں اور تہذیبوں میں اس کی مثال نہیں ملتی کے درمیان موازنہ کرسکیں۔قرآن مجید میں جگہ جگہ توحید کا عقیدہ' ایمانیات' اللہ تعالیٰ و رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کے ذکر کے ساتھ ہی جس موضوع کو اہمیت کے ساتھ بیان کیا گیا وہ والدین کے حقوق ہیں۔کیونکہ خاندانی نظام کی اہم عمارت ماں باپ پر قائم ہے' اگر وہ عمارت اسلامی تعلیمات وہدایات کے مطابق ہے' تو خاندان وتمام کنبہ بھی صحیح سمت رواں دواں ہو کر دنیا میں بھی آسودگی' محبت و کامیابی سے ہم کنار ہونگے یا بصورت دیگر باپ بیٹے سے نالاں' اولاد والدین سے بے نیاز دنیا بھی خراب آخرت میں بھی رب کائنات کے ناراضگی کا سامنا کرنا پڑیگا۔

والدین کے حقوق کی تعلیمات

والدین کے اولاد پر حقوق کے لازمی ہونے کا اندازہ آپ اس سے کرسکتے ہیں کہ قرآن میں جہاں اللہ تعالیٰ کے شکر ادا کرنے کا حکم دیا گیا وہاں اس کیساتھ ماں باپ کا شکریہ ادا کرنا بھی اولاد پر لازم قرار دیا گیا' رب العالمین کا فرمان ہے:

ووصینا الانسان بوالدیہ حملتہ امہ وھنا علی وھن وفصالہ فی عامین ان اشکرلی ولوالدیک الی المصیر(سورۃ لقمان)

''ہم نے تاکید کردی کہ انسان کو اس کے ماں باپ کے بارے میں' اسکی ماں نے اسکو بمشقت پیٹ میں رکھا تھک تھک کر اور دودھ چھڑانا اس کا دو سال میں، کہ حق مان میرا اور اپنے ماں باپ کا آخر میری طرف آنا ہوگا۔''

یعنی جس طرح رب کائنات کے منعم حقیقی ہونے اور بے پناہ احسانات کی وجہ سے انسان پر اس کا شکر ادا کرنا ضروری ہے اسی طرح والدین اور بالخصوص والدہ بچہ کی پرورش اور زمانہ حمل ودودھ دینے کے دوران جو لامتناہی تکالیف اور مصائب برداشت کرتے ہیں۔ اپنا آرام وسکون بچے کی راحت پر قربان کردیتے ہیں' اس لئے کہ سب سے پہلے اللہ تعالیٰ کی عبادت کریں' اور پھر ماں باپ کی خدمت اور اطاعت میں بقدر استطاعت مشغول رہیں' ان کے وہ احکامات و فرمودات جو غیر شرعی نہ ہوں ان کی بجا آوری کے ساتھ یہ بھی ملحوظ رہے کہ ان کے کسی ایسے مشورہ اور حکم پر عمل کرنا جائز نہیں جو خلاف شرع اور شرک وکفر پر مبنی ہو' اس سے یہ معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ شریک ٹھہرانا' اور حرام اعمال کا ارتکاب کرنا ایسے قبیح امور ہیں جن کو اپنانے کا ماں باپ بھی حکم دیں تو دین متین میں ان کے ماننے کی کوئی گنجائش نہیں۔ جب والدین کے کہنے پر موجب گناہ کام کرنے کی ممانعت ہے تو ان کے علاوہ اور کسی شخص یا فرد کے حکم اور ایما پر گناہ کرنے کے جواز کا تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔

والدین سے معاملات میں ملاطفت

قرآن مجید میں بار بار والدین کے حقوق اوراطاعت پر جس تاکید سے زور دیا جارہا ہے یہ مقصد تب حاصل ہوگا جب دل سے خدمت کرکے ان کو آرام پہنچایا جائے۔وہ خدمت وتعمیل حکم جو جبر واکراہ یا کسی مجبوری کے تحت ہووہ نہ عنداللہ اجر ملنے کا ذریعہ ہےاور نہ اللہ کو راضی کرنے کا وسیلہ ہے۔ارشادربانی ہے:

وقضی ربک الا تعبدوا الاایاہ وبالوالدین احسانا اما یبلغن عندک الکبر احدھما او کلاھما فلا تقل لھما اف ولا تنھر ھما وقل لھما قولا کریما. واخفض لھما جناح الذل من الرحمۃ وقل رب ارحمھما کما ربیٰنی صغیرا (سورۃ بنی اسرائیل)

''اور تیرے رب نے فیصلہ (حکم) کردیا ہے کہ علاوہ اس کے کسی کی عبادت نہ کرو اور اپنے ماں باپ کے ساتھ حسن سلوک کیا کرو' اگر وہ تیرے پاس بڑھاپے کے عمر تک پہنچ جائیں ان میں سے ایک یا دونوں تو کبھی ''اُف'' بھی مت کرنا اور نہ ان کو جھڑکنا' اور ان سے خوب ادب کے ساتھ گفتگو کرنا اور ان کے سامنے شفقت وتواضع کے ساتھ جھکے رہنا اور دعا کرتے رہنا کہ اے میرے رب ان پر (ایسا) رحم فرما جیسے کہ انہوں نے مجھے میرے بچپن میں پالا ہے۔''

لفظ اُف کی تشریح

اُف نہ کہنے کا یہ مطلب نہیں کہ ان کے سامنے صرف اسی لفظ کا استعمال منع ہے' بلکہ ہر وہ لفظ' عمل اور کلام جو ان کے لئے ناقابل برداشت اور ناگوار ہو' جیسے ان کو جھڑکنا' نعوذ باللہ گالی دینا' بلند آواز سے بات کرنا' لاپرواہی سے ان کی کسی بات کا جواب دینا خود اپنی ہلاکت وبربادی کو دعوت دینا ہے۔مالک الملک نے آیت کریمہ میں بڑھاپے کا ذکر کرکے عجیب انداز اختیار فرمایا کہ بڑھاپے کے اثر سے بعض موقعوں پر ایسی باتوں پر اصرار کیا جاتا ہے جو اولاد کے نزدیک غلط اور موقع محل کے مناسب نہیں ہوتے' لیکن پھر بھی اولاد کا فریضہ یہ ہے کہ وہ عزت واحترام کا لحاظ کرتے ہوئے حسن سلوک کا مظاہرہ کریں۔

والدین کے احسانات کا تشکر وامتنان

والدین بچے کے معرض وجود میں آنے کے ساتھ ہی دن رات ایک کر کے بچے کی راحت وآرام کی خاطر اپنی جان ومال اس پر قربان کر دیتے ہیں' اولاد کے ہر قسم کے ناز ونخرے خندہ پیشانی سے برداشت کر کے ان کے تمام خواہشات کی تکمیل میں مصروف رہنا اپنا فرضِ اولین سمجھتے ہیں۔تو **الانسان عبدالاحسان**" اور" **من لم یشکر الناس لم یشکر الله** کا تقاضا بھی یہی ہے کہ جب والدین عمر کے ایسے حد کو پہنچ گئے کہ بچوں کی طرح معمولی بات پر ناراضگی اور چھوٹے سے حکم کی تعمیل پر خوش ہونا مزاج بن گیا تو ان کے طبیعت ومزاج کا اس عمر میں خصوصی طور پر خیال رکھنے اور ادب وانکساری سے پیش آنے کا حکم دیا گیا۔والدین کے عمر کا یہی وہ حصہ ہے کہ والدین کی خدمت اپنے جگر گوشے ہی بہتر اور مناسب انداز میں کر سکتے ہیں نہ کہ والدین کو اولڈ ایج سینٹروں میں غیروں کے حوالہ کر کے زندگی کے بقیہ حصے کو انتہائی بے چارگی اور کسمپرسی کی حالت میں گزارنے پر مجبور کیا جائے' بلکہ ان کے احسانات کا بدلہ اور ان کے شفقت وقربانیوں کا شکر یہ یہی ہے کہ زندگی میں ان کے آرام اور اطاعت کی ذمہ داری اولاد اپنے سر لے اور مرنے کے بعد ان کی مغفرت ورحم وکرم کی دعاؤں سے ان کی اخروی زندگی بہتر سے بہتر ہونے کا وسیلہ بنیں۔آیت کریمہ میں ضعف وبڑھاپے کے موقع پر والدین کی خوشنودی اور خدمت سے یہ نہ سمجھا جائے کہ اس حسن سلوک کا مطالبہ صرف اس عمر کیلئے ہے بلکہ اولاد جب ہوش وحواس سنبھالیں ان پر اپنے ان دونوں محسنین کی تابعداری ابتداء سے انتہاء تک عمر بھر لازم ہے۔انشاء اللہ حقوق و فرائض کے اس اہم عنوان بقیہ گزارشات کا ذکر آئندہ ہوگا۔

اللہ مجھے اور آپ سب کو ان حقوق ادا کرنے کی باحسن طریقہ توفیق رفیق فرماویں۔آمین

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

والدہ اسلامی تہذیب وثقافت

اور مسلم خاندانی نظام کی بنیاد

نحمده ونصلی ونسلم علی رسوله الکریم اما بعد: فاعوذ باالله من الشیطٰن الرجیم بسم الله الرحمن الرحیم فقد قال الله عزوجلّ وان جاهدک علی ان تشرک بی مالیس لک به علم فلا تطعهما وصاحبهما فی الدنیا معروفا واتبع سبیل من اناب الیّ ثم الی مرجعکم فأنبئکم بما کنتم تعملون (سورة لقمان)

''اگر وہ دونوں (یعنی والدین) تجھ کو مجبور کریں کہ میرے ساتھ اس کو شریک کر جسے تو جانتا نہیں تو ان کا کہنا نہ مان اور دنیا میں ان کے ساتھ بہتر طریقے سے وقت گزار۔ اور اس راہ پر چل جس میں رجوع میری طرف ہو پھر میری طرف ہے تم کو آنا پھر میں جتلا دونگا تم کو جو کچھ تم کرتے تھے''

وعن ابی بکرةؓ قال قال رسول الله صلی اللی علیه وسلم کل الذنوب یغفر الله منها ماشاء الاعقوق الوالدین فانه یعجل به فی الحیوة قبل الممات (البیهقی)

''حضرت ابوبکرہؓ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کہ اللہ تعالیٰ (شرک کے علاوہ) اور جو چاہے تو تمام گناہ معاف کر دیتا ہے مگر ماں باپ کی نافرمانی کے گناہ کو نہیں بخشتا بلکہ حق تعالیٰ ماں باپ کی نافرمانی کرنے والوں کو سزا زندگی ہی میں دینا شروع کر دیتا ہے''

والدہ کا حق باپ سے زیادہ ہے

والدین کی اطاعت اور تابعداری جسے اللہ تعالیٰ نے اولاد پر فرض کردیا ہے کا بیان گزشتہ جمعہ کو ہورہا تھا اسی سلسلہ کو آگے بڑھاتے ہوئے حضرت لقمان کی دانائی سے بھرپور باتیں جن کو قرآن نے ذکر فرمایا ان میں ایک اہم حکم یہ بھی ہے کہ والدہ کا حق باپ سے زیادہ ہے وجہ یہ ہے کہ وہ کئی ماہ تک بچے کا بوجھ اپنے پیٹ میں اٹھا کر اپنے معمولات کو بھی سرانجام دیتی رہی اسکے بعد بچہ کی پیدائش کا تکلیف دہ اور خطرناک مرحلہ سر کرنا' دنیا میں آنے کیساتھ ہی دو ڈھائی سال تک دن رات دودھ پلانا' بار بار پیشاب اور گندگی میں لت پت بچے کے جسم کی صفائی اور قسم قسم کی تکالیف اور بے آرامیوں کا جھیلنا ماں ہی کا کارنامہ ہے۔ بچے کی تربیت میں کافی حصہ باپ کا بھی ہے۔ مگر خدمت و پرورش کے سخت اور اپنے راحت و آرام قربان کرنے کے بعض مراحل ایسے ہوتے ہیں جو صرف ماں ہی خندہ پیشانی سے سرانجام دیتی ہے' جس کا تقاضا یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت کے بعد ماں باپ اور بالخصوص ماں کے حق کا خیال زیادہ رکھنا چاہیے۔

شرک جرمِ عظیم ہے

اسکے دوران ہی رب العزت نے تنبیہ فرمادی کہ ماں باپ کی اطاعت اور حکم کی بجا آوری تو ضروری ہے مگر شرک ایسا قبیح عمل ہے کہ اگر ماں باپ اولاد سے شرک کرنے کا مطالبہ کریں تو والدین کے مجبور کرنے پر بھی شرک کا راستہ اختیار کرنا منع ہے اگر وہ کافر اور بے دین بھی ہوں تب ان کیساتھ زندگی میں حسن معاشرہ کا معاملہ کرنا چاہئے۔

والدہ کے حقوق کی فوقیت

حقوق کے ادائیگی میں ماں کے حق کی فوقیت کا ذکر ہوا جس کی تائید رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد سے ہوتی ہے کہ

عن ابی ھریرۃؓ قال قال رجل یارسول اللہ من احق بحسن صحبتی قال امک قال ثم من قال امک قال ثم من قال امک قال ثم من قال ابوک (بخاری ومسلم)

''حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میری طرف سے بہتر سلوک، احسان، خدمت گزاری کا سب سے زیادہ مستحق کون ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تمہاری ماں۔ اس شخص نے دوبارہ پوچھا کہ پھر کون؟ آپ نے فرمایا: تمہاری ماں۔ اس نے پوچھا پھر کون؟ آپ نے فرمایا تمہاری ماں، (چوتھی دفعہ) اس نے عرض کیا کہ پھر کون؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تمہارا باپ۔ اب آپ اس فرمان نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے والدہ کے حق کے مقدم اور اہم ہونے کا خود اندازہ کریں کہ تین بار سائل نے پوچھا مگر ہر بار آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ماں کا فرمایا اور چوتھی بار سوال کرنے کے جواب میں فرمایا: کہ تمہارا باپ۔ اسی وجہ سے بعض حضرات کا قول یہ ہے کہ ہر انسان پر والدین کے ساتھ حسن اخلاق، معاشرہ و مروت اور بھلائی کے جو حقوق لازم ہیں ان میں والدہ کا حصہ والد سے تین گنا زیادہ ہے تین گنا ہونے کی وجہ بھی وہی بیان کی جاتی ہے جس کا ذکر مالک الملک نے اپنے کلام پاک میں عجیب و غریب طریقے سے مختلف آیات میں فرمایا کہ وہ بچے کا بوجھ کئی مہینہ اٹھاتی ہے۔

استحقاقِ والدہ بہ لحاظ قرابت

ولادت کے وقت کی تکلیف اور پھر دودھ پلانے کی مشقت، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ انسان اس دنیا کی جن جن افراد و اشخاص سے تعلق و قرابت کا رشتہ رکھتا ہے ان میں بھی مراتب کا فرق ہوتا ہے، کسی نے خدمت زیادہ کی اذیت زیادہ برداشت کی تو ظاہر ہے، رشتوں میں اس کا رشتہ و تعلق بھی بلند و بالا، کسی نے قدرے کم پرورش و تربیت میں حصہ لیا تو اس کے رشتے و تعلق کا مرتبہ بھی پہلے کے مقابلہ میں کچھ کم ہوگا ادائیگی حقوق میں بھی اس کا لحاظ ہوگا۔ یہ آپ سب کے علم میں ہے کہ قرابت کے لحاظ سے سب سے گہرا رشتہ اور تعلق ماں کا ہے۔ جس کی وجہ سے تابعداری اور حسن سلوک میں بھی استحقاق والدہ کا اور رشتوں سے زیادہ ہے پھر اس کے بعد باپ اور دیگر رشتہ دار وعزیز، اسی لحاظ و اعتبار کی وہاں بھی رعایت ہوگی جو رشتہ و قرب میں جتنا زیادہ نزدیک اتنا ہی اطاعت و فرمانبرداری میں بھی اہمیت و رعایت ہوگی۔ حدیث مذکورہ میں ماں کا ذکر بار بار

فرمانے سے ثابت ہوا کہ ماں کی فرمانبرداری سے بڑھ کر کوئی عمل نہیں۔ حقوق اللہ مثلاً نماز' روزہ' حج جیسے عبادات میں اگر کمی آئی تو غفورالرحیم ذات سے توقع ہے کہ توبہ اور رحمت کاملہ کی بدولت معافی مل سکتی ہے۔ مگر ماں کی تابعداری اور خدمت کرنے میں اگر تساھل' غفلت کا مظاہرہ ہو تو مسلمان کے سارے اعمال ضائع ہونے کا اندیشہ ہے۔ تمام عبادات و اعمال حسنہ اپنے اپنے اعتبار سے اہم و ضروری مگر ماں کی خدمت' مرتبہ اور عظمت کا کوئی بدلہ نہیں۔

ماں کی عظیم قربانیاں

اگر ایک باپ سارا دن بلکہ عمر بھر صبح سے لے کر شام تک دربدر ٹھوکریں کھا کر رزق معاش کی تلاش میں رہتا ہے تو اس کا مقصد بھی ان تمام مساعی کا یہی ہوتا ہے کہ بچے کی پرورش اور بہترین مستقبل کے وسائل میسر آجائیں۔ لیکن بچہ کے بارے میں ماں کی ذہنی کیفیت' تفکرات' ہر وقت کڑھنا' پریشانی و اندیشے اور زندگی کو داؤ پر لگانا ایسے کردار ہیں جن سے گزر کر کبھی بھی نہیں ہارتی۔ یہی ماں کی وہ عظیم قربانیاں ہیں جس کی وجہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: **الجنة تحت اقدام الامهات** ''یعنی جنت ماؤں کے قدموں کے نیچے ہے۔ اگر جنت کے سچے دل سے طلب گار ہو تو والدین خصوصاً والدہ کی خدمت گزاری اور راضی رکھنے ہی سے یہ طلب اور خواہش پوری ہوسکتی ہے ان دونوں کے اتنے حقوق ہیں کہ اگر اولاد تمام عمر نرمی اور ادب و احترام کی راہ اختیار کرے پھر بھی ان کے خدمات کا جس کے وہ عنداللہ مستحق ہیں حق ادا کرنا مشکل ہے۔

والدہ کے حقوق کی ادائیگی کا معیار

سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک صحابیؓ پوچھتا ہے کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میری والدہ بوڑھی ہو چکی ہیں میں اسے اپنے ہاتھ سے کھلاتا ہوں، پلاتا بھی خود ہوں، نماز کے وقت وضو کراتا ہوں، چلنے پھرنے کے موقع پر اپنے کندھوں پر اٹھا کر ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل کرتا ہوں۔ الغرض جتنی خدمات ایک شخص کے استطاعت میں ہیں ادا کرنے کے ذکر کے بعد عرض کرتا ہے کہ جتنے حقوق و فرائض میرے ذمہ ہیں کیا ان خدمات کے کرنے سے اس کا بدلہ چکا دیا جائے

گا؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: نہیں، سوواں حصہ بھی ادا نہیں ہوسکتا۔ ہاں اتنا ہے کہ تم نے نیک کام کیا ہے جو والدہ کے حقوق کے مقابلہ میں بہت کم ہے۔ مگر رب کائنات اپنے شان کریمانہ کے مطابق اس قلیل عمل پر بھی اجر کثیر عطا فرمائیں گے۔ اگر والدین ایمان وتقویٰ کی نعمت سے مالا مال ہوں پھر تو ان کی عزت وعظمت کا خیال رکھنا' ان کی نیک خواہشات کی تکمیل کیلئے دن رات مصروف رہنا ایک عظیم نعمت ہے۔ ذلک فضل اللہ یوتیہ من یشاء یہ اللہ تعالیٰ کا وہ بے پناہ فضل وکرم جسے وہ چاہے نوازے۔

مشرک والدہ کا احترام

لیکن اگر ماں خدانخواستہ غیر مسلم یا خود غیر شرعی امور کا ارتکاب کرتی ہو تو مرشد عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر بھی ان کے ساتھ ادب واحترام سے پیش آنے کا حکم فرمایا ہے:

وعن اسماء بنت ابی بکرؓ قالت قدمت علی امی وھی مشرکۃ فی عھد قریش فقلت یا رسول اللہ ان امی قدمت علی وھی راغبۃ أفا صلھا قال نعم صلیھا (بخاری مسلم)

''حضرت اسما بنت ابی بکرؓ کہتی ہیں کہ میری والدہ مکہ سے مدینہ میرے پاس اس حالت میں آئی کہ وہ شرک میں مبتلا تھی میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! میری والدہ میرے پاس آتی ہے وہ اسلام سے نفرت کرتی ہے تو کیا میں اس کے ساتھ بہتر سلوک کرسکتا ہوں' آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہاں ان کے ساتھ حسن وسلوک اور ادب واحترام کا رویہ اختیار کرنا۔

یہ اسی دور کا واقعہ ہے کہ قریش مکہ اور مسلمانوں کے درمیان صلح حدیبیہ کی صورت میں امن اور جنگ نہ کرنے کا معاہدہ ہو چکا تھا۔ ایک دوسرے کے علاقے میں آنے جانے کی ممانعت نہ تھی۔

والدین کے احسانات کا تشکر وامتنان

چونکہ والدین بچے کے معرض وجود میں آنے کے ساتھ ہی دن رات ایک کر کے بچے کے راحت وآرام کی خاطر اپنا جان و مال اس پر قربان کردیتے ہیں' اولاد کی ہر قسم کے نازونخرے خندہ پیشانی سے برداشت کر کے ان کی تمام خواہشات کی تکمیل میں مصروف رہنا اپنا فرض اولین

سمجھتے ہیں۔تو "الانسان عبدالاحسان" اور "من لم یشکر الناس لم یشکر الله" کا تقاضا بھی یہی ہے کہ جب والدین عمر کے ایسے حد کو پہنچ گئے کہ بچوں کی طرح معمولی بات پر ناراضگی اور چھوٹے سے حکم کی تعمیل پر خوش ہونا مزاج بن گیا تو ان کے طبیعت ومزاج کا اس عمر میں خصوصی طور پر خیال رکھنے اور ادب وانکساری سے پیش آنے کا حکم دیا گیا۔والدین کے عمر کا یہی وہ حصہ ہے کہ والدین کی خدمت اپنے جگر گوشے ہی بہتر اور مناسب انداز میں کر سکتے ہیں نہ کہ والدین کو اولڈ ایج سینٹروں میں غیروں کے حوالہ کر کے زندگی کے بقیہ حصہ کو انتہائی بے چارگی اور کسمپرسی کی حالت میں گزارنے پر مجبور کیا جائے' بلکہ ان کے احسانات کا بدلہ اوران کے شفقت وقربانیوں کا شکریہ یہی ہے کہ زندگی میں ان کے آرام اور اطاعت کی ذمہ داری اولاد اپنے سر لے اور مرنے کے بعد ان کی مغفرت ورحم وکرم کی دعاؤں سے ان کی اخروی زندگی بہتر سے بہتر ہونے کا وسیلہ بنیں۔آیت کریمہ میں ضعف وبڑھاپے کے موقع پر والدین کی خوشنودی اور خدمت سے یہ نہ سمجھا جائے کہ اس حسن سلوک کا مطالبہ صرف اس عمر کیلئے ہے بلکہ اولاد جب ہوش وحواس سنبھالیں ان پر اپنے ان دونوں محسنین کی تابعداری عمر بھر لازمی ہے۔

مغربی تہذیب کی اصل تصویر

افسوس! کہ آج کے ترقی پسند اور اپنے آپ کو روشن خیال کہلوانے والے اسلام اور مسلمانوں کو تنگ نظری اور انتہا پسندی جیسے طعنوں اور القاب سے یاد کررہے ہیں جس کی وجہ یا تو ان کی اسلام کی سلامتی اور عافیتِ انسانیت کا دین ہونے سے جاہل ہونے کا نتیجہ ہے یا ان خودساختہ تہذیبوں کے دعویداروں کے اخلاق وآداب' تہذیب وانسانیت کو بالائے طاق رکھ کر مادی ترقی حاصل کر لینے کی ہوس اور اسلامی تعلیمات سے بلاوجہ دشمنی کا اثر ہے۔

خودتو (اگر کسی مذہب سے اپنے تعلق اور منسلک رہنے کا دعویٰ کرتے ہیں) اس نام نہاد ترقی یافتہ دور کے رنگینیوں میں غرق ہوکر اپنے مذہب پر عمل کرنا تو دور کی بات ہے اس دین کی تہذیب وتمدن' اصول واحکامات کی ابجد سے بھی واقف نہیں ہوتے اور امن وسلامتی اور رواداری

اور احترام انسانیت سے بھرپور مذہب اسلام کو لعن وطعن کا نشانہ بنانے کے لئے دنیا بھر میں بے بنیاد پراپیگنڈوں کا بازار گرم کر رکھا ہے۔ جبکہ رشد وہدایت کے ابدی سرچشمے قرآن کریم اور محسن انسانیت صلی اللہ علیہ وسلم کی مثالی تعلیمات واحکامات تمام انسانیت اور بالخصوص حقوق والدین کی اہمیت اور ان کی عزت وحسن مروت کی وہ ضمانت دیتے ہیں۔ جن کی نظیر اسلام کے سوا دیگر ادیان عالم میں موجود نہیں۔ یہاں تک کہ والد یا والدہ کا مذہب اگر مسلمان اولاد کے دین سے مختلف ہو پھر بھی ان کی خدمت اور حسن سلوک کی ذمہ داری ختم نہیں ہوتی۔

رضاعی والدہ کا مقام واحترام

اسلام نے تو چند دن ایک بچے کا کسی عورت سے رضاعت کی مدت میں دودھ پینے کا جو رشتہ قائم ہو جاتا ہے وہ بھی رضاعی ماں بن کر عزت وتوقیر کے اعتبار سے اس دودھ پینے والے کیلئے نسبی ماں کا مقام حاصل کر لیتی ہے۔ رضاعی ماں کی عزت وعظمت کا اندازہ آپ رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس واقعہ سے بخوبی کر سکتے ہیں:

وعن ابی الطفیلؓ قال رأیت النبی صلی اللہ علیہ وسلم یقسم لحماً باالجعرانہ اذا اقبلت امراۃ حتی دنت الی النبی صلی اللہ علیہ وسلم فبسط لھا رداء ہ فجلست علیہ فقلت من ھی فقال ھی امہ التی ارضعتہ (رواہ ابوداؤد)

"حضرت ابوالطفیلؓ سے روایت ہے میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو جعرانہ (کے مقام) پر دیکھا کہ وہ گوشت تقسیم فرمارہے تھے کہ اچانک ایک خاتون آئیں۔ جب وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب پہنچی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے لئے اپنی چادر مبارک بچھا دی اور وہ (محترمہ) اس پر بیٹھ گئیں میں نے پوچھا کہ یہ محترمہ کون ہے؟ (کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس احترام وعزت کا مظاہرہ فرمایا) انہوں نے بتایا کہ یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وہ ماں ہیں جس نے رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو دودھ پلایا۔ یہ رضاعی ماں حضرت حلیمہؓ ان عظیم المرتبت صحابیاتؓ میں شامل تھیں جس کو رب کائنات نے محمد الرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جیسے محبوب کائنات شخصیت

کودودھ پلانے کی فضیلت سے نوازا تھا۔

اسلامی تہذیب وثقافت کی بنیاد

شومئی قسمت کہ ہم مسلمان عرصہ دراز تک غیر مسلموں کی صحبت میں رہ کر اپنے آفاقی اوراخلاقِ عالیہ سے بھرپور مذہب کے بہترین تعلیمات کو بھول گئے۔ جب چند روز تک دودھ دینے والی خاتون کی عزت واحترام کا مظاہرہ محسن انسانیت صلی اللہ علیہ وسلم اس انداز سے فرما رہے ہیں تو پھر عمر بھر کی زندگی اولاد کے سکون وعافیت کے لئے قربان کرنے والے نسبی ماں کی عظمت اوران کے راحت وسکون اورحقوق کے خیال رکھنے کے بارے میں ایسے مکمل اورروشن ہدایات دئے جن سے واضح ہوجاتا ہے کہ قرآن کریم اور ہادی اعظم صلی اللہ علیہ وسلم نے والدین کی تابعداری، فرماں برداری اوراطاعت کے بارے میں جواحکامات پوری انسانیت کے سامنے پیش فرمائے حقیقت میں یہی اسلامی تہذیب وتمدن اورثقافت مسلم خاندانی نظام کی بنیاد ہے۔

والدین کی خوشنودی رب کی خوشنودی ہے

شریعت محمدی اپنے معنوی وصوری لحاظ سے اللہ تعالیٰ کا وہ پسندیدہ دین ہے جواپنے متبعین کو دین ودنیا میں نجات وفلاح کی ضمانت دیتا ہے۔والدین کی اطاعت کے دنیوی فوائد کا ذکر تو بعد میں کروں گا۔اخروی کامیابی اور رب کائنات کی رضامندی کا راز بھی والدین کی رضامندی میں پنہاں ہے۔ان کی تابعداری بعینہ اللہ تعالیٰ کی تابعداری اور نافرمانی رب العزت کی نافرمانی ہے۔یہی وجہ ہے جس کا ذکر پہلے بھی کرچکا ہوں، ذات باری جل جلالہ نے اپنی ربوبیت کا ذکر کرنے کے بعد عمل کے دنیا میں شرک سے بچنے، حقوق وواجبات کا بیان فرمایا اس حکم کے صادر کرتے ہی والدین کیساتھ ہمیشہ حسن سلوک کے حکم کی تلقین فرمائی۔کیونکہ رب العزت اورپیغمبرانقلاب صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانے کے بعد رب العزت کے حضور سرخرو ہونے کا سب سے اہم ذریعہ والدین کی خوشنودی ہے۔رحمت دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

وعن ابن عباسؓ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من اصبح مطیعاً فی

والدیہ اصبح لہ' بابان مفتوحان من الجنة وان کان واحداً فواحداً ومن اصبح عاصیاً للہ فی والدیہ اصبح لہ' بابان مفتوحان من النار ان کان واحدا فواحداً قال رجل وان ظلماہ قال وان ظلماہ وان ظلماہ وان ظلماہ (رواہ البیھقی)

''حضرت ابن عباسؓ روایت کررہے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کہ جس شخص نے اس حالت میں صبح کی کہ وہ والدین کے حق میں اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری کرتا رہا تو وہ اس حال میں صبح کرتا ہے کہ اس کے لئے جنت کے دو دروازے کھلے ہوتے ہیں اور اگر اس کے باپ ماں سے کوئی ایک (فوت ہو کر دوسرا) زندہ ہو' جس کی اس نے اطاعت کی تو ایک دروزاہ کھلا رہتا ہے اور جس شخص نے اس حال میں صبح کی کہ وہ ماں باپ کے حق میں اللہ تعالیٰ کے احکامات کی نافرمانی کرتا رہے تو وہ اس حالت میں صبح کرتا ہے کہ اس کے لئے دوزخ کے دو دروازے کھلے رہتے ہیں اور اگر ماں باپ سے کوئی ایک زندہ ہو (جس کی اس نے تابعداری نہ کی) تو اس کے لئے (دوزخ) کا ایک دروازہ کھلا رہتا ہے۔ایک شخص نے عرض کیا اگر چہ والدین اس پر ظلم کریں' حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہاں اگر چہ ماں باپ اس پر ظلم کیوں نہ کریں۔(پھر) فرمایا اگر چہ والدین اس پر ظلم ہی کیوں نہ کریں تین دفعہ فرمایا۔

ماں باپ جنت وجہنم میں

ایک اور موقع پر سید الرسل صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

عن ابی امامہ ان رجلاً قال یارسول اللہ ماحق الوالدین علیٰ ولدھما قال ھما جنتک ونارک (رواہ ابن ماجہ)

''حضرت ابوامامہؓ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اولاد پر ماں باپ کا کیا حق ہے؟ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تمہارے لئے جنت بھی ہو سکتے ہیں اور دوزخ بھی۔

یعنی والدین کا اپنی اولاد پر لازمی حق ہے کہ انکے ساتھ نیک رویہ اختیار کر کے ان کو رنج و

افسردہ کرنے والے عمل سے بچا جائے اور یہی حسن سلوک اولاد کے جنت میں داخلے کا سبب ہے او راگر انکو ناراض کرکے نافرمانی اوراذیت پہونچانے والے قول وفعل کا مظاہرہ کیا جائے تو یہی ناشائستہ اعمال جہنم میں جانے کا موجب ہیں۔ والدین کی تابعداری اور خوش رکھنا اورانکی نافرمانی اور بدسلوک سے بچنا اللہ جل شانہ کا حکم ہے۔ جیسے کہ قرآن کی کئی آیات سے آپکو معلوم ہوا اسلئے ان کی راضی رکھنے میں اللہ تعالیٰ کی خوشنودی ہے اورانکی ناراضگی اللہ تعالیٰ کے غیض وغصب کو دعوت دینا ہے۔

اطاعت والدین حدود

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے والدین کی اہمیت کے اظہار کیلئے تین دفعہ ارشاد فرمایا: کہ اگرچہ والدین اس پر ظلم ہی کیوں نہ کریں ان کی اطاعت کرنی ہے گویا اس حالت میں بھی ان کے حقوق میں کمی اور نافرمانی کی اجازت نہیں لیکن یہاں یہ بات ذہن میں رکھیں کہ جیسے پہلے بھی آیت کریمہ کی تشریح کے ضمن میں عرض ہوا۔ انکے زیادتی اور ظلم سے مراد وہ زیادتی ہے۔ جو دینوی اموراور معاملات سے متعلق ہو اگر ان کی طرف سے زیادتی ایسی ہو جس میں شریعت اور مذہب کی مخالفت اور شرعی احکامات سے ٹھکراؤ ہو پھر ایسی اطاعت قطعاً جائز نہیں جلیل القدر صحابی حضرت معاذ ابن جبلؓ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل فرمارہے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے دس باتوں کی وصیت فرمائی جن میں ایک یہ بھی ہے:

ولا تعقن والدیک وان امراک ان تخرج من اھلک ومالک (رواہ احمد)

''اپنے والدین کی نافرمانی نہ کرنا اگر چہ وہ تم کو یہ حکم دیں کہ تم اپنے بیوی' بچوں اور مال ودولت کو چھوڑ دو''

والد جنت کا عمدہ ترین دروازہ

محترم ساتھیو! بہترین موقعہ ہے ان خوش قسمت حضرات کے لئے جن کے ماں باپ دونوں موجود ہیں سرکار دوعالم کے ارشاد کے مطابق اس فرد کے لئے جنت کے دو دروازے موجود ہیں اور کھلے ہیں اگر یہ چاہے تو اس کی جنت میں داخلہ کی تمنا اور خواہش پوری ہو سکتی

ہے۔شرط یہ کہ وہ اگر اپنے کسی خواہش کی تکمیل کا حکم دیں اور وہ قرآن وسنت کے خلاف نہ ہواولاد اس کی تعمیل کو اپنے اوپر ایسا فرض سمجھ کر کے ادا کرے جیسے کہ نماز پڑھنا فریضہ ہے۔انبیاء کے سردار صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

الوالداوسط ابواب الجنة فان شئت فحافظ علی الباب او ضیع (رواہ ترمذی)

''باپ جنت کے دروازوں میں سے عمدہ ترین دروازہ ہے اگر تو چاہے تو اس بہترین دروازے کی حفاظت کر یا اسے ضائع کر(یعنی اسے اپنی جنت میں داخلہ کا سبب بنا اور اگر بدقسمتی سے باپ کی رضامندی جیسے عظیم نعمت سے محروم رہ کر اس نعمت کو ضائع اور ناراض کردیا۔) تو اس اعلیٰ ترین نعمت یعنی جنت میں داخل ہونے کے سبب جو برکات تھے اس سے محروم ہو جاؤ گے''

اور ایک دوسرے موقع پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہی فرمایا: کہ تین قسم کے لوگ جنت میں داخل ہونے کے نااہل ہوں گے جن میں ایک ''العاق لوالدیہ'' جو ماں باپ کا نافرمان ہو۔

والدین کی اہمیت اوران کی عظمت شان کو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جس بلیغ انداز میں ذکر فرمایا ان میں سے چند اقوال مبارکہ کا ذکر کر کے مقصود یہ ہے کہ آج کے مسلم معاشرہ میں والدین کو جو مقام دیا جارہا ہے۔قرآنی احکامات اور نبوی تعلیمات کے مطابق ہے' یا ان کی مخالفت کی جارہی ہے۔ہم میں سے ہر فرد اپنے اپنے گریبان میں جھانک کر والدین کے بارہ میں اپنے رویوں' اعمال و کردار کا محاسبہ کر کے جہاں کمی وکوتاہی ہورہی ہے' ان کا ازالہ کریں' باقی رہا وہ حدیث مبارکہ جس کا ذکر ابتداء میں کر چکا ہوں کہ والدین کی نافرمانی اور اہانت ایک ایسا جرم ہے جس کی سزا اور مؤاخذہ اس حیات مستعار ہی سے شروع ہو جاتی ہے باقی اس کے بارے میں انشاء اللہ معروضات اگلے جمعہ عرض کرنے کی کوشش کروں گا۔

رب ذوالجلال ہم سب کو والدین کی تذلیل و نافرمانی سے محفوظ فرما کر ان کو وہی مقام دینے کی ہمت وتوفیق نصیب فرمائے جس کا مطالبہ ہم سے قرآن ورحمۃ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمودات میں کیا جارہا ہے۔آمین

والدین کی رضا دنیا وآخرت میں برکتوں کا ظہور

نحمدہٗ و نصلی ونسلم علی رسوله الکریم اما بعد:فاعوذ باالله من الشیطٰن الرجیم بسم الله الرحمن الرحیم.وعن ابی هریرةؓ قال قال رسول رغم انفه رغم انفه رغم انفه قیل من یا رسول اللّٰه صلی الله علیه وسلم قال من ادرک والد یه عندا لکبر ا حد هم او کلا هما ثم لم ید خل الجنة (رواہ مسلم)

''حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: خاک آلود ہوناک اس شخص کی، خاک آلود ہوناک اس شخص کی، خاک آلود ہوناک اس شخص کی (یعنی ذلیل وخوار ہو تین دفعہ بددعا فرمائی) عرض کیا گیا کون (ذلیل وخوار ہو) یارسول اللہ! آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: وہ شخص جو اپنے والدین میں سے ایک یا دونوں بڑھاپے کی حالت میں پائے پھر جنت میں (ان کی اطاعت اور رضامندی حاصل کرکے) داخل نہ ہو۔

والدین کے نافرمان کو دنیا میں سزا مل جاتی ہے

وعن ابی بکرةؓ قال قال رسول اللّٰه صلی الله علیه وسلم کل الذنوب یغفر اللّٰه منها ما شاء الا عقوق الوالدین فانه یعجل به فی الحیٰو ة قبل الممات (البیهقی)

''حضرت ابوبکرہؓ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کررہے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم

نے فرمایا: کہ (شرک کے علاوہ) اللہ تعالیٰ چاہے تو تمام گناہ کو معاف فرما دیتے ہیں مگر اللہ تعالیٰ ماں باپ کی نافرمانی کے گناہ کو نہیں بخشا بلکہ حق تعالیٰ ماں باپ کی نافرمانی کرنے والے کو سزا زندگی ہی میں دینا شروع کر دیتا ہے۔

روئے زمین پر بسنے والے ہر مسلمان کا عقیدہ ہے کہ دنیا میں کئے ہوئے اعمال کا قیامت میں پیش ہو کر ذرے ذرے کا حساب دینا ہے اگر نیکیوں کا پلڑا بھاری ہے تو جنت کی صورت میں عیش اور مزے ہی مزے ہیں خدانخواستہ اعمال بد کا غلبہ ہوا تو پھر وہیں سے سزا و عذاب کا سامنا کرنا پڑے گا۔ اللہ تعالیٰ کی شان رحمت ہے کہ وہ مجرموں اور گناہ گاروں کو پکڑنے میں جلد بازی نہیں فرماتے ۔بعض نادان لوگ اس مہلت اور ڈھیل سے اس غلط فہمی میں مبتلا ہو جاتے ہیں کہ جو کچھ بھی کرتے رہیں ان کا مواخذہ کبھی نہ ہوگا۔ اگر اسلامی احکامات اور ان پر عمل کرنے والوں کے حالات و واقعات کا غور سے مطالعہ کیا جائے تو یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ کچھ اعمال خیر دنیا میں کرنے کے ایسے ہیں جن کے بہترین اثرات دنیا ہی میں ظاہر ہونے شروع ہو جاتے ہیں۔ اور بے حسی اور لاپروائی پر مشتمل اعمال و کردار پر گرفت اور ذلت و خواری کا معاملہ دنیا ہی سے شروع ہو جاتا ہے۔

اویس قرنیؒ کا جذبہ عشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور خدمت والدہ

ماں کی خدمت ہی کے صلے یمن کے علاقہ قرن کے رہنے والے اویس قرنیؒ کو دنیا ہی سے اجر و انعام کا جو سلسلہ شروع ہوا وہ انسانی تاریخ کا ایک نادر الوقوع واقعہ ہے۔ یہ واقعہ آپ سن کر پھر خود اندازہ کریں کہ اللہ تعالیٰ و رسول کے ہاں والدین کی خدمت و فرمانبرداری کی کتنی اجر و قیمت ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں اویس قرنی موجود ہیں اور مسلمان بھی کوئی عام مسلمان نہ تھے۔ اس آرزو اور تمنا کا اسے بخوبی احساس تھا کہ سرکار دو عالم کے چہرہ مبارکہ کو حالت ایمان میں دیکھنے سے مسلمان صحابہ کے عظیم المرتبت" اشداء علی الکفار رحماء بینھم " کی جماعت میں شامل ہو جاتا ہے۔ بے شمار صحابہؓ سے ملاقات کر کے تابعیت کا مقام تو حاصل کر چکے تھے مگر ایک سچے اور پکے مسلمان کی حیثیت سے اُن کی یہ خواہش اور تڑپ بھی تھی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت حاصل کر کے اس عظیم سعادت اور مقام پر فائز ہو جاؤں۔ آپ حضرات خود

احساس کریں کہ اس گئے گزرے اور فتنوں سے بھرپور زمانہ کے ادنیٰ ترین مسلمان کی بھی یہ آرزو ہوتی ہے کہ کاش میں بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے موجودگی میں اگر پیدا ہوتا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ملاقات جو روئے زمین پر ایسا شرف اور بڑی سعادت اور خوش نصیبی ہے جسکے برابر اور کوئی فضیلت نہیں حاصل کر لیتا۔ پھر اویس قرنی جیسے ولی کامل تابعی اور سچے عاشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم اپنے محبوب کی زیارت کے لیے کتنے بے تاب ہونگے۔ ہر وقت اپنے آقا کی زیارت کو پہنچنے کا ارادہ کرتے رہے مگر اس شوق دید کے راہ میں رکاوٹ اسکی بیمار مریض والدہ کی خدمت جس کو اس حالت میں چھوڑ کر مدینہ منورہ کا سفر اختیار کرنا والدہ کی ناراضگی کا خطرہ ...... بعض راویوں نے لکھا ہے کہ اویس قرنی نے انحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو پیغام بھیجا کہ میں آپ کی خدمت میں حاضری دے کر شرف ملاقات حاصل کرنے کا بے حد آرزو مند ہوں لیکن میری بیمار والدہ جسے میری خدمت کی اشد ضرورت ہے۔ اسکی خدمت سے غیر حاضر رہنا بھی مشکل ہے۔ میرے لئے کیا حکم ہے؟ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو اپنے پاس حاضر ہونے سے منع فرما کر اپنی والدہ کی خدمت کرنے کا حکم دیا۔ بعض روایت کرنے والوں نے یہ بھی کہا ہے کہ ایک دفعہ والدہ کی اجازت سے شوق زیارت سے سرشار ہو کر مدینہ منورہ بھی حاضر ہوئے مگر اتفاق سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ سے کہیں سفر پر تشریف لے گئے تھے اور والدہ نے اجازت کو اس شرط سے مشروط کر دیا تھا کہ اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم گھر پر موجود ہوں تو ملاقات کر لینا اگر گھر یا مدینہ سے باہر ہوں تو پھر انتظار کئے بغیر جلد قرن واپس آنا ماں کی حکم کی بجا آوری کو ملحوظ خاطر رکھتے ہوئے بغیر ملاقات کے واپس ہوئے۔

والدہ کی خدمت دنیا میں برکت کا ظہور

اگر کوئی اور مسلمان ہوتا تو اتنے کٹھن اور طویل سفر اور رحمت اللعالمین صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات کے ذوق وشوق میں مدینہ منورہ کچھ عرصہ رک جاتا کہ ماں کا حکم اپنی جگہ مگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات کا شرف تو حاصل ہو جائے گا مگر اویسؒ نے ماں کی نافرمانی سے بچنے کیلئے اسکے حکم کے سامنے سر تسلیم کرتے ہوئے بغیر زیارت محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کے واپس ہوئے۔ یہ

آزمائش کا وہ مقام ہے کہ ایسے موقع جو مسلمان ثابت قدم رہے اسے اللہ وہ مقام ومرتبہ عطا فرما دیتا ہے جسکا ہم جیسے گناہ گار تصور بھی نہیں کر سکتے جس عظیم رتبہ سے یہ شخص جسے لوگ پھٹے پرانے کپڑوں میں پراگندہ حال دیکھ کر کم رتبہ اور بے حیثیت شخص کے طور پر جانتے تھے۔ ماں کی اطاعت اور خبر گیری کے صلہ میں جو رتبہ ملا اسکا اظہار سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد گرامی میں نمایاں ہے:-

عن عمر بن الخطابؓ ان رسول اللّٰہ صلی اللہ علیہ وسلم قال ان رجلا یاتیکم من الیمن یقال لہ اویس لا یدع الیمن غیر ام لہ قد کان بہ بیاض فدعا اللّٰہ فاذھبہ الاموضع الدینا راو الدرھم فمن لقیہ منکم فلیستغفر لکم و فی روایۃ قال سمعت رسول صلی اللہ علیہ وسلم یقول ان خیر التابعین رجل یقال لہ اویس ولہ والدۃ و کان بہ بیاض فمروہ فلیسغفر لکم (رواہ مسلم)

''حضرت عمر بن خطابؓ سے روایت ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یمن سے ایک شخص تمہارے پاس آئیگا جسکا نام اویس ہوگا وہ یمن میں اپنی ماں کے علاوہ کسی کو نہ چھوڑے گا اسکے بدن میں سفیدی (برص کی بیماری) تھی اس نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی رب العزت نے اس کے بدن سے سفیدی (یعنی بیماری کو) ختم کر دیا صرف ایک درہم یا ایک دینار کے مقدار سفیدی باقی رہ گئی ہے پس جو شخص تم میں سے اسے ملے اسکو چاہیئے کہ اس سے اپنے لئے بخشش کی دعا کرائے۔ اور ایک اور روایت میں اسطرح بھی ہے کہ حضرت عمر نے کہا کہ میں نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو ارشاد فرماتے ہوئے سنا، تابعین میں ایک بہتر شخص وہ ہے جسکا نام اویسؒ ہے اسکی ماں ہوگی اور اس کے بدن پر برص کا نشان ہوگا پس اس سے اپنے لئے دعائے مغفرت کرانا''

ایک راوی حضرت عمرؓ کے وساطت سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ بھی نقل کر رہے ہیں کہ اے عمر جب تم اس شخص کو دیکھو گے تو تمہیں اللہ یاد آجائیگا جب تم اس سے ملو تو اسکو میرا سلام پہنچانا اور اس سے اپنے مغفرت کی دعا بھی کروانا وہ شخص اللہ کے ہاں ایک مقرب بندہ ہے کہ

اگر اللہ کے اعتماد پر کسی بات پر قسم اٹھالے تو اللہ تعالیٰ اسکی (لاج رکھتے ہوئے) قسم کو سچا فرما دے گا۔ وہ اللہ تعالیٰ سے بہت بڑے بڑے قبائل کے برابر لوگوں کی سفارش و شفاعت کر کے ان کی بخشش رب العزت سے کروائیگا۔ یہ ارشاد سنتے ہی حضرت عمرؓ جو کہ خود عظیم المرتبت صحابی اور جن کے بارے میں پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: کہ عمر فی الجنة (عمر جنت میں ہیں) اور جنت میں جتنے بڑے عمر والے لوگ ہونگے خواہ گزشتہ امتوں کے ہوں یا امت محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کے ان سب کے سردار ابوبکرؓ اور عمرؓ ہوں گے نیز حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "لو کان بعدی نبی لکان عمر" اگر میرے بعد کوئی اور نبی ہوتا تو وہ عمرؓ ہوتے۔ ارشادات رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کی ہدایت کے مطابق اس شخص کی تلاش میں سرگردان رہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ اور حضرت ابوبکرؓ کے دور خلافت میں مسلسل اویسؒ سے ملاقات کی کوشش کرتا رہا۔ گردونواح کے علاقوں سے آنے والے جو بھی قافلے اور وفد مدینہ منورہ آتے ان سے اویسؒ کے بارہ میں پوچھتے تلاش بسیار کے بعد جو علامات مذکورہ بزرگ کے بارہ میں سن چکے تھے ایک شخص میں وہ نشانیاں دیکھ کر حضرت عمرؓ کے دل میں خیال آیا کہ یہی شخص اویس ہے اس سے بات چیت کے دوران ان کا خیال یقین میں بدلا۔ پوچھا کیا تم اویس ہو؟ اس نے کہا ہاں میں ہی ہوں۔ خلیفہ دومؓ نے فرمایا: حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تمہیں سلام کہا تھا۔ جواب سلام کے بعد حضرت عمرؓ اپنے لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کے مطابق حضرت عمرؓ نے دعائے مغفرت کی درخواست کی اسکے بعد ان کا یہ معمول رہا کہ ہر سال حج کے موقع پر حضرت اویسؒ سے ملاقات کرنے کی کوشش فرماتے رہے۔ یہ بھی مروی ہے کہ دعائے مغفرت کے بعد اویسؒ نے حضرت عمرؓ کے سامنے اس خواہش کا اظہار کیا کہ آپ میری شخصیت اور میرے حالات کو مخفی رکھیں۔ واپس جانے کی اجازت ان سے مانگ کر دنیا سے رخصت ہونے تک پوشیدہ رہے۔

دین خواہشات کی تکمیل کا نام نہیں

غور طلب اور نصیحت حاصل کرنے والی بات تمام مسلمانوں کیلئے یہی ہے کہ حضور صلی

اللہ علیہ وسلم نے فاروق اعظمؓ جیسے جلیل القدر صحابی کو اپنے حق میں اس مقدس ہستی سے دعا کروانے کی جو تلقین فرمائی یہ رتبہ اور مقام ان کو صرف اور صرف والدہ کی اطاعت، انبیاء کے سردار محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عشقِ صادق واطاعت کی بدولت حاصل ہوا۔ اویس قرنیؒ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت بابرکت تو نہ کر سکے مگر والدہ کی خبر گیری کے عوض دنیا ہی میں جو قابل رشک مقام ملا۔ اویس قرنی کا وہ عظیم اعزاز واکرام ہے جسکی تمنا وآرزو تو ہر مومن کی ہو سکتی ہے مگر یہ رتبہ ان خوش نصیبوں کو حاصل ہوتا ہے جنکا محکم عقیدہ یہ ہو کہ دین اپنے شوق اور خواہش کی تکمیل کا نام نہیں۔ بلکہ دین عبارت ہے اللہ تعالیٰ اور رسول کی اطاعت وفرمانبرداری کا۔ اطاعت کی راہ میں اگر اعلیٰ ترین شوق بھی رکاوٹ بنے تو اپنے شوق کو قربان کرنے ہی میں کامیابی اور سعادت مندی کا راز مضمر ہے۔ ہمیں بھی اس واقعہ کے سننے کے بعد اپنے روز وشب کے اعمال پر نظر ڈالنی ہے کہ والدین کی اطاعت اور فرمانبرداری کیلئے ہم نے بھی کبھی اپنے شوق وذوق کی قربانی دی ہے۔ یا قدم قدم پر والدین کی نافرمانی کے مرتکب ہو رہے ہیں جسکے وبال اور بربادی کا ظہور دنیوی زندگی سے شروع ہو جاتا ہے

تین مسافروں کی داستانِ عبرت

والدین کی خدمت اور فرمانبرداری صرف دنیا ہی میں رفع درجات کا ذریعہ نہیں بنتی بلکہ ان کی تابعداری کی وجہ سے رب العزت دنیا وآخرت کے مشکلات اور مصائب سے نجات دلا کر اطمینان وسکون کی زندگی میسر فرما دیتے ہیں۔ آپ کو معلوم ہے کہ آفات وپریشانیوں میں مبتلا انسان اگر اپنے اعمال کو اللہ کے حضور وسیلہ بنا کر اللہ تعالیٰ سے دعائیں مانگے تو حق تعالیٰ تکلیف ومشقت دور فرما دیتے ہیں۔ کرب وپریشانی میں مبتلا تین مسافروں کی داستان رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم نے موثر اور نصیحت اموز انداز میں ذکر فرمایا ہے۔ یہ واقعہ ہم جیسے گناہ گاروں کے لیے عبرت کی راہیں متعین کرنے کا بہت بڑا ذریعہ ہے۔ ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے:

وعن ابن عمرؓ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال بینما ثلثة نفریتما شون اخذھم المطر فما لوا الیٰ غار فی الجبل فانحطت علی فم غارھم صخرة من

الـجبـل فـاطبـقـت عـليهـم فـقال بعضهم لبعض انظروا اعمالاً عملتموها لله صـالـحة فـادعـوالـله بها لعله يفرجها فقال احدهم اللهم ' انه كان لی والدان شيـخـان كبيـران ولـی صبية صـغـارا رعـی عـليهم فاذا رحت عليهم فحلبت بـدأت بـوالـدی اسـقيهـمـا قبل ولدی وانه قدنأی بی الشجر فما اتيت حتی امسيـت فـوجـدتهما قدنا مافحلبت كما كنت احلب فجئت بالحلاب قمت عندرؤسهما اكره ان اوقظهما والصبية يتضاغون عند قدمی فلم يزل ذالک دابی ودأبهـم حتی طـلع الفجرفان كنت تعلم انی فعلت ذالک ابتغاء وجهک فافرج لنا فرجة نریٔ منها السماء ففرج الله لهم حتی يرون السماء الخ.

''حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ حضوراکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان کیا کہ تین آدمی ایک ساتھ کہیں جارہے تھے کہ سخت بارش نے گھیرلیا (وہ بارش سے بچنے کے لئے) ایک غار میں گھس گئے۔ اتنے میں پہاڑ سے ایک بڑا پتھر گرکر اس غار کے منہ پر آپڑا۔ ان تینوں پر باہر نکلنے کا راستہ بند ہوا۔ ایک دوسرے سے کہنے لگے۔ اب تم ان اعمال پر غور کرو جو تم نے خالص اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے کئے ہوں ان اعمال کو وسیلہ بنا کر اللہ تعالیٰ سے دعا مانگو شاید اللہ تعالیٰ ہماری نجات کے لئے راستہ نکال دے۔ ان میں سے ایک نے کہا: یا اللہ! میرے ماں باپ بہت بوڑھے تھے اور میرے چھوٹے چھوٹے بچے تھے، میں بکریاں چرایا کرتا تھا تاکہ (والدین اور بچوں کے معاش) کا انتظام کرسکوں، میں جب شام اپنے گھر والوں کے پاس آتا تو بکریوں کا دودھ نکالنے کے بعد (دودھ پلانے کی ابتداء) اپنے ماں باپ سے کرتا' یعنی اپنے بچوں کو بعد میں پلاتا، ایک دن اتفاق سے چراگاہ دور ہونے کی وجہ سے دیر ہوگئی اور میں شام تک گھر واپس نہ آسکا۔ (جب رات دیر سے آیا) تو میرے والدین سوئے ہوئے تھے۔ حسب معمول میں نے دودھ دوہا۔ دودھ سے برتن بھر کر ماں باپ کے پاس پہنچا' ان کے سرہانے (ان کے جاگنے کے انتظار میں) کھڑا ہوگیا۔ میں نے یہ مناسب نہ سمجھا کہ ان کو بیدار کروں' نہ یہ چاہا کہ والدین سے پہلے بچوں کو پلاؤں جبکہ بچے میرے قدموں کے پاس بھوک کی وجہ سے رو رو کر بلک رہے تھے۔ میں اور وہ اپنے اپنے حال پر قائم رہے' یہاں تک کہ صبح ہوگئی۔ (یعنی میں صبح تک دودھ کا برتن ہاتھ میں لے کر ماں باپ کے

جا گنے کا انتظار کرتا رہا۔ اور میرے بچے بھوک سے چیختے چلاتے رہے' اے اللہ! اگر تو جانتا ہے کہ میں نے یہ عمل خالص تیری رضا حاصل کرنے کے لئے کیا ہے تو اس عمل کے واسطے میرا سوال ہے کہ آپ ہمارے لئے غار اتنا کھول دے کہ اس کشادگی کے ذریعہ ہم آسمان دیکھ سکیں۔ چنانچہ رب العالمین نے پتھر کو اتنا ہٹا دیا کہ ان کو آسمان نظر آنے لگا۔ خلاصہ یہ کہ پھر دوسرے اور تیسرے شخص نے اپنے نیک اعمال کے واسطے سے دعائیں کیں اور چٹان مکمل طور پر غار کے منہ سے ہٹ کر ان کو نکلنے کا راستہ مل گیا۔

والدین جنت کے باعث بھی ہیں اور جہنم کے بھی

معزز حاضرین! جب غار کا منہ بند ہو گیا قبر کی طرح زندہ درگور ہو گئے ۔ ظاہری اسباب میں کوئی امداد کو پہنچے والا نہ تھا۔ آکسیجن جو کہ زندگی کو قائم و دائم رکھنے کا اہم ذریعہ ہے اسکا حصول بھی ناممکن ہو گیا۔ اس حالت میں ان تینوں کی بے بسی' بیچارگی' بے قراری اور اضطراب کا اندازہ کون کر سکتا ہے۔ موت بالکل آنکھوں کے سامنے کھڑی ہو گئی اس اندوہناک موقع پر انکی پریشانی کا ازالہ اگر ہو سکا تو اس وقت پورے عجز و انکساری سے رب کے حضور ہر ایک کا خالص اپنی نیکی کا واسطہ دے کر دربار الٰہی میں دعا کیلئے ہاتھ اٹھانا کارگر ثابت ہوا۔ آپ حضرات نے سن لیا کہ ایک نے رات بھر والدین کی خدمت کو اپنے جگر کے ٹکڑوں' اولاد پر ترجیح دینے کا عمل پیش کیا۔ اسی عمل کی بدولت پہاڑ کا کچھ حصہ سرک کر تازہ ہوا کا جھونکا آنا شروع ہوا اور موت سے بچ کر زندگی کی امید پیدا ہوئی۔ کاش! اگر ہم بھی زندگی کی بھول بھلیوں اور مشین کی طرح مصروف دنیوی زندگی میں کسی وقت اپنے اپنے اعمال کا محاسبہ کر کے کچھ وقت اس غور و فکر کیلئے نکالتے کہ میرے اعمال میں کونسا ایسا عمل ہے جو پر خطر مواقع پر میری نجات کا وسیلہ بنے گا۔ تو دین کے اعتبار سے ہمارا نقشہ ہی بدل جاتا۔ نیز بوڑھے والدین کے چھوٹے سے چھوٹے آرزو کے مقابلہ میں ہم نے کبھی اپنی خواہش کی قربانی دی ہے۔ یا ان کی خواہش کو بڑھاپے کا اثر قرار دے کر ان کی طرف توجہ دینا ہی مناسب نہ سمجھا۔ جیسا کہ بعض بدقسمت لوگ والدین کے اس عمر میں فوراً کہہ دیتے ہیں کہ اب انکے دماغ نے کام کرنا ہی چھوڑ دیا ہے' انکی باتوں' مشوروں اور نصائح کی طرف توجہ دینا وقت کی

تضیع ہے جبکہ ایسے لوگ یہ بھول جاتے ہیں کہ ماں باپ کی اہمیت' اطاعت وعظمت شان اس بات کا تقاضا کررہا ہے کہ وہ ہمارے لئے جنت کی راہ بھی آسان فرماسکتے ہیں اور جہنم میں داخلہ کا سزاوار بھی ٹھہرا سکتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ اولاد پر ماں باپ کی رضامندی لازمی ہے کہ ہر قسم حالات اور مواقع پر انکی رضامندی کو ملحوظ خاطر رکھ کر جنت اور اللہ کی خوشنودی حاصل کی جائے۔

والدین راضی ہوں تو موت کے وقت کلمہ نصیب ہوگا

آپ حضرات اکثر علماء وخطباء سے سنتے چلے آرہے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جو شخص اپنے رزق میں فراخی اور عمر کی درازی کا خواہاں ہو' اسے اپنے رشتہ داروں کے ساتھ احسان اور بہتر سلوک کرنا چاہیے اور ظاہری بات ہے کہ رشتہ کے لحاظ سے ماں باپ کا درجہ سب رشتوں سے بلند ہے جن کی خدمت گزاری سے اللہ تعالیٰ ان کی عمر بڑھا دیتے ہیں' اور رزق کی تنگی سے اس دنیا میں محفوظ رہتا ہے۔ بزرگوں سے جو واقعات مروی ہیں ان سے یہی ثابت ہوتا ہے کہ جیسے والدین کی اطاعت کے ثمرات دنیا ہی میں ظاہر ہونے شروع ہوجاتے ہیں اسی طرح آج خطبہ کی ابتداء میں ذکر کردہ حدیث کا مفہوم بھی یہی ہے کہ جس شخص نے ان دونوں یا ایک مجازی پالنے والے کے ساتھ بدسلوکی کی تو اس کی تباہی و بربادی کا سلسلہ زندگی ہی میں خطرناک صورت میں ظہور پذیر ہوتا ہے۔ ایسا کون سا بدبخت مسلمان ہوگا جس کی خواہش یہ نہ ہو کہ اس دنیا سے رخصت ہوتے وقت اس کی زبان پر کلمہ شہادت رواں دواں ہو۔ لیکن اس نعمت کے حاصل ہونے کی راہ میں ایک بہت بڑی رکاوٹ والدہ کی نافرمانی بن سکتی ہے جو کہ خاتمہ باالایمان سے (خدانہ کرے) محرومی کا سبب اس دنیا ہی میں بن جاتی ہے۔

والدہ کے معاف کرنے سے حضرت علقمہؓ کو کلمہ نصیب ہوگیا

حضرت انسؓ راوی ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں ایک صحابی جس کا نام علقمہؓ تھا جو کہ صوم وصلوٰۃ' فرائض ونوافل کا پابند تھا۔ بیمار ہو کر حالت نزع میں مبتلا رہا۔ رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کو اطلاع ہوئی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی خبرگیری کے لئے حضرت علیؓ، حضرت بلالؓ، سلمانؓ وعمارؓ کو اس کے پاس بھیجا' چاروں صحابہؓ نے کلمہ شہادت پڑھانے کی

کوشش کی مگر کلمہ اس کی زبان پر جاری نہ ہوسکا۔ حضرت بلالؓ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کیفیت سے آگاہ کردیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی بوڑھی والدہ کو اپنے پاس بلالیا۔ ماں سے بیٹے کے اعمال و کردار کے بارے میں پوچھا۔ والدہ نے بیٹے کی نماز روزے اور صدقات کی بکثرت ادائیگی کا ذکر کیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے علقمہ کی ماں سے سوال فرمایا: کہ بیٹے کی بحیثیت والدہ تیرے ساتھ سلوک کیسا تھا؟ کہنے لگی یہ میری نافرمانی کرتا اور میرے مقابلہ میں اپنی بیوی کو ترجیح دیتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ میں اس سے ناراض ہوں۔ والدہ کے ساتھ حسن سلوک نہ کرنے کا نتیجہ اس دنیا میں دیکھ لیں کہ کلمہ شہادت پڑھنے سے معذور ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جو ماں باپ کے کروڑوں محبتوں سے زیادہ اپنے امتیوں پر مشفق و مہربان ہیں کیسے برداشت کرتے کہ ایک مسلمان کا خاتمہ بالا یمان نہ ہو جس کی پاداش میں جہنم جانا پڑے۔ والدہ کو بیٹے کی معافی پر آمادہ کرنے کے لئے بلالؓ کو حکم دیا کہ لکڑیاں جمع کرکے لے آؤ تا کہ اسکے بیٹے کو آگ میں ڈال کر جلایا جائے۔ ماں کی ممتا جاگ اٹھی، بے ساختہ گویا ہوئی۔ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے جگر کے ٹکڑے کو میرے سامنے آگ میں ڈالنا میرے لئے ناقابل برداشت ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کہ تیرا بیٹا تیری خفگی کی وجہ سے جس آگ یعنی جہنم کی طرف جارہا ہے وہ عذاب اس دنیا کی آگ کی تکلیف سے ہزارہا گنا زیادہ تکلیف دہ اور سخت ہے اگر تو پسند کرتی ہے کہ تیرا لخت جگر اس شدید عذاب سے بچ جائے تو اسے معافی دے دے ورنہ تیری رضامندی تک اس کے جن اعمال یعنی نماز، روزہ، صدقات کا آپ نے ذکر کیا، اس کیلئے بے فائدہ ہیں۔ ماں نے اللہ تعالیٰ اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو گواہ بنا کر بیٹے کی معافی کا اعلان کردیا۔ والدہ کا راضی ہونا تھا کہ علقمہ کی زبان پر کلمہ شہادۃ جاری ہو کر ایمان پر خاتمہ کی عظیم نعمت سے مالا مال ہوئے۔ اسی دن فوت ہو کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان پر جنازہ پڑھانے کے بعد ارشاد فرمایا: جو شخص اپنی بیوی کو اپنی والدہ پر ترجیح دیتا ہو اس پر اللہ تعالیٰ کی لعنت اور اس کے فرائض و نوافل قبول نہیں ہوتے۔

والدین کے نافرمان کی اولاد بھی نافرمان ہوگی

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اس تنبیہ کہ "ماں باپ کی نافرمانی کرنے والے کو سزا حق تعالیٰ زندگی ہی میں دینا شروع کر دیتا ہے" کا مشاہدہ دن رات ہم اپنے معاشرہ میں کر رہے ہیں کہ جس نے اپنے والدین کو تنگ کیا' ان کو حقیر سمجھا' اطاعت کے بجائے نافرمانی کا مظاہرہ کیا' مکافات عمل کے نتیجہ میں وہی بلکہ اس سے بدتر سلوک اس شخص کی اولاد اپنے والدین سے کرتی ہے' آپ حضرات نے کئی والدین کو اپنی اولاد کے ہاتھوں پہنچنے والی تکالیف اور غیر مناسب برتاؤ کی شکایات سنی ہوں گی۔ مگر تحقیق کرنے پر معلوم ہو جاتا ہے کہ انہی والدین نے اپنے والدین کے ساتھ وہی طرزِ عمل اختیار کیا تھا۔ جس کا مظاہرہ اب اس کے بچے ان کے ساتھ کر رہے ہیں۔

محترم ساتھیو! کئی ہفتوں سے والدین کے حقوق' ان کی ادائیگی پر ملنے والے انعامات اور نافرمانی کرنے والوں کے بدانجام کا ذکر کرتا رہا۔ انشاء اللہ آئندہ اولاد کے والدین پر ذمہ داریوں کے بیان کرنے کی کوشش کروں گا۔

رب کائنات مجھے اور آپ کو اسلامی تعلیمات پر عمل' والدین' عزیزوں' قرابت داروں' اور جملہ مسلمانوں کے حقوق کی ادائیگی کی توفیق نصیب فرماویں۔ آمین

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

☆☆☆☆☆☆

☆☆

تربیت اولاد اور اسوۂ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم

حمل ولادت' اذان اور نام رکھنے کے مراحل

نحمدہٗ و نصلی ونسلم علی رسولہ الکریم اما بعد: فاعوذ باللہ من الشیطان الرجیم بسم اللہ الرحمن الرحیم یاایھا الذین آمنوا قوا انفسکم واھلیکم نارا وقودھا الناس والحجارۃ علیھا ملائکۃ غلاظ شداد لایعصون اللہ ماامرھم ویفعلون مایؤمرون.

''اے مؤمنو! تم اپنے آپ کو اور اپنے گھر والوں کو اس آگ سے بچاؤ جسکا ایندھن انسان ہیں اور پتھر جس پر مضبوط دل والے فرشتے مقرر ہیں۔ جن کو اللہ تعالیٰ جو حکم فرماتے ہیں اسکی نافرمانی نہیں کرتے اور جو حکم دیا جائے اسے بجالاتے ہیں''

وعن ایوب بن موسیٰؒ عن ابیہ عن جدہ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال مانحل والد ولدہ من نحل افضل من ادب حسن (رواہ الترمذی والبیھقی)

''حضرت ایوبؒ اپنے باپ سے اور وہ اپنے دادا (ابن سعیدؓ) سے روایت کرتے ہیں کہ

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشادفرمایا: کسی باپ نے اپنی اولاد کواچھی تعلیم وتربیت سے بہتر کوئی تحفہ نہیں دیا۔

اولاد ثمرۃ القلب ہے

محترم ساتھیو! ہر مسلمان کے لئے اپنے تمام مال ومتاع' دنیاومافیھا میں سب سے عزیز ترین شے اس کی اولاد ہے، جس کو حدیث میں ''ثمرۃ القلب'' کہا گیا ہے۔ اصول اور قاعدہ دنیا میں یہی ہے کہ جو چیز انسان کو زیادہ محبوب وعزیز ہو، اسکی حفاظت اور رعایت کیلئے وہ تمام وسائل و ارباب اختیار کئے جاتے ہیں، جو اس کے قدرت میں ہوں' قرآن وحدیث کی روشنی میں اپنے اس قیمتی سرمایہ اور خزانہ کی حفاظت' تربیت والدین کی انسانی' شرعی' اخلاقی اور معاشرتی فرائض میں سے ہے' جن لوگوں نے قرآنی واسلامی تعلیمات کے حدود وقیود میں رہتے ہوئے اپنے جگر گوشوں کو پالا پوسا، وہ خود بھی نیک بخت ٹھہرے اور اولاد بھی صالح معاشرہ کے بہترین جزو قرار پائے اور تربیت اولاد کے سلسلہ میں اسلام کے معین کردہ خطوط اور احکامات سے روگردانی کرنے والوں کی نہ خود اپنی زندگی چین سے رہی اور نہ بچے راہ حق کو پاسکے۔

احکامات اسلام عین فطرت ہیں

اسلام ایک ایسا مذہب ہے کہ اس کے تمام احکامات فطرت کے عین مطابق' حق اور سچ پر مبنی ہیں' اس کے امت پر کروڑہا انعامات واحسانات ہیں' ان نعمتوں کے شمار کرنے میں اگر پوری زندگی صرف کی جائے' ان کا گننا انسانی بس میں نہیں، دیگر شعبہ ہائے زندگی کی طرح حسن معاشرہ کے کسی شعبہ کو مخفی نہیں رکھا۔ ان نوازشات میں ایک اہم لطف وکرم یہ ہے کہ اولاد سے متعلق اس دین متین میں پیدائش سے لے کر عہد طفولیت' شباب' شادی ودیگر معاملات کے بارہ میں شرعی احکامات پورے بسط وتفصیل سے راہنمائی کے لئے موجود ہیں اور یہی خصوصیت آپ اور ہمارے اس مذہب اسلام کی ہے' دنیا کے دیگر اقوام اور تہذیبوں کے علمبرداروں کے دعوے تو خوشنما' بلند و بالا ہیں' جبکہ تھوڑا سا ان کا قرب حاصل کرنے سے ایک صحیح العقیدہ مسلمان یہ کہنے پر مجبور ہو جاتا

ہے کہ جیسے ان کے تہذیب وتمدن میں والدین کے حقوق وفرائض برائے نام ہیں' یہی صورتحال اولاد کی تربیت کی ہے پورا ڈھانچہ اندر سے کھوکھلا اور کامیابی کی روشن منزل پانے سے یکسر خالی ہے۔صحیح العقیدہ مسلمان کی قید میں نے اس لئے ذکر کردی کہ ہم میں سے بعض سادہ لوح یا ایسے روشن خیال جو مادر پدر آزادی کے خواہاں ہوں مغرب کی تہذیب وتمدن کی بھول بھلیوں سے متاثر ہوکران کے معاشرہ کی خوبیوں کے گن گاتے تھکتے نہیں۔کاش ایسے نام کے مسلمان کو اپنے دین کی خوبیوں کا اگر صحیح اندازہ وعلم ہوتا جس میں بچوں کی تربیت' اخلاق وکردار کی درستگی الغرض قدم قدم پر راہنمائی کے اسرار ورموز موجود ہیں،تو کبھی کامل وجامع دین اسلام کے بارہ میں موجودہ ترقی یافتہ دور کے دوران تذبذب اوراحساس کمتری اورمرعوبیت کا شکار نہ ہوتے۔

تربیت اولاد اوراسوۂ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم

اسلام نے تربیت اورحسن کرداروا عمال کے ذیل میں ایسے قواعد واصول مقرر فرمائے جوعقیدہ واخلاقی اعتبار سے بچے کی تربیت کرنے میں موثر اور سنگ میل کی حیثیت رکھتے ہیں۔ دینی اعتبار سے اولاد کے حقوق اور ماں باپ کی ذمہ داریاں نبھانا،ان پر اسی طرح لازم ہیں جس طرح اولاد پر ماں باپ کے حقوق کی پاسداری اورادائیگی فرض ہے۔آیئے اب دیکھیں کہ بچہ کے اس عالم فانی میں آنے کے ساتھ والدین کو اولاد کا کون سا حق ادا کرنا ہے۔سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی حق کی ادائیگی کو عملی طور سے ادا فرما کر قیامت تک آنے والے ہر مسلمان کے لئے ایک بہترین نمونہ قائم فرمایا۔

حضرت حسن کے کان میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی اذان

عن ابی رافع قال رأیت رسول الله صلی الله علیه وسلم اذن فی اذن الحسن بن علی حین ولدته فاطمة بالصلوة (رواہ الترمذی و ابوداؤد)

''حضرت ابورافع ؓ سے روایت ہے کہ میں نے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ نے حسن بن علی کے کان میں اذان دی جبکہ حضرت فاطمہؓ سے ان کی ولادت ہوئی۔اور وہ اذان نماز کی

اذان کی طرح تھی“

اذان ام الصبیان کے مرض سے حفاظت کا ذریعہ

ایک اور موقع پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے نواسے حضرت حسنؓ بن علیؓ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت فرمارہے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس (مسلمان) کے ہاں کوئی بچہ پیدا ہوا اور اس شخص نے اسکے دائیں کان میں اذان اور بائیں کان میں اقامت کہی، تو یہ بچہ ام الصبیان (جیسے خطرناک بیماری) سے محفوظ رہیگا۔

بچے کے کان میں اذان کے فوائد

بچہ کے ابتدائی تعلیم وتربیت کے حق کا سلسلہ نہ صرف یہاں بلکہ حمل کے زمانہ سے شروع ہوجاتا ہے، جس کا ذکر انشاء اللہ بعد میں کررہا ہوں، بات ہورہی تھی دائیں بائیں کان میں اذان وتکبیر کہنے کی تو علماء نے اس کے کئی فوائد ذکر کئے ہیں، اس میں راز یہ ہے کہ اسی انسان کے اس عالم میں آنے کے بعد سب سے پہلی آواز ایسے مبارک کلمات کی پڑے جو باری تعالیٰ کی عظمت پر دلالت کرتے ہوں۔ وحدہ لاشریک کے اقرار اور غیر اللہ کی نفی ہو، یہی وہ کلمات ہیں جس کے اقرار وتصدیق سے انسان خالق ومالک حقیقی کے دائرہ عبدیت میں داخل ہوتا ہے۔ ایک قسم کی تلقین ہے۔ جیسے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد مبارکہ کے مطابق قریب المرگ فرد کو کلمہ توحید کی تلقین کی جاتی ہے، اگر چہ جب بچہ کے تو الد کے فوراً بعد اور مرنے والے شخص کے حالات کے پیش نظر وہ ان کلمات کے اثرات کو نہیں سمجھتا مگر اس کے باوجود اس اذان وکلمہ شہادت کا اثر دل پر ضرور پڑجاتا ہے۔

اذان کی آواز سے شیطان فرار

بچے کے کان میں اذان واقامت کا ایک بہترین فائدہ بقول بزرگوں کے یہ بھی ہے کہ ان اذانی جملوں کے سننے سے شیطان دور بھاگ جاتا ہے، اسی مجلس میں دینی کتب پڑھنے

والے طلباء بھی موجود ہیں۔ کتب احادیث میں باب الاذان میں انہوں نے اذان کے بلند آواز سے پڑھنے اور خاصیات کے ضمن میں پڑھا ہے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

عن ابی ہریرۃؓ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال اذا نودی باالصلوٰۃ ادبر الشیطان ولہ ضراط حتی لایسمع التأذین فاذا قضی النداء اقبل حتی اذا قضی التثویب اقبل حتی یخطر بین المرء ونفسہ ویقول اذکر کذا اذکر کذا لمالم یکن یذکر حتی یظل الرجل ان لایدری کم صلی۔

''حضرت ابو ہریرہؓ حضورؐ سے نقل فرمارہے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب نماز کیلئے اذان شروع کی جائے تو شیطان پیٹھ پھیر کر بھاگتا ہے۔ (اس حال میں) کہ اس سے ہوا آواز کے ساتھ خارج ہوتی ہے۔ (وہاں تک دوڑتا ہے) کہ اسے اذان کی آواز سنائی نہ دے جب اذان ختم ہوتی ہے پھر واپس آجاتا ہے جب نماز کے لئے اقامت کہی جائے پھر دوڑتا ہے' حتیٰ کہ اقامت ختم ہوجائے پھر واپس اس کے پاس آجاتا ہے۔ یہاں تک کہ آدمی (نمازی) کے دل میں خیالات پیدا کرتا ہے اور کہتا ہے کہ فلاں بات یاد کر فلاں بات یاد کر جو اسے یاد نہیں ہوتی یہاں تک کہ آدمی یہ بھی بھول جاتا ہے کہ اس نے کتنی نماز پڑھی ہے۔

آپ کو علم ہے کہ مالک کائنات نے ہر شی کے خواص وآثار مقرر فرمائے ہیں اسی قاعدہ کے مطابق اللہ جل جلالہ نے اذان واقامت میں یہ تاثیر ودیعت فرمائی کہ اس سے شیطان گھبرا کر دور بھاگ جاتا ہے' جس فطرتِ سلیمہ پر اللہ تعالیٰ نے انسانوں کو پیدا کیا ہے' پیدائش کے ساتھ ہی یہ بدبخت اس نومولود کو اس پختہ عقیدہ سے روکنے کی ناکام کوشش کرتا ہے۔ جب یہ مبارک کلمات بچے کے کان میں واقع ہونے شروع ہوجاتے ہیں' یہ وہاں سے ڈر کر جس حد تک اذان کی آواز پہنچے بھاگ جاتا ہے۔

اذان جنات سے حفاظت کا وسیلہ

اگرچہ اس حدیث میں نماز کے لئے اذان کا ذکر ہے، مگر ان کلمات کا اثر جیسے کہ میں

نے پہلے بھی عرض کردیا ہے ہر جگہ ان کے پڑھنے سے اس کے اثرات وہی نمودار ہوں گے۔اسی وجہ سے علماء نے فرمایا ہے جس گھر میں جنات کا اثر ہو وہاں کثرت سے اذان دینا وہاں سے جنات کے بھاگنے کا ذریعہ ہے۔شیطان کو رب العالمین نے اپنے دربار سے ملعون ومردود قرار دے کر جنت سے نکلنے کا حکم دیا اس نے تو قسم اٹھا کر کہا کہ میں مسلمان کو راہ حق سے ہٹانے کے لئے اس پر دائیں بائیں آگے پیچھے سے حملہ کر کے اس کو گمراہ کرنے کا کوئی موقع ہاتھ سے جانے نہ دوں گا۔ اسی دھمکی اور چیلنج کے پیش نظر انسان کا یہ ازلی دشمن چار طرفہ حملہ آور رہتا ہے۔دشمنی کا یہ سلسلہ ولادت کے وقت سے شروع کر کے موت تک پیچھا نہیں چھوڑتا۔کوئی ایسا موقع نہیں آتا کہ انسان اس کے شر کے خطرہ سے محفوظ رہے۔اسی مکار وعیار دشمن کے ضرر سے بچنے کے لئے سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر موقع اور محل پر مختلف اذکار اور اوراد پڑھنے کی تلقین فرمائی۔جیسے بیت الخلاء میں داخل ہونے کے وقت کی دعا' بیت الخلاء سے فراغت کے موقع پر دعا۔کھانا شروع کرنے کے موقع پر بسم اللہ اور کھانے سے فارغ ہونے پر کلمات حمد وغیرہ۔گویا ایمان کی حفاظت اور شیطان کی خواہشات کی تکمیل سے نفس کو بچانا اسی سلسلہ کی کڑیاں ہیں۔

نطفہ سے شکم مادر تک

محترم حضرات! یہ تو بچہ کی پیدائش کے بعد والدین پر ایک ایسے حق کا ذکر تھا' جس پر عمل کرنے سے نومولود پر دینی اعتبار سے صحیح تربیت کے اثرات نمودار ہونے کا احتمال بلکہ عقیدہ اگر محکم وراسخ ہو یقینی ظاہر ہونا شروع ہو جاتا ہے لیکن اس سے پہلے بھی ایک عالم ہے جس میں یہی دنیا میں آنے والا یہ بچہ ایک ناپاک نطفہ سے ابتداء کر کے مختلف مراحل طے ہوتے ہوئے احسن تقویم کی شکل اختیار کر جاتا ہے وہ عالم اور مکان والدہ کا رحم اور پیٹ ہے اگر اسی حالت حمل کے دوران ہی سے اس حمل کی نشوونما میں شریعت کے مطابق احکامات کی رعایت رکھی جائے۔تو اسی ناپاک نطفہ سے پیدا ہونے والے مرد وزن میں سیرت وصورت کے کمالات' پاکبازی' دینداری اور شجاعت وبہادری جیسے اوصاف کی ابتداء شکم مادر ہی سے شروع ہو جاتی ہے۔

مواعظ وخطبات کی اثرانگیزی

انسانیت کی کردار سازی اور اخلاق واعمال کی درستگی کے لئے ہمارے صلحائے امت اصلاحی خطبات ومواعظ کے دوران جن واقعات اور قصص کا ذکر فرماتے ہیں وہ صرف قصے نہیں ہوتے بلکہ ہر واقعہ اپنے پیچھے عبرت ونصیحت کے ایک بیش بہا خزانے کی حیثیت سے عمل کرنے کی صورت میں کارگر اور صلاح ونجات کا باعث ہے'اس کا ادراک اس شخص کو ہوتا ہے جو واقعہ کی روح اور گہرائی تک پہنچنے کی کوشش ہے' یہی کیفیت حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیبؒ کے مواعظ حسنہ میں ذکروہ واقعات اور مثالوں میں بطریقہ اکمل موجود ہے۔ والدین خصوصا والدہ کے تربیت اولاد کے سلسلہ میں ایک ایسا نصیحت آموز واقعہ بیان فرمایا۔ جس پر غور کرنے سے انسان کی بند آنکھیں کھل جاتی ہیں کہ اگر حالتِ حمل ہی سے اولاد کے تربیت واصلاح کی نیت کرکے عمل کے میدان میں اپنی توانائی خرچ کرنا شروع کردیا جائے تو اپنے والد یا والدہ یا دونوں اللہ تعالیٰ کی نصرت شامل حال ہونے کے مستحق بن کر ایک صالح فرد پیدا کرنے کے لئے بنیاد یہاں سے شروع ہوجاتی ہے۔

حمل میں والدہ کا حزم واحتیاط کا ثمرہ

کابل کے والی امیر عبدالرحمٰن کے دادا بادشاہ دوست محمد نے ایک ملک کو فتح کرنے کیلئے لشکر اپنے بیٹے (جوان کا ولی عہد تھا) کے کمانڈ میں حملہ کرنے کے لئے بھیجا۔ دو تین دن گزرے تھے کسی نے خبر دی کہ شہزادہ شکست سے دوچار ہو کر واپس آرہا ہے' دشمن اس کے تعاقب میں ہے، یہ سن کر امیر دوست محمد خان انتہائی پریشانی اور بے چینی کا شکار ہوا۔ ایک طرف لوگوں کی شکست وملامت کی فکر، دوسرے طرف اپنے شہزادے بیٹے کی خیریت کا غم۔ فکرمندی کی وجہ بیوی نے پوچھی اس نے اس سے بیٹے کی شکست کا رونا رویا۔ سنتے ہی ملکہ یعنی شہزادے کی والدہ نے کہا! شکست کی اطلاع بالکل غلط اور جھوٹ پر مبنی ہے۔ امیر بیوی کے دعوے اور سادگی کے پیش نظر کہنے لگا مجھے باوثوق مخبروں اور ذرائع کے ذریعہ اطلاع ملی ہے کہ تیرا بیٹا شکست کھا چکا ہے، اس کے

باوجودتم اس موقف پرڈٹی ہو کہ میرا بیٹا جنگ سے فرار اختیار نہیں کرسکتا۔وہ پھر بھی نہ مانی۔بادشاہ سمجھا کہ عورت ذات ہے جب ایک غلط رائے پرڈٹ جاتی ہے اسے راہ راست پر لانا پھر کارے دارد۔محل سے باہر نکلا۔دوسرے دن نئی اطلاع آئی کہ شکست کی خبر حقیقت پرمبنی نہ تھی،شہزادہ فاتح وغالب بن کر فاتحانہ انداز میں آرہا ہے۔امیر دوست محمد خان نے اپنے بیوی سے اپنے دعویٰ کہ ''میرا بیٹا شکست نہیں کھاسکتا'' کی وجہ پوچھی،پہلے تو وہ مسلسل وجہ بتلانے سے گریزاں رہی،مگر خاوند کے مسلسل اصرار پر کہنے لگی!بادشاہ سلامت:اس شہزادے کی جب میرے رحم میں نطفہ کی شکل میں موجودگی کا مجھے علم ہوا اسی وقت سے میں نے رب کائنات سے وعدہ کرلیا کہ میں کوشش کروں گی کہ میرے پیٹ میں حرام تو کیا میں مشتبہ لقمہ کھانے سے بھی احتراز کروں گی۔تاکہ میرے کھانے والی غذا سے ایک صالح اوراعلیٰ خوبیوں والا بچہ پیدا ہو،نہ کہ حرام اورمشتبہ کھانے سے خراب طبیعت واخلاق رذیلہ پرمشتمل ایسا بچہ پیدا ہو جو نہ صرف والدین بلکہ تمام معاشرہ پر بوجھ بن جائے۔جنگ میں پیٹھ موڑ کر بھاگنا بہترین اخلاق میں سے نہیں اور میں بچے کے پیدا ہونے تک سخت احتیاط کرتی رہی کہ حرام لقمہ جس کی خاصیت اخلاق میں کجی اور خرابی پیدا کرتی ہے۔میرے بدن میں داخل نہ ہو مجھے اللہ تعالیٰ کی ذات پر یقین تھا کہ میرے اس محتاط عمل کے پیش نظر میرا بچہ کبھی شکست خوردہ ہو کر راہ فرار اختیار نہیں کرسکتا اور جب آپ نے شکست کی خبر دی میں نے یقین سے کہا کہ یہ خبر غلط ہے جو واقعۃً جھوٹی ثابت ہوئی۔

زمانہ حمل سے اولاد کی کردار سازی

امیر دوست محمد خان کی بیوی نے حرام وحلال کا احتیاط صرف زمانہ حمل میں نہ کیا بلکہ شہزادہ پیدا ہونے کے بعد خود جو غذا استعمال کرتی جس سے بچہ کے لئے دودھ کی صورت میں غذا پیدا ہوتی ہے۔اس پابندی کو ملحوظ خاطر رکھا کہ میرا خود حرام لقمہ کھا کر کہیں اس سے بننے والا دودھ بچے کی نشو ونما پر اثر انداز ہونے کے بعد اس کے اعمال واخلاق کی خرابی کا باعث نہ بنے حتیٰ کہ وضو اور دو رکعت پڑھنے کے بعد مدت رضاعت کے زمانے میں دودھ پلاتی رہی۔اس کا نتیجہ تھا کہ

ایک طرف حکومتی ذرائع ووسائل اوردوسرے طرف والدہ کی وہ اعلیٰ اورصالح تربیت جس کے بل بوتے والدہ نے اپنے قول کوسچا کر کے دکھایا اور حکومتی اطلاعات سب کو جھٹلایا۔اس واقعہ سے معلوم ہوا کہ اولاد کی کردار سازی کی رعایت اگر زمانہ حمل سے کی جائے۔ماں کے دل میں خوفِ خدا ہوتو اولاد کے اخلاق بھی شرعی احکامات کے مطابق ہوں گے'رہن سہن'اعلیٰ معاشرت حتیٰ کہ میدان جنگ میں کردار بھی ایک سچے مسلمان کی طرح ہوگا اور خدانہ کرے اگر والدین اسلام کے صفات عالیہ سے خالی ہوں تو پیدائش کے ساتھ ہی بچے میں ان کے برے اثرات پروان چڑھنا شروع ہوجائیں گے۔

عمدہ نام رکھنے کی اہمیت وفضیلت

مادر شکم اوراس کے بعد توالد کے موقع پر والدین پر دنیا میں نوزائیدہ بچہ کی تربیت کے ضمن میں جن بعض امور کا ذکر کرنا ممکن تھا ذکر کردیا۔اب ایک مرحلہ اس نووارد کے شناخت اورتعارف کا ہے جسے ہم لوگ اپنی زبان یا اصطلاح میں ''نام'' کہتے ہیں۔جس کے ذریعہ اس دنیا میں کروڑوں رہنے والوں کا ایک دوسرے سے امتیاز وفرق ہوتا ہے'ادیان باطلہ جس طرح اپنے ہر معاملہ میں مادر پدر آزادی کے علمبردار اور اپنے آپ کو کسی قید وشرط کے روادار نہیں سمجھتے یہی طریق کاران کی اولاد اگر وہ جائز ہو کے نام سے بھی روار کھتے ہیں۔نام رکھنے میں ہمیں دیکھنا ہے کہ آیا یہ نام انسانوں کا ہے یا جانوروں اور چوپایوں انسانیت کے ساتھ اس نام کا کوئی جوڑ ہے بھی کہ نہیں۔حسن وقبح کی رعایت کرنا تو دور کی بات ہے بس جو دل میں آیا خواہ خونخوار درندے' پرندے'چرندے کا نام ہو یا بالکل بے معنی اور لایعنی رکھ دیتے ہیں،اب اپنے یہاں بھی اسلام نے بچہ کے نام رکھنے کے لئے بھی خصوصی ہدایات دیئے۔کیونکہ یہ ایک حقیقت ہے کہ نام جسے عربی میں اسم کہا جاتا ہے' کا اپنے مسمی (جس پر نام رکھا جائے) میں اثر ہوتا ہے۔تجربہ سے ثابت ہے اگر بچہ پر نام مناسب اور بہتر رکھا جائے تو اس بچے کی نشو ونما اور اخلاق میں بھی اس نام کی مناسبت 'اچھائی اور بھلائی کا ظہور ہوگا۔اگر نام موذی جانور'فلمی اداکار'لہو ولعب وفضول کاموں میں نام و

شہرت پانے والے کا ہو تو بڑا ہو کر نام کے اثر سے اگر مکمل نہیں تو کچھ اثر نام کا ضرور ہو گا۔ گفتار و کردار بھی جو نام رکھا گیا ہو کم و بیش وہی ہو گا۔

برے نام کے برے اثرات

بد قسمتی سے آج مسلمانوں میں اچھے جاننے والے گھرانے بھی اپنے نومولود بچوں پر ایسے ایسے نام رکھ دیتے ہیں جن کو سن کر حسرت و حیرت سے آدمی دنگ رہتا ہے کسی نے بیٹے کا نام ''ٹامی'' رکھا ہے تو کسی نے ''ٹومی'' ناسمجھی یا لاپرواہی کی انتہا ہے کہ ''نعمان'' جو امام ابوحنیفہؒ جیسے عظیم امام و مجتہد کا اسم گرامی ہے۔ ان جیسے عظیم و بابرکت ذات کا نام اپنی اولاد پر رکھنا اپنے لئے رحمتوں و برکات کا سمندر اپنے گھر کھینچنا ہے۔ مگر یہاں بھی کئی دوستوں نے اس اعلیٰ نام کو صرف انگریزوں کے ناموں کے قافیہ سے ملانے کے لئے ''نومی'' کر دیا۔ اور پھر توقع یہ رکھنا کہ اس بچے میں اس عظیم شخصیت کے عادات پیدا ہوں گی۔ اس سے بڑی کج اور کم فہمی اور کیا ہو گی۔ برا نام رکھ کر اپنے بچوں کو برے اثرات سے بچانے کے لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

عن عبدالحمید بن جبیر بن شیبہ قال جلست الیٰ سعید بن المسیبؓ فحدثنی ان جدہ حزنا قدم علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال مااسمک قال اسمی حزن قال بل انت سھل قال ماانا بمغیر اسما سمانیہ ابی قال ابن المسیب فمازالت فینا الحزونۃ بعد (رواہ البخاری)

''حضرت عبدالحمید ابن جبیر ابن شیبہ سے مروی ہے کہ ایک دن حضرت سعید بن المسیب کی مجلس میں حاضر تھا کہ انہوں نے مجھے بیان فرمایا کہ ایک دفعہ ان کے دادا (جن کا نام حزن تھا) حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے' آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا تمہارا نام کیا ہے؟ انہوں نے کہا میرا نام حزن ہے (حزن عربی میں غم' فکر پریشانی اور سختی وغیرہ کو کہتے ہیں) حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ نام سن کر فرمایا: نہیں تمہارا نام سہل ہے۔ اس نے کہا میں وہ نام جو میرے باپ نے رکھا اسے تبدیل کرنا مناسب نہیں سمجھتا۔ ابن مسیبؓ کہتے ہیں (نام تبدیل نہ

کرنے کی وجہ سے)اسکے بعداسی لفظ''حزونۃ'' کا اثر ہم میں باقی رہا۔

اولیاءاورصلحاء کےناموں کی برکتیں

(یادرہے سھل حزن کے مقابلہ میں ہے جس کے معنی نرمی' آسانی اورفراخی وغیرہ ہیں)
میرے دادا نے انہیں کہا کہ میرے باپ نے جو نام رکھا ہے اب میں اس کو تبدیل نہیں کرسکتا۔حضرت سعیدؓ فرماتے ہیں کہ اس واقعہ سے اب تک ہماری خاندان میں مسلسل سختی' پریشانی' ترش روی کا سلسلہ موجود رہتا ہے۔اگر ہم اپنے گھروں میں اجتماعی وانفرادی غموم وھموم کی بار بار موجودگی پر کبھی غور کریں تو دیگر وجوہات کے علاوہ ایک اہم وجہ اور علت جس کی طرف اس حدیث سے اشارہ مل جاتا ہے کہ ماڈل اور فیشن ایبل بننے کی خواہش میں بچوں اور بچیوں پر بعض نام ایسے رکھ دیتے ہیں، جس سے لاڈلے پن اور نادیدگی کا اظہار تو ہوتا ہے مگر اس نام کے نقصان دہ اثرات سے بچنا یقینی نہیں۔

بامعنی اور باوقار نام رکھنا

نام ایسا ہو جو ذی معنی اور سننے والا قابل ستائش سمجھ کر اس نام کو صدق ایمان' سلامتی طبع اور تہذیب واخلاق کا شاہکار سمجھیں۔جس طرح بچہ ربچی کے عقیقہ کرنے کے سبب اللہ تعالیٰ اس نووارد کو مصائب وآلام سے محفوظ فرمادیتے ہیں اسی طرح انبیاء' صلحاء اولیاء کے نام رکھنے سے بھی ان ناموں کا اثر ان میں ظاہر ہوکر خوبیاں نمایاں طور پر نظر آنا شروع ہوجاتی ہیں۔ہم میں سے سادہ لوح اور احکام دینیہ کو حقیر ولایعنی سمجھنے والے افراد اپنے اولاد پر ایسا نام رکھنے کے خواہشمند ہوتے ہیں جو ان کی سرداری' چودھراہٹ' خان ازم' وڈیرہ شاہی کی علامات ہوں۔عمر بڑھنے کے ساتھ خاندانی اونچ نیچ کے خصائص خصوصاً ظلم وجبر' تکبر واتراہٹ ان کے خمیر میں شامل ہوکر پورے کنبہ کی دنیاوی واخروی تباہی کا باعث بن جاتے ہیں۔نماز کا وقت ہوچکا ہے' بات لمبی ہوگئی اولاد کا والدین پر حقوق کا کچھ حصہ انشاءاللہ آئندہ عرض کروں گا۔

رب کائنات ہم اور ہماری اولاد کو راہ راست پر چلانے کی توفیق نصیب فرماویں۔آمین

تربیت اولاد اور اسوۂ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم

اچھے نام رکھنا، تعلیم وتربیت، عقیقہ اور ختنہ کے فضائل، مسائل اور فلسفہ

نحمدہٗ و نصلی ونسلم علی رسوله الکریم اما بعد فاعوذ بالله من الشیطان الرجیم بسم الله الرحمن الرحیم یاایها الذین آمنوا قوا انفسکم واهلیکم نارا وقودها الناس والحجارة علیها ملائکة غلاظ شداد لایعصون الله ماامرهم ویفعلون مایؤمرون.

''اے مؤمنو! تم اپنے آپ کو اور اپنے گھر والوں کو اس آگ سے بچاؤ جسکا ایندھن انسان ہیں اور پتھر جس پر مضبوط دل والے فرشتے مقرر ہیں۔ جن کو اللہ جو حکم فرماتے ہیں اسکی نافرمانی نہیں کرتے اور جو حکم دیا جائے اسے بجالاتے ہیں''

ادب اولاد کیلئے عطیہ

وعن ایوب بن موسیٰؒ عن ابیه عن جده ان رسول الله صلی الله علیه وسلم قال مانحل والد ولده من نحل افضل من ادب حسن (رواه الترمذی والبیهقی)

''حضرت ایوبؒ اپنے باپ سے اور وہ اپنے دادا (ابن سعیدؓ) سے روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: کوئی باپ اپنی اولاد کو اچھی تعلیم وتربیت سے بہتر کوئی

عطیہ نہیں دے سکتا ہے''

ذکر کردہ آیت کریمہ اور حدیث مبارکہ کے ضمن میں گزشتہ جمعہ سے اولاد کے والدین پر جو حقوق شریعت مطہرہ نے لازم کیئے کا ذکر ہو رہا ہے۔ آخری بات یہ ہو رہی تھی والدین کو اپنے پیدا ہونے والے بچوں پر ایسے نام رکھنے چاہیے جو اللہ تعالیٰ اور اسکے پیغمبرؐ کے بتلائے ہوئے محبوب نام ہوں۔ جو ایسے معانی پر دلالت کریں' جس میں اسلام' ایمان' سلامتی طبع اور بہترین تہذیب واخلاق کی جھلک موجود ہو' ایسے نام نہ ہوں جن کے مفہوم فحاشی' بداخلاقی' سنگ دلی اور بے دینی وغیرہ پر دلالت کررہے ہوں۔ اسلام جو انسان کو اس کے نفس کو غرور وتکبر، ریاء نام ونمود اپنی ستائش وتعریف اور خودنمائی سے محفوظ رکھنے کی جس شدت سے قرآن وحدیث میں بار بار تلقین کی گئی ہے، اس کی مثال دنیا کے اور مذاہب میں کہیں نہیں ملتی۔

نام رکھنے میں حزم واحتیاط

یہاں تک کہ معلم اعظم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسے نام رکھنے سے منع فرمایا، جس میں اپنی تعریف کا پہلو نمایاں ہو ارشاد گرامی ہے:

وعن زینب بنت ابی سلمۃؓ قالت سمیت برہ فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لاتزکوا انفسکم اللہ اعلم باھل البرمنکم سموھا زینب (رواہ مسلم)

''حضرت زینب بنت ابی سلمہؓ فرماتی ہیں کہ میرا نام برّہ (نیکوکار) رکھا گیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کہ اپنے نفس کی تعریف نہ کرو، تم میں جو شخص نیکوکار ہے اسے اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے۔''

گویا ایسا نام رکھنے سے بھی منع فرمایا جس کے معنی سے انسان کے اپنی ذات کی تعریف ظاہر ہو کیونکہ گزشتہ جمعہ میں نے آپ کو عرض کیا تھا کہ نام کا اپنے مسمی میں تاثیر اکثر وبیشتر پائی جاتی ہے۔ ایسے نام رکھنے سے نفس میں بڑائی اور تکبر کے اثرات پیدا ہونے کے خطرات زیادہ موجود ہیں۔ باری تعالیٰ جس فرد میں عجز وانکساری اور تواضع ہو اسے اپنا محبوب گردانتا ہے اور جہاں غرور وتکبر آئے، اللہ اسے ذلیل وخوار کردیتا ہے۔

حضرت آدم وابلیس کا تقابل

سورۃ بقرہ میں آپ حضرات حضرت آدمؑ اور ابلیس لعین کا واقعہ سنتے رہتے ہیں حضرت آدمؑ نے عجز وانکساری کا اظہار کیا تو ابوالبشر اور کن کن القابات واعزازات سے نوازے گئے، ابلیس نے تکبر وغرور اور بڑائی کے دعوے کئے تو دربار الٰہی تعالیٰ اور اسکے رحمت جاودانی سے قیامت تک ذلت وخواری سے نکالے گئے، ناموں کے سلسلہ میں ہمارے ہاں اپنے عقل وتصور کے مطابق بے حد افراط وتفریط سے کام لیا جا رہا ہے، اگر بعض لوگ رعب ودبدبہ کے اظہار کیلئے اپنے بچوں پر قارون وھامان اور فرعون ونمرود جیسے ظالموں کے ناموں کو رکھنا پسند کرتے ہیں۔ تو ایسے سادہ لوح بھی ہیں جو اپنی سادگی، کم فہمی، کم علمی کی وجہ سے ایسے نام بچوں پر رکھتے یا اپنا لقب اختیار کر دیتے ہیں۔ جو اللہ کی نافرمانی اور دین کی مخالفت پر مبنی ہوں۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے غاصیہ کا نام جمیلہ رکھ دیا

بعض حضرات ایسے بھی ہیں جو اپنے خودساختہ بزرگی کی دھاک لوگوں میں قائم کرنے کیلئے اپنے لئے عجیب وغریب القاب مثلاً عاصی، آثم وغیرہ رکھنا پسند کر لیتے ہیں ایسے ناموں کو بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تبدیل کرنے کی ترغیب فرمائی۔ ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے:

وعن ابن عمرؓ ان بنتا کانت لعمرؓ یقال لها عاصیة فسمها رسول الله جمیلة (رواہ مسلم)

''حضرت ابن عمرؓ سے مروی ہے کہ حضرت عمر فاروقؓ کی ایک بیٹی تھی جس کو عاصیہ کے نام سے پکارا جاتا تھا۔ (عاصیہ کا معنی گناہ گار ہے) چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا نام جمیلہ رکھا۔

گویا جب نام ہی عاصیہ نافرمان اور گناہ گار رکھ دیا۔ تو انسان کے نام کا اس کی زندگی پر اثر انداز ہونے کی وجہ ایسے نام رکھنے کو بھی سرکار دو عالم نے عاصیہ یعنی نافرمان کے بجائے جمیلہ جس کا مفہوم خوبصورت ہے رکھ دیا۔

نام نہ بگاڑے جائیں

اسلام میں اچھے نام رکھنے اور برے القاب سے بچنے کی اس قدر اہمیت ہے کہ مالک

کائنات نے ارشاد فرمایا:

ولا تنا بزوا بالألقاب بئس الاسم الفسوق بعد الایمان (سورۃ الحجرات)

''ایک دوسرے کو برے ناموں اور القاب سے نہ پکارا کرو، فسق و فجور پر مشتمل نام ایمان لانے کے بعد گناہ کے زمرہ میں آتے ہے''

یعنی جس نام کو انسان اپنے لئے مذموم اور برا جانے، ایسے نام سے اس کو نہ پکارا جائے۔ آج کے روشن خیال اور فیشن زدہ معاشرہ میں بچے کو بچپن ہی سے ازراہ محبت ایسے ایسے ناموں سے یاد کیا جاتا ہے، جن کا بچے کے نفسیاتی بگاڑ اور معاشرتی بے راہ روی میں بڑھا حصہ ہوتا ہے۔ بچہ تو کیا کہ بالغ اور عقل و شعور سے مزین مرد و زن کو بھی اندھا' کانا' لولا' لنگڑا' یہودی' ہندو کافر اور عیسائی کے ناموں سے پکارنا اور یاد کرنا اس بگڑے معاشرہ کا حسین جزو بنادیا گیا ہے' حالانکہ اس قسم کے نام اور القاب اپنے اور دوسرے کے لئے ازراہ شریعت ممنوع قرار دیئے گئے ہیں۔ ہمارا آقا اور رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں اس بارہ میں کیا تعلیم دے رہے ہیں۔ کبھی ہم نے اس کے جاننے اور مامورات پر عمل اور منہیات سے بچنے کی کوشش کی ہے۔

بعض محبوب اور ناپسندیدہ نام

عن ابی وهب الجشمیؓ قال قال: رسول الله صلی الله علیه وسلم تسموا باسمآ الانبیاء واحب الاسماء الی الله عبدالله وعبدالرحمان واصدقها حارث و همام واقبحها حرب ومره (رواہ ابوداؤد)

''حضرت ابووهب جشمیؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: انبیاء کے نام پر اپنے نام رکھو اور اللہ تعالیٰ کے نزدیک بہترین نام عبداللہ وعبدالرحمٰن ہیں، نیز زیادہ صحیح اور حق پر مبنی نام حارث اور ھمام ہیں، اور سب سے برے نام حرب اور مرۃ ہیں۔''

یہاں حدیث شریف میں عبداللہ وعبدالرحمٰن نام رکھنے کی تلقین جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمائی اس کا یہ مطلب نہیں کہ یہی دو نام رکھنے جائز اور بہتر ہیں اللہ تعالیٰ کے اور اسماء

وصفات کا اپنے نام کے ساتھ ذکر جائز نہیں، بلکہ یہ دو نام بطور مثال ذکر فرمائے مقصد یہ کہ ہر وہ نام رکھنا باعث برکت و رحمت ہے۔ جس میں اللہ کے کسی صفت کی عبدیت اور بندگی و تابعداری کا اظہار ہو۔ جیسے عبدالخالق، عبدالمالک، عبدالرزاق، عبدالواسع، عبدالرحیم اور عبدالکریم وغیرہ۔

حارث وہمام اچھے نام، حرب ومرۃ برے نام

ذکر کردہ حدیث میں حارث وہمام کو اچھا نام قرار دینے کی وجہ یہ کہ اس نام اور لفظ کے معنی مقصد و ارادہ اور کسب و کمائی کے ہیں، اور مسلمان کے لئے یہ ضروری ہے کہ اس کا ظاہر و باطن ہر وقت نیکی پر عمل کرنے اور بدی کو ترک کرنے کے قصد و ارادہ سے معمور و منور ہو اور عبادات کی ادائیگی کے ساتھ ساتھ کسب و حلال کمائی کا طلبگار ہو۔ حرب اور مرہ ناموں کو قبیح فرمانے کے کئی وجوہات میں سے شاید یہ وجہ بھی ہو کہ حرب کے معنی لڑنا، جھگڑنا ہے۔ اسلام کی نظر میں یہ دونوں عمل قابل مدح نہیں ان کو برے عمل سے تعبیر کیا گیا۔ شریعت کا حکم تو یہ ہے

"انما المؤمنون اخوة فاصلحوا بين اخويكم" مسلمان آپس میں بھائی بھائی ہیں پس میل جول کرادو اپنے دو بھائیوں میں

یہاں تو دو بھائیوں کے درمیان لڑنے جھگڑنے کا تصور بھی نہیں۔ اسی طرح مرۃ تلخی اور کڑوے کو کہتے ہیں اور طبیعت کی تلخی جس مسلمان میں ہو وہ اسلامی معاشرہ میں بہترین ذکر سے یاد نہیں کیا جاتا۔ یہ والدین پر اولاد کا حق ہے کہ ولادت کے بعد انسان کی شناخت کا جو اہم ذریعہ اس کا نام ہے وہ ایسا رکھ دیں جو قرآن و پیغمبر کے احکامات سے متصادم نہ ہو۔ اسلام نے بیٹے اور بیٹی دونوں کو رحمت خداوندی قرار دے کر بیٹی کو بھی اپنی حکمت کے مطابق وہی سلوک کرنے کا حکم دیا جس کا بیٹا مستحق ہے۔ جس طرح بیٹوں کے نام انبیاؑ و صحابہ کرامؓ کے نام سے رکھنے سے باعث برکت ہوتے ہیں، اسی طرح بیٹیوں کے نام ازواج و مطہرات صحابیات کے ناموں سے رکھنے میں بھی بے انتہا برکات ہوتے ہیں، بدقسمتی سے مسلم معاشرہ سے تعلق رکھنے سے وہ مسلمان جو جدید ترقی یافتہ دور کے خرافات کے بھرپور لمحات سے استفادہ کے خواہشمند ہوتے ہیں کہ اپنی اولاد پر ایسا نام رکھنے سے بھی

احتراز نہیں کرتے، جسے سن کر یہ فرق بھی محسوس نہیں ہوتا کہ آیا یہ مسلم ہے یا غیر مسلم‘ مرد ہے یا عورت

تربیت یافتہ اولاد صدقہ جاریہ

محترم حاضرین! اب آپ خود اندازہ لگائیں اسلامی احکامات وتعلیمات کی باریک بینی بظاہر چھوٹے چھوٹے حکم معلوم ہونے والے مسائل میں مسلم قوم کی صلاح وفساد کے لئے کتنے راز پوشیدہ ہیں ۔ مادر پدر آزادی کے دلدادہ اور دین متین کی ہدایات کو معمولی اور ناقابل عمل سمجھنے والے کے سامنے اگر والدین پر اولاد کے اس حق کو کہ اپنے لاڈلے پر ایسا نام رکھا جائے جو لایعنی‘ بیہودگی‘ بدفالی پر مشتمل نہ ہو تو جیسے اور مسائل میں ان کا وطیرہ ہے کہ ملا یا مولوی تنگ نظر ہے، نام میں کیا رکھا ہے، دنیا کہاں سے کہاں پہنچی ۔ مولوی اور واعظ اسی محدود نظریات کے گرد گھوم رہا ہے۔ حالانکہ اس بدبخت وکم علم‘ وسعت نظر کے متوالے کو اندازہ نہیں کہ اس عالمگیر مذہب کے ایک ایک حکم پر عمل کرنے میں دنیا وآخرت میں فوز ونجات کے وہ بے شمار راز وفوائد پوشیدہ ہیں جس کا مقابلہ دنیا کا کوئی دوسرا مذہب اور نظریہ نہیں کر سکا۔

انہی ابتدائی مراحل سے بچوں کے سنوارنے اور بگاڑنے کا سلسلہ شروع ہو جاتا ہے۔ اگر یہاں سے اولاد کی تربیت کے دور میں شریعت کے بتائے ہوئے اصول واحکامات کو اپنے عقل ودانش کی کسوٹی پر پرکھنے کی بجائے سارے معاملات اللہ تعالیٰ کی حکمت پر چھوڑ کر اسی پر عمل کرنے والا بنے۔ تو یہی اولاد آگے چل کر والدین کی آنکھوں کی ٹھنڈک سرمایہ آخرت اور صدقات جاریہ میں سے بن جاتی ہے‘ بصورت دیگر غیر اسلامی وشرعی تربیت کے جرم میں والدین بھی یہ لخت جگر جب بڑے ہو کر جرائم گناہوں کا ارتکاب کریں، شریک جرم کی حیثیت سے جہنم کے ایندھن بننے کا مصداق بن کر واردجہنم ہوں گی ۔ جس سے بچنے اور بچانے کا حکم خطبہ کے ابتداء میں تلاوت کردہ آیت کریمہ میں ذات باری تعالیٰ نے فرمایا۔

عقیقہ کی حکمت‘ فضائل ومسائل اور فلسفہ

اللہ تعالیٰ کی لامتناہی انعامات میں سے ایک بہت بڑی نعمت اولاد کا حاصل ہونا ہے۔

اس نعمت کی قدر و قیمت کا اندازہ بے اولاد حضرات کی کیفیت سے بخوبی لگ سکتا ہے۔رب ذوالجلال کی طرف سے اس احسان وکرم کے موقع پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے والدین پر فدیہ اور شکرانہ ادا کرنے کو مشروع قرار دیا ہے۔جسے ہم اور آپ عقیقہ کہتے ہیں۔اکثر فقہاء کے نزدیک سنت اور امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک مستحب ہے۔یاد رہے یہ ان دوستوں کیلئے ہے جو صاحب استطاعت ہوں۔مناسب یہی ہے کہ عقیقہ کے دن ہی کوئی مناسب اور شرعی نام رکھا جائے۔بہترین وقت پیدائش کا ساتواں دن ،اگر نہ ہوسکے تو چودھواں یا پھر اکیسویں کو یہ ذمہ داری ادا کرکے اس عمل پر مقررہ ثواب انشاءاللہ حاصل کیا جاسکتا ہے۔حضورا کرم صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنا عمل عقیقہ کے سنت یا مستحب ہونے کی دلیل ہے

عن ابن عباسؓ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عق عن الحسن والحسین کبشا کبشا رواہ ابوداؤد و عند النسائی کبشین کبشین .

''حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ حضورا کرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت امام حسنؓ اور امام حسینؓ کے عقیقہ میں ایک ایک بکرا ذبح کیا۔'' اور امام نسائیؒ کے نزدیک دودو ۔ ابوداؤد میں ایک اور فرمان نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے:

قال من ولدله ولد فاحب ان ینسک عنه فلینسک عن الغلام شاتین وعن الجاریة شاة.

''حضور نے فرمایا: جس شخص کے ہاں لڑکا پیدا ہو اس کو چاہیے کہ لڑکے کی طرف سے دو بکریاں ذبح کرے اور لڑکی کی طرف سے ایک بکری۔''

بیشتر ائمہ کی رائے یہی ہے کہ لڑکا پیدا ہو تو دو بکرے یا بکریاں' لڑکی کی پیدائش پر ایک بکرا یا بکری ذبح کرنا چاہیے ۔ابن عباسؓ کی روایت میں ایک ایک بکرے کی علماء نے مختلف توجہات کی ہیں مگر اغلب یہی ہے کہ ایک ایک آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ذبح فرما کر ایک ایک حضرت علیؓ و حضرت فاطمہؓ کو ذبح کرنے کا حکم دیا۔الغرض اولاد کا یہ حق بھی ادا کرنا بے شمار برکات واجور کا ذریعہ ہے۔جن کا ذکر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات میں تفصیل سے موجود ہے

اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اس سنت کی ادائیگی بھی اسلام کے اس اعلیٰ وارفع ہدایت جس میں قرابت داروں اور دیگر حاجتمند مسلمانوں کو اپنی خوشی میں شریک کرنے کا حکم دیا گیا ہے' محبت و اتفاق کے قیام اور دنیوی وسائل سے محروم فقر و فاقہ کے شکار لوگوں کے مصائب میں کمی کا ذریعہ بنے گا۔ یہی وجہ ہے کہ عقیقہ کا گوشت فقراء میں بطور صدقہ تقسیم کرنا اور عزیزوں واحباب کو ہدیۃً دینا مسلمانوں کا آپس میں افتراق وانتشار اور بغض وعداوت کی جگہ اتحاد بین المسلمین کے اسباب میں سے ایک بہتر سبب بن سکتا ہے۔

ختنہ کے احکام ومسائل

اولاد کے حقوق میں سے اپنے اولیاء اور والدین پر یہ بھی حق ہے کہ بچے کی پیدائش کے چند دنوں بعد اس کا ختنہ کیا جائے امام ابو حنیفہؒ جن کے مسلک پر آپ اور ہم عمل پیرا ہیں، یہ عمل کروانا سنت ہے' شاید اسی وجہ سے ہمارے پٹھان علاقوں میں اس حق کی ادائیگی کا نام یہی ''سنت'' رکھا گیا ہے۔ ہم آپس میں کہتے ہیں کہ آج یا کل فلاں کے بچے کی ''سنت'' ہو رہی ہے۔ احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم نے کئی روایات میں باقاعدہ امت مسلمہ کے مردوں کو ختنہ کا حکم فرمایا۔

سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے کہ حضرت شداد بن اوس روایت کرتے ہیں میرے دادا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ میں اسلام لایا ہوں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: الق عنک الشعر واختتنی۔ حالت کفر کے سر کے بال مونڈ و اور ختنہ کرواؤ۔ ایک اور مقام پر ارشاد فرمایا:

عن ابی ھریرۃؓ الفطرۃ خمس الختان والاستحداد وقص الشارب وتقلیم الاظفار ونتف الابط (رواہ بخاری و مسلم)

''حضرت ابو ہریرہؓ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی روایت کر رہے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کہ پانچ چیزیں فطرت میں داخل ہیں ایک تو ختنہ کروانا' دوم ناف سے نیچے بالوں کو لوہے

یعنی بلیڈ یا استرا وغیرہ سے صاف کرنا' سوم مونچھ کتروانا' چہارم ناخن کاٹنا' پنجم بغل سے بال ہٹانا۔

فطرت کی تشریح

فطرت سے مراد یہ کہ مذکورہ امور تمام انبیاء کے ادیان میں مشروع و مسنون تھے' حضور کے بعثت سے قبل تمام گزری ہوئی شریعتوں میں اہم مذہب ابراہیمؑ کا بھی تھا جس کی اتباع کی رب العالمین نے حکم دیتے ہوئے فرمایا:

ثم اوحینا الیک ان ا تبع ملة ابراهیم حنیفا (سورة نحل)

''پھر ہم نے حکم دیا کہ دین ابراہیم پر چلیں جو کہ سب سے ایک طرف تھا'' یعنی تمام مخلوقات سے الگ ہو کر صرف رب العالمین جل جلالہ کا دروازہ پکڑ لیا جس کے قبضہ میں تمام کائنات ہیں۔ جب دین ابراہیمی کو لازم العمل قرار دیا گیا تو ملت اسلامی کے ہر فرد پر دین ابراہیمیؑ پر چلنا ہے بعض روایات میں ہے کہ حضرت ابراہیمؑ پہلے وہ فرد تھے جس نے ختنہ کیا اور ان کے بعد یہی عمل تمام انبیاءؑ کے امتوں میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری تک جاری رہا۔

حضرت ابراہیمؑ سب سے پہلے ختنہ والے انسان

جناب یحییٰ بن سعیدؒ سے روایت ہے کہ

وعن یحییٰ بن سعیدؓ انه سمع سعید بن المسیبؓ یقول کان ابراهیم خلیل الرحمن اول الناس ضیف الضیف واول الناس اختتن واول الناس قص شاربه واول الناس رأی الشیب فقال یا رب ما هذا قال الرب تبارک وتعالیٰ وقاریا ابراهیم قال رب ذدنی وقارا.

''یحییٰ بن سعیدؒ سے مروی ہے کہ انہوں نے حضرت سعید ابن میسبؒ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ حضرت ابراہیمؑ جو رحمان کے دوست تھے۔ سب سے پہلے انسان ہیں، جنہوں نے مہمان کی مہمان نوازی کی اور وہ سب سے پہلے انسان ہیں، جنہوں نے ختنہ کیا وہ سب سے پہلے انسان ہیں، جنہوں نے اپنی مونچھیں کتریں اور وہ سب سے پہلے انسان ہیں جنہوں نے بڑھاپا (یعنی سفید

بال) دیکھے تو سوال کیا میرے پروردگار یہ کیا ہے۔ پروردگار نے فرمایا کہ ابراہیمؑ یہ وقار وعظمت ہے حضرت ابراہیمؑ نے عرض کیا اے رب اس نعمتِ عظمت ووقار میں اضافہ فرما۔

اگرچہ اس ذکر کردہ حدیث میں چند ایسی باتوں کا ذکر ہوا۔ جن کا آج کے بیان کرنے والے موضوع سے تعلق نہیں ان امور کی تفصیل انشاء اللہ کسی اور موقع پر کروں گا۔ یہاں غرض یہ کہ ختنہ کی ابتداء ابراہیمؑ نے فرمائی چنانچہ حضرت ابو ہریرہؓ کی روایت کے مطابق حضرت ابراہیمؑ کی عمر اسّی (۸۰) سال تھی کہ انہوں نے ختنہ کیا۔ تو اسی سنت ابراہیمی پر عمل کر کے قیامت تک وجود میں آنے والے ہر مسلمان پر ختنہ کرنا سنت ہے۔ دراصل یہ ختنہ شعائر اسلام اور مسلمان اور کافر کے درمیان مابہ الامتیاز کی حیثیت رکھتا ہے۔ مسلمان مختون اور غیر مسلم غیر مختون ہوتا ہے۔ ختنہ میں دینی مصلحتوں اور حکمتوں کے ساتھ ساتھ بے شمار جسمانی فوائد ہیں، جنہیں علماء و ماہرین طب نے مختلف کتب میں ذکر کیا۔

ختنے کا وقت

مناسب یہی ہے کہ بچے کا ختنہ اس عمر میں کیا جائے کہ جب وہ حد شعور تک نہ پہنچے اسے یہ فکر اور پریشانی نہ ہو کہ میں ابھی تک غیر مختون ہوں اور اب اس بڑے عمر میں ختنہ کروانا ہے۔ علماء نے لکھا ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حسنؓ و حسینؓ کا عقیقہ و ختنہ پیدائش کے ساتویں دن کر دیا۔

محترم حاضرین! اولاد کا واقعی آنکھوں کا نور دل کا سرور اور مسلم معاشرہ کا باکردار اخلاق حسنہ سے مالا مال اور مسلم سوسائٹی کا حقیقی فرد بننے کے لئے والدین کی بعض ایسی ذمہ داریاں ہیں۔ جن کا ذکر آج وقت کی کمی کے باعث نہ ہوسکا۔ اللہ نے چاہا اور زندگی رہی تو ان اہم وکلیدی حقوق جو والدین پر اولاد کی تربیت کے سلسلہ میں لازمی ہیں۔ آئندہ بیان کرنے کی کوشش کروں گا۔

مالک کائنات مجھے اور آپ سب کو راہ حق پر چلنے اور اولاد کو صراط مستقیم پر چلانے کی ہمت اور توفیق سے مالا مال فرمادیں۔ آمین

بچوں اور بہنوں پر شفقت

نحمدہٗ و نصلی علی رسولہ الکریم اما بعد: فاعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم بسم اللہ الرحمن الرحیم. یاایھا الذین آمنوا قوا انفسکم واھلیکم نارًا وقودھا الناس والحجارۃ علیھا ملائکۃ غلاظ شداد لایعصون اللہ ماامرھم ویفعلون مایؤمرون☆

''اے مؤمنو! تم اپنے آپ کو اور اپنے گھروالوں کو اس آگ سے بچاؤ جس کا ایندھن انسان ہیں اور پتھر ہیں جس پر مضبوط دل والے فرشتے مقرر ہیں جن کو اللہ جو حکم فرماتے ہیں اس کی نافرمانی نہیں کرتے اور جو حکم دیا جائے اسے بجالاتے ہیں''

وعن ابن عباسؓ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: لیس منا من لم یرحم صغیرنا ولم یؤقر کبیرنا ویأمر باالمعروف وینہ عن المنکر(ترمذی)

''حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: وہ شخص ہماری تابعداری کرنے والوں میں نہیں جو ہمارے چھوٹوں پر رحم و شفقت نہ کرے اور ہمارے بڑوں کا احترام نہ کریں۔ (لوگوں کو) نیکی اور بھلائی کا حکم نہ دے اور بدی اور برائی سے بچنے کی تلقین نہ کرے''

رب رحیم ورحمٰن کی عنایتیں

اللہ تعالیٰ کے ننانوے صفات عالیہ میں سے دوصفات جو کہ رحمان ورحیم ہیں جس کے معنی شفقت ومہربانی کے ہیں۔ذات باری کی صفت رحمت سے نہ صرف مسلمان بلکہ کفار حتیٰ کہ حیوانات کی تمام اقسام وانواع بھی فیض یاب ہورہے ہیں' ہر رزق کے متلاشی کو اس کی مناسبت سے رزق کا بندوبست فرما کر اعلان عام ہے کہ میرے رحیم ہونے کا یہ مقصد نہیں کہ میرا رحیم و مہربان ہونا مخلوق کی کسی خاص نوع اور جنس کے ساتھ مخصوص ہے بلکہ سمندر کی تہہ میں رہنے والے حیوانات' نالیوں میں پیدا ہونے والے کیڑے' سوراخوں سے نکلنے والی چیونٹیاں' جنگلات اور آبادیوں میں بسنے والے جانور حتیٰ کہ تمام ذی روح مخلوق کی زندگیاں اللہ تعالیٰ کی اس صفت رحمت کی مرہون منت ہیں' اگر ایک انتہائی مختصر وقت کے لئے رب کائنات اپنی رحمت وشفقت کے دائرہ سے کسی مخلوق کو نکال دے تو پھر اس کائنات کے وسیع وعریض حصہ میں اس کا جینا ناممکن ہوجاتا ہے۔

مخلوقات میں رحمت رب کی جھلکیاں

اپنے اس عظیم صفت رحمت کا کچھ حصہ رب العالمین نے اپنی مخلوقات کی فطرت اور طبیعت میں پیدا کردیا۔اسی کا اثر اور نتیجہ ہے کہ ایسے حیوانات جو عقل کی نعمت سے محروم ہیں ان میں بھی اپنے بچوں کے لئے شفقت ہی کی وجہ سے ایک گائے اور بھینس سے اس کا بچہ اگر چند لمحات کے لئے جدا کردیں تو وہ اپنے اپنے انداز میں چیخ وپکار شروع کرکے تڑپتے ہیں۔بلّی سے اگر اس کے بچے جدا کرنے کی کوشش کی جائے تو وہ اپنے بچوں کی حفاظت کی خاطر بچے لے جانے والے پر حملہ آور ہونے سے بھی دریغ نہیں کرتی۔یہی حالت تمام مخلوقات کی ہے۔اپنی مخصوص اداؤں سے تمام ذی روح مخلوق کی رحمت وشفقت کا مظاہرہ آپ دیکھتے رہتے ہیں۔

اولاد سے شفقت کا معاملہ

انسان جو کہ اشرف المخلوقات' علم وشعور کی نعمت سے مالا مال ہے،جس کی وجہ سے محبت وشفقت کا اظہار اور موجودگی اس کا ملی فریضہ ہے' جہاں اسی انسان کو مختلف ذی روح مخلوقات سے

رحم ومہربانی کے معاملہ کاشریعت نے پابند کردیا ہے۔وہاں اس کی اپنی اولاد کا یہ حق والدین پر اور مخلوق کے مقابلہ میں بہت زیادہ ہے کہ ان کے ساتھ رحم' مہربانی اور شفقت کا معاملہ کیا جائے۔آپ حضرات نے خطبہ کے ابتداء میں حدیث طیبہ سن لی ہے' جس کا مفہوم یہ ہے کہ جو ہمارے چھوٹوں پر رحم اور بڑوں کی عزت وتوقیر نہ کریں وہ ہم میں شامل ہی نہیں۔گویا ان پر رحم کرنا مسلمان ہونے کی نشانی ہے۔

تجربات سے یہ بات ثابت ہے کہ جن بچوں کے ساتھ ان کے سرپرست شفقت ومحبت کی جگہ بلاوجہ سختی اور شقاوت کا معاملہ اختیار کر لیتے ہیں' آئے روز آپ اس قسم کے رویہ اپنانے کے نتائج معاشرہ میں دیکھ رہے ہیں کہ اصلاح کی بجائے پھر بچوں میں سرکشی' نافرمانی' بے راہ روی اور بے دینی جیسے اوصاف مذمومہ کا شکار ہو کر بمع والدین جہنم کا ایندھن بن جاتے ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوہ کو سامنے رکھ کر غور کرنے سے معلوم ہو جاتا ہے کہ اس پوری کائنات میں اللہ جل شانہ کے بعد بزرگ وبرتر ہستی رحمت عالم انسانوں میں ہر کسی سے زیادہ مخلوق پر مہربان سید الکونین صلی اللہ علیہ وسلم اپنی اولاد اور عام بچوں کے ساتھ کس قدر محبت وشفقت کا سلوک فرماتے تھے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا حضرت فاطمہؓ سے شفقت کا معاملہ

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا عمل اپنی اولاد کے ساتھ تو یہ ہے:

وعن عائشةؓ قالت ما رأيت احداكان اشبه سمتاوهديا وفی رواية حديثاً وكلاما برسول الله صلی الله عليه وسلم من فاطمة كانت اذا دخلت عليه قام اليها فاخذ بيدها فقبلها واجلسها فی مجلسه وكان اذا دخل عليها قامت اليه فأخذت بيده فقبلته واجلسته فی مجلسها (ابو داؤد)

''حضرت عائشہؓ سے مروی ہے کہ میں طور طریقہ' عادات وروش، نیک خصلتی اور ایک روایت میں ہے کہ بات چیت اور باتوں میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی مشابہت فاطمہؓ سے زیادہ کسی اور میں نہیں دیکھی (یعنی حضرت فاطمہؓ مذکورہ امور میں اپنے باپ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے بہت زیادہ مشابہ تھی) حضرت فاطمہؓ سرکار دوعالم کے پاس حاضر ہوتیں تو (از راہ محبت ورحمت) آپ صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے

ہو جاتے ان کی طرف متوجہ ہوکر انکا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے کر ان کو بوسہ دیتے (پیشانی کے درمیان میں چومتے) پھر ان کو اپنی مسند پر بٹھا دیتے۔اسی طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب فاطمہؓ کے ہاں تشریف لے جاتے تو وہ آپ کو دیکھ کر کھڑی ہو جاتیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لیتیں پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو چومتیں اور اپنی جگہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بٹھا دیتیں۔

شفقت ومحبت میں بیٹے بیٹیاں برابر ہیں

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اس سلوک سے ثابت ہوجاتا ہے کہ اسلام میں اولاد کی شفقت ومحبت کے سلسلہ میں بیٹے اور بیٹی کے درمیان کوئی فرق نہیں۔جس نرمی، محبت اور شفقت کا بیٹا مستحق ہے وہی سلوک ورویہ بیٹی سے بھی اختیار کرنا ہے۔بعض دین سے ناواقف، خودساختہ رسم و رواج کی قیدوبند میں جکڑے ہوئے لوگ بیٹے کو اپنا قیمتی سرمایہ سمجھ کر بیٹی کے ساتھ حقارت کا معاملہ اختیار کرکے اپنی دنیا وآخرت کو خراب کردیتے ہیں، پھر ہمیشہ ان بیچاروں کے ساتھ زرخرید گائے، بھینسوں کا سلوک ہوکر ان کو جیتے جی ظلم وجبر کی دنیا میں جھونک دیا جاتا ہے۔یہ افراط وتفریط کا معاملہ بعض مسلمانوں کا اپنا خودساختہ عمل ہے، دین متین کے احکامات تو اس قدر واضح وعادلانہ ہیں کہ اس پر عمل کرنے سے نہ کسی پر زیادتی ہونے کا تصور ہے اور نہ کسی کی حق تلفی کا خوف۔۔۔۔

بہرحال بات ہورہی تھی بچوں اور اولاد کے ساتھ مشفقانہ اور نرمی پر مشتمل سلوک کا تو والدین اپنے جگر کے ٹکڑوں کے ساتھ اگر محبت وشفقت سے پیش آئیں گے تو یہی اولاد جب بلوغ کو پہونچ جائے گی تو والدین کے حقوق بھی ادا کرنے کی پابندی کریں گے۔اگر بچپن ہی سے پرورش کرنے والوں کا رویہ جاہلانہ وعامیانہ، محبت کی جگہ نفرت، مہربانی کی بجائے اذیت کا ہو تو بڑے ہوکر بچے بھی والدین کی حقوق کی ادائیگی کی پرواہ نہیں کریں گے۔

اولاد پر شفقت نہ کرنے والے بدبخت ہیں

محسن انسانیت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے قول وعمل سے بچوں کے حقوق واضح کرکے دنیا پر ثابت کردیا کہ بچوں سے کیسے محبت کی جاتی ہے، بچوں پر رحم نہ کرنے والوں کے بارہ میں حضور کا ارشاد ہے:

عن ابی ھریرۃؓ قال قبّل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الحسن بن علی وعندہ الاقرع بن حابس فقال الاقرع ان لی عشرۃ من الولد ماقبّلت عنھم احداً فنظر الیہ رسول اللہ ثم قال من لایرحم لایرحم (بخاری ومسلم)

''حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ ایک دن حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علیؓ کے بیٹے حضرت حسنؓ کو چوما' ایک صحابی اقرع بن حابسؓ جو اس وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مجلس میں موجود تھے' نے کہا میرے تو دس بچے ہیں اور میں نے ان میں سے کسی کا کبھی بوسہ نہیں لیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سن کر فرمایا: کہ جو شخص (اوروں) پر رحم نہیں کرتا اس پر رحم نہیں کیا جاتا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مخلوق خدا سے محبت نہ کرنے والوں کے بارہ میں کتنی سخت وعید فرمائی کہ ایسا شخص جو اللہ تعالیٰ کی مخلوق بالخصوص اولاد سے رحم وکرم کا معاملہ نہ کرے اس کا نام بدبختوں کے فہرست میں شامل ہوتا ہے۔

عن ابی ھریرۃؓ قال سمعت اباالقاسم الصادق المصدوق صلی اللہ علیہ وسلم یقول لاتنزع الرحمۃ الامن شقی (ترمذی)

''حضرت ابو ہریرہؓ روایت کررہے ہیں کہ میں نے ابوالقاسم صلی اللہ علیہ وسلم کو جو صادق ومصدوق ہیں کو یہ فرماتے ہوئے سنا: کہ رحمت یعنی اللہ تعالیٰ کے مخلوق پر رحم ومحبت کا جذبہ کسی کے دل سے نکالا نہیں جاتا۔ ماسوائے بدبخت کے کہ اس کا دل اس جذبہ سے خالی کردیا جاتا ہے۔''

خلاصہ یہ کہ جس انسان کا دل دوسرے پر مہربانی اور شفقت سے بالکل عاری وخالی ہو' فسق وفجور کی وجہ سے اس کا دل پتھر کی طرح سخت ہو کر وہ انسانی جذبہ جو اللہ جل جلالہ نے ہر انسان کی فطرت میں رکھا ہوا ہے' وہ جذبہ بھی ختم ہوجاتا ہے' وہی والد ومربی اپنی اولاد کے لئے مشفق ومہربان باپ کی بجائے ایک خطرناک درندے کی صورت اختیار کرے تو اولاد اس سے مل کر خوش ہونے کی بجائے اس سے دور بھاگنے کی کوشش کرتے ہیں' جیسا سلوک ہوگا ویسا ہی اس کا ردعمل اور نتیجہ' جب دل سے رحمت کا مادہ ہی ختم ہوا تو ایسے بدبخت سے رحم کی توقع بھی عبث ہے'

جب اولاد سے رحمت کا رشتہ ختم ہوجائے

یہی رحمت وشفقت کا جذبہ جب جہلائے عرب میں ختم ہوا، خونخوار جانور سے بھی بدتر مقام

پر پہنچ کر بیٹوں کو اس خوف سے قتل کرنے لگے کہ انکو رزق دے کر فقر و فاقہ کا سامنا کرنے پڑیگا۔

جہالت کی مضرتیں

جبکہ وہ یہ سوچنے کے لئے تیار نہ تھے کہ ہمیں رزق دینے والا کون ہے جو ذات ہمیں معاش کے ذرائع مہیا کر رہا ہے وہی ذات ان بچوں کا بھی خالق ورازق ہے' اپنی لڑکیوں کو اس لئے زندہ درگور کرتے کہ وہ بچی کے پیدا ہونے کو اپنے لئے بے عزتی اور عار کا موجب سمجھتے۔ رب کائنات نے ان مشرکوں کا اپنے لڑکیوں کے ساتھ روا رکھے ہوئے سلوک کا قرآن پاک میں ذکر اور مذمت بڑے واضح اور تفصیل سے فرمایا ہے' جب عقل پر پردہ اور غلاف چڑھ جاتا ہے تو خیر وشر کا تصور اور تمیز ہی ختم ہو جاتی ہے۔ ان کے اس ظالمانہ عمل کا سبب یہ تھا کہ یہ بچیاں بڑی ہو کر کسی مرد کے گھر جائیں گی اور مردان سے جواز دواجی تعلقات قائم کریں گے اسے وہ اپنے بے غیرتی اور بے عزتی سے تعبیر کر کے ولادت کے فوراً بعد بچی کو زندہ دفن کر کے قتل کر دیتے' عقل وبصیرت سے کام لے کر یہ خیال بھی ان کو نہ آیا کہ ان کا اپنا وجود کہاں سے آیا اور اس سلسلہ کو ختم کر دیا جائے تو اس عالم میں نسل انسانی کے بقاء کا ذریعہ کیا ہوگا۔ رحمت دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم جب اس دنیا میں سراپائے رحمت دین کے احکامات لے کر تشریف لائے تو قرآن مجید کی تعلیمات کی روشنی میں اپنے زرین اقوال سے ان جاہلانہ رسوم کی نفی کرنے کے بعد بچوں اور خاص کر بچیوں کے ساتھ حسن معاشرہ کے وہ درجات ومناقب بیان فرمائے جس سے اسلام میں اولاد کے ساتھ اعلیٰ تربیت وسلوک سے پیش آنے کا اندازہ بآسانی لگ جاتا ہے۔

بیٹیوں اور بہنوں سے شفقت جنت کی ضمانت

فرمان نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے:

عن ابی سعید ؓالخدریؓ قال قال رسو ل الله صلی الله علیه وسلم من کانت له' ثلاث بنات اوثلاث اخواتٍ او ابنتان او اختان فاحسن صحبتهن واتقی الله فیهن فله الجنة (ترمذی)

''حضرت ابوسعید خدریؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: کہ جس شخص کی تین بیٹیاں یا تین بہنیں ہوں یا دو بیٹیاں یا دو بہنیں ہوں اور وہ ان سے اچھا معاملہ کرے اور انکے حقوق کے بارہ میں اللہ سے ڈرے، تو اسکے لئے جنت ہے۔

حالت جنگ میں ضعفاء اور خواتین کی حفاظت کا اہتمام

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات تو مجسمہ رحمت وشفقت تھی' مسلمانوں کے بچے کیا کہ کفار کے بچوں کے لئے بھی شفیق ومہربان تھے آج کے دور کی جنگوں اور حملوں کا آپ روزانہ سنتے رہتے ہیں کہ فلاں جگہ بمباری ہوئی' اتنے لوگ بے گناہ بچے اور عورتیں اسکی زد میں آ کر مارے گئے۔قربان جایئے اس مشفق ومہربان پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم سے کہ دشمنوں کیساتھ جنگ کی حالت میں بھی مجاہدین اسلام کو تلقین فرما رہے ہیں کہ کفار کے بچوں اور جنگ میں شرکت نہ کرنے والی عورتوں اور بوڑھوں کو نہ مارنا۔یہی وہ اہم ترین خصوصیت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی قرآن میں بھی باربار ذکر فرمادی گئی جیسے **وما ارسلناک الا رحمة للعالمین** یعنی ہم نے آپکو تمام جہانوں کیلئے رحمت بنا کر مبعوث فرمایا۔

دوسری جگہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: **حریص علیکم بالمومنین رؤف رحیم.**

تمہارے پاس ایسا رسول صلی اللہ علیہ وسلم آیا جو (مسلسل) تمہاری بھلائی کے درپے رہتے ہیں۔اور مسلمانوں پر بہت شفیق ومہربان ہیں' وہ ذات اقدس صلی اللہ علیہ وسلم تو بار بار نوع انسانی کو متوجہ فرمارہے ہیں کہ جو مخلوق خدا پر رحم وشفقت کرنے والے ہیں' وہ رحمان کی رحمت کے مستحق ہیں اور جو لوگ زمین پر رہنے والوں کے ساتھ رحمت وشفقت کا مظاہرہ نہ کریں وہ اللہ کی رحمت سے دنیا و آخرت میں محروم رہتے ہیں۔پھر وہ مربی اور والد کتنا بدبخت اور سنگ دل ہے جو ایسے بچوں سے محبت نہ کرے جن کو قرآن میں قرۃ العین کائنات کا حسن اور دنیا کے رونق جیسے صفات سے یاد کیا جاتا ہے۔

اولاد کو محبت کے واسطے چومنا

حضرت عائشہؓ روایت فرمارہی ہیں کہ ایک دیہاتی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت

میں حاضر ہوا آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم بچوں کو چومتے ہیں؟ ہم تو بچوں کو چومتے نہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب میں فرمایا:

اواملک لک ان نزع اللہ من قلبک الرحمة

''اگر رب العالمین تیرے دل سے رحم کی صفت نکال دے تو میں تمہارے لئے کیا کرسکتا ہوں''

معلوم ہوا کہ جو شخص اپنے بچوں سے حسن اخلاق کا معاملہ نہ کرے' اس کا دل اللہ تعالیٰ کے عظیم و وسیع اور لامتناہی صفت رحمت سے خالی ہے' آج کے دور میں بعض لوگوں کی بدنصیبی اور علم دین اور دینی مسائل سے واقف نہ ہونے کا نتیجہ ہے میں نے کئی ایسے افراد کو دیکھا جن کے سامنے کوئی والد یا سرپرست اپنے بچے کے ساتھ پیار کرے' چومتے یا اٹھاتے ہیں تو یہ لوگ ہنس کر اس کے ساتھ مذاق کرتے ہیں کہ فلاں نادیدہ ہے' ایسا ہے' ویسا ہے' ہم نے تو اپنے بچے کو اتنا خوفزدہ بنایا ہوا ہے کہ ہمارے قریب آنے کی بھی جرات بھی نہیں کرسکتے اسی جاہلانہ عادت پر فخر بھی کرتے ہیں۔ حالانکہ یہ فخر کا نہیں بلکہ اپنی اس حرکت پر رونے کا مقام ہے۔ اولاد اور بچوں پر شفقت ومہربانی اور رحم کرنا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ایسا پسندیدہ عمل تھا کہ اپنے محبوب نواسوں کو بچپن میں گرتے ہوئے دیکھا تو ان سے بچوں کو تکلیف میں دیکھنا برداشت نہ ہوسکا حالانکہ آپ خطبہ دے رہے تھے اتر کر ان کو سنبھالنے کے بعد خطبہ جاری رکھا۔ جیسا کہ حضرت بریدہؓ نے ذکر فرمایا:

وعن بریدةؓ قال کان رسول الله صلی الله علیه وسلم یخطبنا اذجاء الحسن والحسین وعلیهما قمیصان احمران یمشیان ویعثران فنزل رسول الله صلی الله علیه وسلم من المنبر فحملهما ووضعهما بین یدیه ثم قال صدق الله انما اموالکم واولادکم فتنة نظرت الی هذین الصبیین یمشیان ویعثر ان فلم اصبر حتی قطعت حدیثی ورفعتهما.

''حضرت بریدہؓ روایت کررہے ہیں کہ (ایک دفعہ) حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم خطبہ فرمارہے تھے کہ اچانک (دونوں نواسے) حسنؓ اور حسینؓ آئے' وہ دونوں سرخ قمیص پہنے ہوئے تھے اور قمیصوں کی لمبائی یا بچپن اور کمسنی کی وجہ سے گر کر چلتے رہے' حضور صلی اللہ علیہ وسلم (منبر سے) اترے اور ان

دونوں کو (گود میں) اٹھا کر اپنے سامنے بٹھا دیا' فرمانے لگے: رب کائنات نے سچ فرمایا ہے کہ تمہارے مال اور تمہاری اولاد فتنہ (آزمائش) کی چیزیں ہیں میں نے ان دونوں بچوں کو گرتے پڑتے دیکھا تو مجھ سے صبر نہ ہو سکا۔ حتیٰ کہ میں نے اپنی بات کا سلسلہ منقطع کر کے ان دونوں کو اٹھا لیا۔

اموال و اولاد ایک آزمائش ہے

رب العالمین کا اولاد اور مال پر فتنے یعنی آزمائش کا اطلاق فرمانا بالکل بدیہی اور روز روشن کی طرح واضح ارشاد ہے: کہ جس طرح خالق و مالک حقیقی نے بے شمار نعمتوں سے ہمیں مالا مال فرما کر دیکھا جا رہا ہے کہ ہم اس ذات بالا و برتر کے انعامات کو اس کی مرضی و منشاء کے مطابق استعمال کر رہے ہیں یا اپنے ازلی دشمن شیطان کے احکامات کو ترجیح دے رہے ہیں۔ اگر ان نعمتوں کے عطا کرنے والے کی ہدایات پر چل کر ان سے فوائد حاصل کر رہے ہیں تو اس نعمت کے سلسلہ میں جس آزمائش اور امتحان کا ذکر فرمایا گیا کامیابی ہی کامیابی ہے، انشاء اللہ۔ اور اگر نمک حرامی کا ثبوت دیتے ہوئے نعمتوں کے دینے والے کے احکامات سے روگردانی کر کے ابلیس کے راضی کرنے والے راستے کا انتخاب کریں تو دنیا و اُخروی ناکامی ہی ناکامی مقدر ہے۔ مال و اولاد بھی مالک الملک کا عطا کردہ انتہائی قابل قدر انعام و عطیہ ہیں' اگر ان دونوں اشیاء کو رب العزت کی خوشنودی کا ذریعہ بنا دیں' ان کے ساتھ معاملہ اس کے احکامات کی بجا آوری کی صورت میں ہو تو آزمائش میں کامیابی بصورت دیگر یہ دونوں اشیاء اگر رب ذوالمنن سے غفلت' دین سے لاپرواہی' عیاشی' بے راہ روی اور خدا تعالیٰ اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے منہ موڑنے کا ذریعہ بنا دی گئیں تو اس سودے اور آزمائش میں جو خسارہ ہے باپ اور اولاد دونوں کو جہنم کا ایندھن بننے کا سبب بن جاتا ہے۔ جس کا ذکر خطبہ کے ابتداء میں بیان کردہ آیت میں ہو چکا ہے' اب یہ اولاد جس کو رب العالمین نے آزمائش سے تعبیر فرمایا ہے کیسے اپنی اور اولاد کی کامیابی کا ذریعہ ہم بنا سکتے ہیں۔ ان شاء اللہ آئندہ جمعہ ذکر ہوگا۔

مالک الملک مجھے اور آپ سب کو جہنم میں جانے اور اس کے ایندھن بننے سے محفوظ رکھے آمین۔

خاندان کے سربراہ کی ذمہ داریاں

تربیت اولاد کا اہتمام، صدقہ جاریہ والے اعمال اور جوابدہی کے مرحلے

نحمدہٗ و نصلی ونسلم علی رسوله الکریم اما بعد: فاعوذ بالله من الشیطٰن الرجیم بسم الله الرحمن الرحیم. انما اموالکم واولادکم فتنة والله عنده اجر عظیم (الطلاق)

''تمہارے مال اولاد تو سراسر تمہارے لئے آزمائش ہی ہیں اور بہت بڑا اجر اللہ تعالیٰ کے پاس ہے''

نگران کی مسئولیت

وعن ابن عمرؓ ان رسول الله صلی الله علیه وسلمقال الاکلکم راع وکلکم مسؤل عن رعیتهٖ فاالامام الذی علی الناس راع وهومسؤل عن رعیتهٖ والرجل راع علی اهل بیتهٖ وهومسؤل عن رعیتهٖ والمرء ة راعیة علی بیت زوجها وولدهٖ وهی مسؤلة عنهم وعبدالرجل راع علی مال سیده وهومسؤل عنه الافکلکم راع وکلکم مسؤل عن رعیتهٖ. (متفق علیه)

''خبردار، تم سب اپنی رعیت کے نگہبان ہواور تم سب سے رعیت کے بارہ میں پوچھا جائے گا، پس

حاکم جولوگوں کی اصلاح کے لئے مقرر کیا گیا ہے اپنی رعیت کا محافظ ہے،اس سے اپنی رعیت کے احوال کے بارہ میں (قیامت کے دن) پوچھا جائے گا۔مرد اپنے اہل خانہ کا نگہبان ہے،اس سے اپنی رعیت یعنی اہل وعیال کے بارے میں سوال کیا جائے گا۔عورت اپنے شوہر کے گھر اوراس کے بچوں کی نگہداشت پر مامور ہے،تو اس سے ان کے بارے میں پوچھا جائے گا۔آدمی کا غلام اپنے مالک کے مال کا نگران ہے۔تو اس سے اس مال کے بارہ میں سوال ہوگا۔(پھر حضور نے تاکیداً فرمایا) سنو!تم سب کے سب (کسی نہ کسی درجہ میں) نگران ہو،تم سب سے اپنی رعیت کے بارہ میں پوچھا جائے گا''

نماز کی تربیت

عن سبرۃ بن معبد جھنیؓ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مروا الصبتی بالصلوۃ اذ ابلغ سبع سینن و اذا بلغ عشر سنین فاضربوہ علیھا

''حضرت سبرہ بن جھنیؓ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کررہے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:لڑکے جب سات سال کے ہوجائیں،تو انہیں نماز کا حکم دو،اور جب دس سال کا ہوجائے،تو نماز نہ پڑھنے کی وجہ سے اس کو مارو''

گزشتہ مواعظ سے آپ کو اندازہ ہوا ہوگا کہ والدین کے اپنی اولاد پر بے شمار حقوق ہیں۔حقوق کی خواہش اور پورا کرنے کا مطالبہ تو ہر والد اور والدہ کا ہوتا ہے،مگر اس طرف بہت کم والدین کا دھیان ہوتا ہے کہ ان جگر گوشوں کی علم وعمل،سیرت وکردار،دینداری اور اخلاق حسنہ جیسی صفات عالیہ کے حصول میں بچوں کے کچھ حقوق کی ادائیگی کے ذمہ دار وہ بھی ہیں۔والدین کے انعامات واحسانات اتنے زیادہ ہوتے ہیں کہ بچوں کو احسان کے بدلے احسان کے مقولہ کے مطابق ماں باپ کی خدمات وانعامات کے اعتراف کے طور پر ان کی خدمت گزاری اور تکلیف نہ دینے کا فریضہ باحسن طریقہ ادا کرنا ہوگا۔مگر یہاں یہ یاد رہے کہ اولاد والدین کے حقوق تب ادا کریں گے۔جب والدین نے بھی بچوں کی پرورش میں نیکی،پارسائی،شرم وحیاء اور امانت ودیانت کی بہترین بنیادیں قائم کی ہوں۔

والدین کا غفلت پر مواخذہ

عام مشاہدہ ہے کسی ایک مثال پیش کرنے کی ضرورت نہیں کہ جن لوگوں کی ذمہ اولاد کی تربیت تھی' انہوں نے غفلت و بے پرواہی کا مظاہرہ کیا، وہ اولاد ڈاکو' لٹیرے' ہیروئن پینے والے اور چرسی بن کر معاشرہ کے لئے بدترین ناسور کی شکل اختیار کر لیتے ہیں۔ ایسے اولاد سے یہ توقع کرنا کہ والدین کی حقوق کی پاسداری کریں گے، یا والدین کا انکی نالائقی و نااہلی کی شکایتیں کرنے کی بجائے ان کو یہ ذہن نشین کرنا چاہیے کہ ان زیر کفالت بچوں کے جرائم میں یہ سر پرست دنیا کے قانون و رواج کے مطابق برابر کے شریک ہیں اور عنداللہ بھی انکا باقاعدہ مواخذہ ہوگا۔

فکر آخرت کا اہتمام

آج ہر کسی کو فکر رہتی ہے کہ میرا بچہ کسی تکلیف اور اذیت میں مبتلا نہ ہو' معمولی تکلیف کی صورت میں ماں باپ سردی و گرمی سے بے نیاز، لحہ لحہ بچوں کے آرام و سکون میں صرف کرنا اپنا فریضہ اول سمجھتے ہیں۔ جبکہ دنیاوی سکون و تکلیف کو نہ کوئی دوام ہے اور نہ اس میں حد سے زیادہ بے چینی۔ دنیا کی ہر آفت و تکلیف میں بے شمار فوائد اور راحت و سکون میں لا متناہی مصائب و گناہوں کا احتمال ہے' اس کے مقابلہ میں اگر اصلی راحت و تکلیف ہے' وہ مرنے کے بعد والے ادوار میں ہے' ان عذابوں اور تکلیفوں میں ذرہ برابر راحت نہیں اور نعمتوں میں بے چینی کا تصور تک نہیں۔ ہماری بدقسمتی یہ کہ اولاد کے ان فانی اور جلد زائل ہونے والے دنیاوی آسائشوں اور سکون کے تو متلاشی ہیں اور رب کائنات نے قرآن میں اپنے آپ اور اپنے اہل و عیال کو جہنم کے اندوہناک آگ سے بچانے کا جو حکم دیا ہے اس سے بالکل غافل بن بیٹھے ہیں۔ جو بچہ والدین کی غفلت و لاپرواہی کا شکار ہو کر جرائم و گناہوں کی دلدل میں غرق ہوا اور اسی حالت میں دنیا سے رخصت بھی ہوا۔ ظاہر ہے کہ اس کا ٹھکانہ جہنم ہی ہوگا جبکہ جہنم کی آگ ہمارے اس دنیا کی آگ سے کروڑہا درجہ دردناک اور اذیت ناک ہے۔

والدین کیلئے دوکٹھن مراحل

اپنی اولاد کی صحیح تربیت نہ کرنے کا ایک نتیجہ یہ بھی ہوتا ہے' کہ جیسے آج کی ذکر کردہ آیت سے معلوم ہورہا ہے کہ بعض اولاد اپنے والدین کو طاعات اور عبادات سے روک معاصی میں مبتلا کردیتے ہیں۔ یہی وہ مقام آزمائش ہوتا ہے کہ والدین ایسے مواقع پر اب احکام الٰہی کو ترجیح دیتے ہیں یا اولاد کے ناجائز فرمائشوں کی تکمیل کو اہم سمجھتے ہیں۔ مال کی بھی یہی آزمائش والی کیفیت ہے کہ انسان اس کی محبت میں گرفتار ہوکر خالق کائنات کی اطاعت اور فرمانبرداری کو پس پشت ڈال دیتا ہے۔ مال واولاد کے یہی دوکٹھن مراحل ہیں جن میں گرفتار ہونے کے بعد اعتدال کی راہ چھوڑ کر گمراہی کے اندھیروں میں بھٹک جاتا ہے۔ اگر بچوں کی اسلامی تعلیمات کی روشنی میں تربیت کا بندوبست کردیا جائے تو یہی جگر کے ٹکڑے مرنے کے بعد بھی کارآمد ثابت ہوکر ان کے اعمال صالحہ والدین کے عمل ناموں میں لکھے جائیں گے۔

تین چیزوں کا ثواب

ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے:

عن ابی هریرةؓ قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم اذا مات ابن ادم انقطع عمله الامن ثلاث صدقة جارية' اوعلم ينفع به اوولد صالح يدعواله(مسلم)

''حضرت ابوہریرہؓ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کررہے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب انسان مرجاتا ہے تو اس کے عمل کا سلسلہ ختم ہوجاتا ہے۔ مگر تین چیزوں کا ثواب اسے ملتا رہتا ہے۔ ایک صدقہ جاریہ یا وہ علم جس سے فائدہ اٹھایا جائے یا نیک اولاد جواس کے لئے دعائے خیر کرتی رہے۔''

دنیا دارالعمل ہے آخرت کی کامیابی وناکامی کا دارومدار اسی دنیا کے چند سالہ زندگی پر ہے۔ یہاں جو بوتا ہے، مرنے کے بعد وہی کاٹتا ہے۔ اس کے اچھے یا برے اثرات عالم برزخ ہی سے ظاہر ہونے شروع ہوجاتے ہیں۔ اس عالم دنیا میں ہر نیکی عمل نامہ میں لکھی جاتی ہے۔ روح

کے قبض ہونے کے ساتھ عمل نامہ بند ہوکر نیکیوں کے کرنے کا سلسلہ ختم اور جزاوسزا کا سلسلہ شروع ہوکر قبر صالح مومن کے لئے جنت کے ٹکڑوں سے ایک ٹکڑا اور کافر و فاسق وفاجر کے لئے جہنم کا گڑھا بن جاتا ہے۔ اب جبکہ مزید نیکی کرنے اور نیکیوں کے اکاؤنٹ میں محسوب کرنے کا موقع ختم ہوا، مرنے کے بعد بھی وہ مسلمان خوش قسمت ہے جس نے زندگی میں ایسا صدقہ اور کارخیر اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے کیا جس کا فائدہ لوگوں کے لئے اس کے مرنے کے بعد بھی جاری ہے یا ایسا شخص جس نے علم دین حاصل کرکے زندگی میں پھیلایا، جس سے لوگ نفع حاصل کرر ہے ہیں اور تیسرا وہ نیک بخت جس نے اپنے پیچھے ایسی دیندار، شریعت پر کاربند اولاد چھوڑ دی ہو جو اسکے مرنے کے بعد بھی اس کے لئے دعائے خیر ومغفرت پر کاربند ہوں، ان تینوں کے اعمال حسنہ کے اجروثواب نیکی کرنے والے کے ساتھ ساتھ مرنے والے والدین کے عمل خانہ میں باقاعدہ جمع ہورہے ہیں۔ یہ عظمت وفضیلت اس مردمومن کے قسمت میں لکھی جاتی ہے۔ جس نے اپنی اولاد کی تربیت اس انداز سے کی ہو کہ وہ اس کی دنیا سے کوچ کرنے کے بعد حقیقی معنی میں صدقہ جاریہ ثابت ہوں۔ ذکرکردہ حدیث ''الا کلکم راع وکلکم مسئول عن رعیتہ'' کا نچوڑ وخلاصہ یہی ہوا کہ ہر ایک ذمہ دار اپنے ماتحت لوگوں کی راہ راست پر لانے کا ذمہ دار ہے اسلامی معاشرہ کے قیام میں اولاد اور آئندہ نسلوں کا بڑا حصہ ہے۔ یہ حصہ وہ تب ادا کرنے کے قابل ہوں گے، جبکہ انکے سرپرستوں نے اپنی مسؤلیت اور نگہبانی کا صحیح حق ادا کردیا۔

مملکتِ وجود ایک امانت ہے

یہاں ایک نکتہ ذکر کرنا ضروری ہے کہ جب ہر ذمہ دار سے اپنے ماتحتوں کے بارہ میں روز حساب پوچھا جائے گا۔ کوئی یہ نہ سمجھے کہ میرا نہ کنبہ ہے، نہ اولاد ہے، نہ زیردست لوگ، تو میں مسؤلیت کے فریضہ سے فارغ ہوں، کیونکہ ہر آدمی کا یہ بدن جو ایک مختصر کارخانہ اور اللہ رب العالمین کی تخلیق کردہ عظیم شاہکار ہے، گوشت، پوست اور ہڈیوں اور دیگر کئی عناصر پر مشتمل اعضاء

ہیں۔کوئی ایسا جزوبدن کا نہیں جسے بے فائدہ اور بیکار سمجھا جائے۔ہاتھ' پاؤں' آنکھ' کان' دل و دماغ وغیرہ ہر ایک اپنے جگہ وہ ڈیوٹی اور فرض ادا کر رہا ہے کہ اگر کچھ دیر کے لئے ایک عضو بھی اپنا فنکشن معطل کردے تو جیتے جی انسان اپنے آپ کو قریب المرگ سمجھتا ہے،ان کی قدر و قیمت اور اہمیت کا اندازہ تب ہوتا ہے جب کسی عضو سے محرومی ہوجائے یا کسی اور شخص کو تکلیف دہ حالت میں آنکھ یا ٹانگ یا زبان سے محروم دیکھے۔رب کائنات نے اس عظیم نعمت جو بدن ہے کو اسی ایک انسان کے تصرف میں بطور امانت دے کر اسے اپنی مرضی کے مطابق اپنی اطاعت میں استعمال کرنے کا حکم دیا' یہی وجہ ہے کہ کسی انسان کو یہ حق نہیں کہ خودکشی کر کے اللہ کے اس احسن تقویم کو تہس نہس کردے۔کیونکہ یہ اللہ کی امانت ہے،جسم کے تمام اجزاء اس کی رعیت یہ شخص ان کا راعی اور مسئول ہے اس سے روز محشر پوچھا جائے گا کہ تم نے پاؤں کا استعمال کیسا اور کہاں کیا۔پاؤں کا استعمال' خانہ خدا میں حاضری' محافل ومجالس جہاں اللہ تعالیٰ ورسول صلی اللہ علیہ وسلم کے احکامات کا ورد ہورہا ہو' صلحاء واولیاء اللہ کی زیارت' اللہ تعالیٰ کے دین کی اشاعت' اعلائے کلمۃ اللہ کیلئے جہاد، اپنے اور اولاد کیلئے حلال کمائی کے لئے سفر وغیرہ جیسے اعمال طیبہ میں ہو۔یا فتنہ وفساد' بے دینی' مسلمان کی عصمت وعزت پامال کرنے' حرام مال کے حصول' رقص وسرور' فحاشی وعریانی کے مواقع میں حاضر ہونے کیلئے ٹانگوں کی قوت کا استعمال ہوا۔دل ودماغ جو انسانی بدن کی نعمتوں میں اہم اعضاء ہیں۔اس کا استعمال اللہ تعالیٰ کی معرفت' نیکی کے تصورات' خوف خدا' فکر آخرت' جیسے پاک وصاف افکار میں ہوا یا شیطانی خواہشات کے حاصل کرنے عذاب الٰہی' محاسبہ آخرت سے غفلت جیسے گندے خیالات پروان چڑھانے میں ان کو ضائع کردیا۔یہی حال آنکھ' کان' ہاتھ ہر عضو کا ہے جو اللہ تعالیٰ کی امانت ہیں۔ان کو اللہ تعالیٰ کی مرضیات پر چلانے' تبلیغ دین' کلمۃ اللہ کی سربلندی' ان اعضاء کی حفاظت کرنا ہر بندہ پر لازم ہے' ہر فرد سے اپنے ایک ایک عضو کی کارکردگی کے بارہ میں پوچھا جائیگا۔جیسے ہر حاکم سے اپنی رعیت کے ہر فرد کے بارہ میں سوال ہوگا۔یہی کیفیت ہر انسان کی ہوگی' اپنے بدن کے تمام اعضاء کی کارگزاری کے بارہ میں ملزموں

کے کٹہرے میں کھڑے ہوکر سوالات کے جوابات اطمینان بخش انداز میں دینے کی صورت میں جہنم سے چھٹکارا ملے گا۔ورنہ خسارہ ہی خسارہ۔

قدرت کا آفاقی نظام عدل وانصاف

دنیا کے عدل وانصاف پرمبنی عدالتوں کا انداز اور ہے اوراحکم العالمین کی شان نرالی ہے،اسکے عدل وانصاف کا نظام بھی عظیم الشان ہے' یہاں تو ایک مجرم جرم کرنے کے بعد بھی سے سفارش' عہدہ' لالچ' رشوت اور چرب زبانی کے زور پر جرم سے بری ہوتا ہے۔ایک ہی وکیل کے پاس اگر ظالم فیس دے کر چلا جائے وہ عدالت میں ظالم کی خلاصی کے لئے دلائل دے کر اسے بری الذمہ قرار دینے کیلئے ایڑی چوٹی کا زور لگا تا ہے،اگراسی وکیل کے پاس اسی کیس کا مظلوم حق وکالت دے کر اپنا معاملہ لے کر حاضر ہوجائے،وہ اسے مظلوم ثابت کرنے کیلئے دلائل کے انبار لگا دیتا ہے۔عقل وسمجھ میں نہ آنے والا رائج الوقت ایسا نظام عدل ہے کہ موت تک مظلوم ومغصوب عدالتوں کے چکر لگا کر اسے مایوسی کے علاوہ کچھ نہیں ملتا۔کاش!اگر اس نظام کی جگہ قدرت کے آفاقی نظام عدل وانصاف کا بول بالا ہوتا تو مظلوم اپنے دادرسی کیلئے دربدر ٹھوکریں کھانے کی بجائے اسے حق وانصاف اس کے دروازہ پر مل جاتا ہے۔روز قیامت کے جوابدہی اور مسؤلیت کو کوئی اس دنیا کے جابرانہ نظاموں کے طریقوں پر قیاس نہ کرے کہ سیم وزر یا طاقت و چالاکی کو استعمال کر کے اعضاء کے بارہ میں مسئولیت اور جوابدہی کے مرحلہ سے بچ جاؤنگا۔

اعضاءواندام کی گواہی

سرکاردوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے:

وعن انسؓ قال کنا عند رسول الله صلی الله علیه وسلم فضحک فقال هل تـدرون مـمـا اضـحک قال قلنا الله ورسوله اعلم قال من مخاطبة العبد ربه یقول یـارب الـم تـجـرنـی مـن الظلم قال یقول بلیٰ قال فیقول فانی الااجیز علی نفسی

الاشاھد منی قال فیقول کفی بنفسک الیوم علیک شھیدا وباالکرام الکاتبین شھودا قال فیختم علی فیه فیقال لارکانه انطقی قال فتنطق باعماله ثم یخلی بینه وبین الکلام قال فیقول بعدا لکن وسحقافعنکن کنت انا ضل (رواہ مسلم)

''حضرت انسؓ سے مروی ہے کہ (ایک دفعہ) ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھے تھے کہ اچانک آپ ہنسنے لگے اور پھر فرمایا: کیا تم جانتے ہو میں کیوں ہنس رہا ہوں؟ حضرت انسؓ کہتے ہیں ہم نے عرض کیا: اللہ اور اس کا رسول صلی اللہ علیہ وسلم بہتر جانتا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کہ میں (روز قیامت) بندہ اور مالک الملک کے درمیان بالمشافہ مکالمہ (کا تصور کرکے) ہنس رہا ہوں (قیامت کے دن) بندہ کہے گا' اے رب! تو نے مجھ کو ظلم سے پناہ نہیں دی ہے۔ (اشارہ **ان اللہ لایظلم مثقال ذرۃ** کی طرف غالبا ہے) حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: رب کائنات فرمائیں گے کہ ہاں (میں نے یقیناً بندوں پر ظلم نہ کرنے کا وعدہ کیا ہے) بندہ عرض کرے گا اگر آپ نے واقعی مجھ کو ظلم سے پناہ دی ہے' تو میں اپنے متعلق اس کے علاوہ اور کچھ نہیں چاہتا کہ میرے بارے میں گواہی دینے والا مجھ ہی سے ہو۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: رب العالمین بندے کی یہ بات سن کر فرمائے گا (ٹھیک ہے) آج کے دن تیرے بارے میں خود تیری ذات ہی کی گواہی ہوگی' پھر بندے کے منہ پر مہر لگا دی جائے گی۔ (جس سے اس کی قوت گویائی وقتی طور پر معطل ہو جائے گی) جس کے بعد اس کے جسم کے تمام اعضاء کو حکم دیا جائے گا۔ گویا ہو جاؤ۔ اس کے جسم کے اعضا اس کے اعمال کو بیان کرنا شروع کر دیں گے جو ان اعضا کے ذریعہ کئے تھے' پھر اس بندہ اور اس کی قوت بیان کے درمیان حائل رکاوٹ ختم کر دی جائے گی' بولنا شروع کر دے گا (انسان اپنے اس معاملہ کو دیکھ کر اپنے جسم کے اعضاء کو کہے گا) دور ہٹو' تم ہلاک ہو جاؤ' میں تو تمہارے (عذاب جہنم) سے نجات کے لئے لڑ رہا تھا۔

ہر شخص سے جواب دہی کا مطالبہ

یہ وہ خطرناک مقام ہے کہ اسی بندے کی خواہش و منشاء کے مطابق گواہ گواہی کے لئے

پیش ہوں، وہ گواہ اس کے خلاف گواہی دے کر اسے مزید ذلت وخواری سے دوچار کردیں گے' جب اپنے قریبی اور گھر ہی کے افراد اپنے مجازی مالک وسرپرست اور راعی کے خلاف شھادت دیں' تو اس وقت اس کی پریشانی کی انتہا نہیں ہوتی ہے، پھر ایسے فرد پر ہذیانی کیفیت طاری ہو کر نہ صرف خود کو بلکہ اپنے قریبی گواہوں کو بھی برا بھلا کہنا شروع کردیتا ہے۔ یہی صورتحال ہر اس شخص کی ہوگی جیسے رب کائنات نے اس کے جسم کے تمام اعضاء کا نگران نگہبان اور راعی بنایا اور اس نے اس امانت میں خیانت کرتے ہوئے انہیں ایسے امور میں مصروف رکھا جو مالک حقیقی کے غیض وغضب کو دعوت دینے کے مترادف تھا۔ معلوم ہوا اس فانی دنیا میں کوئی انسان بھی اپنے آپ کو حق نگہبانی اور عالم آخرت میں مسئولیت سے بری الذمہ نہیں ٹھہرا سکتا۔ ہر آدمی کو کسی نہ کسی حیثیت اور درجہ میں روز قیامت جواب دہی کے مرحلہ سے گزرنا پڑے گا۔

بچے کے کردار میں والدین کا عمل دخل

محترم حاضرین! بات ہو رہی تھی اولاد کی حقوق کی اس آزادی اور دین سے دوری کے زمانہ میں کئی والدین دنیا کی رنگینیوں میں ڈوب کر اولاد کی طرف سے غافل ہوگئے۔ نتیجہ یہی نکلتا ہے کہ اکثر اچھے گھرانوں کی اولاد بنیادی اسلامی تعلیم عقائد وعبادات کے طریقوں سے بھی نابلد ہوتے ہیں۔ بیشتر خاندانوں کے بچے قرآن ناظرہ پڑھنے سے بے علم ہوتے ہیں اگر ان سے بے دینی پر مشتمل گانوں' فلموں' کھیلوں اور رسومات کے بارے میں پوچھا جائے، کم سنی کے باوجود ان کا قوت حافظہ ان خرافات سے بھرا پڑا رہتا ہے۔ ان تمام بے ہودہ اعمال میں والدین کے کردار کا بڑا عمل دخل رہتا ہے۔ جیسے کہ پہلے بھی عرض کرچکا ہوں، باپ کے ساتھ اس ابتدائی تربیت کے مرحلہ میں والدہ کے کردار کو بنیادی حیثیت حاصل ہے۔

بچے کو سب سے پہلے کلمہ طیبہ سکھاؤ

جب بچہ عقل وشعور کے ابتدائی مراحل میں داخل ہو اور بولنے کی کوشش شروع کرے تو اسکے زبان سے لایعنی الفاظ نکلنے اور ان پر خوشی کا اظہار کرنے کی بجائے والدین کوشش کریں کہ

اس کے منہ سے پہلے نکلنے اور سیکھنے والے الفاظ ''اللہ اللہ'' ہوں۔ والدین بالخصوص والدہ خود بچے کے سامنے اللہ کے نام کا ورد کیا کریں۔ بچوں کی فطرت میں نقالی کا مادہ موجود ہوتا ہے۔ وہ والدین کو جس کیفیت میں دیکھتے اور سنتے ہیں وہی بچہ بھی اپناتا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

عن ابن عباسؓ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: افتحوا علی صبیانکم کلمة لاالٰہ الا اللہ

''عبداللہ بن عباسؓ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرر ہے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اپنے بچوں کو سب سے پہلے لا الٰہ الا اللہ کا کلمہ سکھلاؤ۔''

ہر بچہ فطرت سلیمہ پر پیدا ہوتا ہے

دنیا میں آنے والے تمام بچے فطرت سلیمہ کو ساتھ لے کر پیدا ہوتے ہیں۔ خواہ والدین یہودی' نصرانی' مجوسی' ہندو وغیرہ کیوں نہ ہوں' یہی وجہ ہے کہ کفار کے وہ بچے جو عقل وشعور میں آنے سے پہلے پہلے مر جائیں وہ کافر ماں باپ کی طرح جہنم میں نہیں جائیں گے۔ یہ تو ماں باپ ہوتے ہیں کہ اگر یہودی ہوں، تو ان کو یہودیت کی راہ پر لے جا کر یہودی بنا دیتے ہیں، اگر عیسائی ہیں تو عیسائی' ہندو ہیں تو ہندو۔ اب مسلمان بچے کی ایمانی تربیت کا دور یہاں سے شروع ہو جاتا ہے جب عقل وفہم کے دروازے میں داخل ہونے کی طرف مائل ہو۔ صراط مستقیم پر چلانے کے لئے ابتداء سے پہلے زبان وقلب میں خالق کائنات کے عقیدہ وحدانیت اسی کلمہ توحید کے بولنے اور سمجھنے سے راسخ ہوتا ہے' اسی اہم نقطہ کی وضاحت مرشد اعظم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے ارشاد میں فرماتے ہیں:

اولاد کا والدین کے خلاف مقدمہ

کل مولود یولد علی الفطرة فأبواہ یھودانہ اوینصرانہ اویمجسانہ (بخاری)

''دنیا میں پیدا ہونے والا ہر بچہ فطرت سلیمہ پر پیدا ہوتا ہے۔ پس اس کے ماں باپ اس کو

یہودی، عیسائی اور مجوسی بنادیتے ہیں'' اب اس کا انحصار ماں باپ پر ہے کہ اولاد کو راہ حق پر لگاتے ہیں یا گمراہی کے اندھیروں کے سپرد کر کے اپنے اور اولاد کو جہنم کا ایندھن بناتے ہیں ۔ یہ وہ بنیادی موڑ ہے کہ اگر یہاں سے بچہ کو اپنی فطرت پر چلانے کی کوشش نہ کی گئی جو والدین کہ ذمہ داری تھی تو یہی اولاد آگے چل کر بگڑنے کی صورت میں روز قیامت اپنے سرپرستوں کے خلاف گواہی دیں گے کہ یا اللہ! ہماری پیدائش تو فطرت سلیمہ پر ہوئی مگر انہوں نے اپنے فرائض سے غافل ہو کر رحمان کی بجائے ہمیں شیطان کے رحم وکرم پر چھوڑ دیا۔ انسان کا ازلی دشمن شیطان تو انسان کے پیدا ہونے کے ساتھ ہی اسے اپنے مکروفریب میں مبتلا کرنے کے لئے گمراہی کی ڈورنے ڈالنا شروع کر دیتا ہے۔ نومولود اکیلے اپنی ناسمجھی اور ناپختگی کے بل بوتے پر اس عیار دشمن کے مقابلہ کی سکت نہیں رکھتا۔ اسے شکست دینے میں اہم کردار والدین کا ہے کہ اس کے کچے ذہن میں شیطان کے کفری کلمات وعقائد داخل ہونے سے پہلے اس کی ذہنی نشوونما ایسے کلمات سے شروع کر دے تو اسے اپنے مالک حقیقی اور پالنے والے کا مبارک نام ''اللہ اللہ'' اور لا الہ الا اللہ سکھایا جائے۔ وحدانیت الٰہی پر مشتمل یہ الفاظ مبارکہ جب اس کے زبان وذہن پر ثبت ہو جائیں پھر ابلیس لعین کو اسے راہ حق سے ہٹانا آسان نہ ہوگا۔

مالک کون ومکان مجھے اور آپ سب کو اپنے اولاد اور زیر کفالت افراد کی ایمانی تربیت کو توفیق سے مالا مال فرماویں۔ آمین

مسلمانوں کا طریقہ تعلیم اور اصول تدریس

وفاق المدارس العربیہ پاکستان کی عاملہ وشوریٰ کے فیصلہ کے مطابق جامعہ عثمانیہ نوتھیہ پشاور میں تدریب المعلمین کے سلسلہ میں ۱۲ر فروری ۲۰۰۸ء سے ۱۵ر فروری ۲۰۰۸ء تک صوبہ سرحد کے مدارس کی سطح پر وفاق سے ملحقہ اداروں کے اساتذہ کا اجتماع ہوا۔ جس میں بنین کے جامعات اور درجہ عالیہ کے اداروں کے دو دو نمائندے کثیر تعداد میں شریک تھے۔ ۱۳ر فروری کی مجلس سے جو خطاب مقالہ کی صورت میں شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد انوار الحق صاحب مدظلہ نے فرمایا افادۂ عام کیلئے شائع کیا جارہا ہے۔............(ادارہ)

نحمده ونصلی ونسلم علی رسوله الکریم اما بعد. فاعوذبالله من الشیطان الرجیم بسم الله الرحمن الرحیم قال الله عزوجل :الرحمن ☆ علّم القرآن ☆خلق الانسان ☆علّمه البیان☆ (سورة رحمان)

وقال الله عزوجل: اقرأ وربک الأکرم☆ الذی علّم بالقلم☆ علّم الانسان مالم یعلم (سورة العلق)

انبیاء کی میراث علم وحکمت

حضرات علماء کرام !اللہ تعالیٰ کے ہم سب پر لامتناہی انعامات اوراحسانات ہیں کہ انہوں نے ہمیں انسان پیدا کرنے کے ساتھ ساتھ سردار دو عالم حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی وراثت سے نوازا۔ یہ علم دین سردار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی وراثت ہے۔

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

نحن معشر الانبیاء لانورث دیناراً ولادرھما انما نورث العلم فمن أخذہ اخذ بحظ وافر (الحدیث)

" ہم انبیاء کرام کی جماعت وراثت میں دراھم اور دینار نہیں چھوڑتے بیشک ہم وراثت میں علم چھوڑتے ہیں لہذا جس نے علم حاصل کیا اس کو میراث کا وافر حصہ مل گیا"

یہ علم دین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ترکہ ہے اور جس کو یہ وراثت مل جائے تو گویا اللہ تعالیٰ نے اس کو خیر کثیر عطا فرمایا۔

ارشاد ربانی ہے :

من یوتی الحکمۃ فقد اوتی خیرا کثیرا[1] (الایۃ)

" جس کو حکمت عطاء کی گئی اس کو خیر کثیر عطا کیا گیا"مفسرین نے لکھا ہے کہ اس آیت کریمہ میں حکمت سے مراد علم دین ہے اور یہ دولت اللہ تعالیٰ صرف اس شخص کو عطا فرماتا ہے جو اللہ تعالیٰ کو محبوب ہو اور اللہ تعالیٰ اس کے ساتھ بھلائی کا ارادہ کرے۔ چنانچہ جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی فرمایا ہے کہ

:من یرد اللّٰہ بہ خیراً یفقھہ فی الدین (صحیح بخاری و مسلم وابن ماجۃ)

''جس کے ساتھ اللہ تعالیٰ خیر کا ارادہ کرے تو اس کو دین کی سمجھ عطا فرمادیتا ہے''

میراث کا صحیح استعمال

اللہ تعالیٰ نے آپ حضرات کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا عظیم اور بیش قیمت ترکہ جو بنص قرآنی خیر کثیر ہے عطا فرمایا۔آپ حضرات اللہ تعالیٰ کے بارگاہ میں عظیم لوگ ہیں اور رسول

اللہ کے وارث ہیں اور بہترین خلف الرشید وہ ہوتا ہے جو اپنے مورث کے ترکہ کو صحیح اور درست طریقے پر استعمال کرے' اس کے بتائے ہوئے طریقے پر اور اس کی ہدایات کے مطابق خود بھی چلے اور مورث کے اس ترکہ کو بھی استعمال کرے۔

درس تدریس کی اہمیت

آپ حضرات مدرسین اور معلمین ہیں' مدرس اور معلم ہونا ایک بہت بڑی سعادت ہے۔سب سے اول معلم خود اللہ تعالیٰ کی ذات اقدس ہے۔قرآن پاک میں جا بجا اللہ تعالیٰ نے اس صفت کو اپنی طرف منسوب فرمایا ہے کبھی فرماتے ہیں: کہ

الرحمٰن علّم القرآن خلق الانسان علّمه البيان

تو کبھی فرماتے ہیں

اقراء و ربک الاکرم الذی علّم بالقلم علّم الانسان مالم یعلم

اور دوسرے نمبر پر یہ صفت اللہ تعالیٰ نے اپنے برگزیدہ بندوں حضرات انبیاء کرام کو دی ہے جنہیں اللہ تعالیٰ نے انسانوں اور جنات کی رہنمائی اور ان کو راہ راست پر لانے کیلئے معلم بنا کر مبعوث فرمایا اور خصوصاً ہمارے پیارے نبی فخر دو عالم رحمۃ للعالمین حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس عظیم صفت سے نوازا۔فخر دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے واضح الفاظ میں فرمایا ہے:

انّما بعثت معلمالاتمم مکارم الاخلاق (الحدیث)

کہ مجھے معلم اور استاد بنا کر بھیجا گیا اور اس لئے بھیجا گیا کہ میں اچھے اخلاق کی تکمیل کر سکوں۔

بہترین صدقہ

معلم اور استاد بننا بہت بڑی سعادت ہے۔اور اس سلسلے کو جاری رکھنا صدقہ سے بھی افضل ہے۔ابن ماجہ شریف میں حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

افضل الصدقة ان تعلّم المرء المسلم ثمّ یعلّمه اخاه (المسلم)

بہترین صدقہ یہ ہے کہ ایک مسلمان شخص علم دین حاصل کرے اور پھر اپنے مسلمان بھائی کو اس کی تعلیم دے۔اور جو شخص درس و تدریس کیساتھ وابستہ ہوتا ہے اس کو 70 صدیقین کے برابر ثواب

ملتا ہے۔حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

من تعلّم باباً من العلم ليعلّم الناس أعطى ثواب سبعين صديقاً (الترغيب والترهيب)

جس نے علم کا ایک باب اس نیت سے سیکھا کہ وہ اسے لوگوں کو سکھائے گا تو اس کو ۷۰ صدیقین کا ثواب ملے گا۔

معاشرہ کی تشکیل میں معلم کا کردار

علم اللہ جل جلالہ کی صفات میں ایک اہم اور مہتم بالشان صفت ہے۔اسی صفت علم کے بدولت رب کائنات نے حضرت آدم علیہ السلام کو خلافت ارضی سے نوازا۔علم کی اہمیت کے پیش نظر تعلیم وتدریس کا عمل بھی اپنی افادیت کے اعتبار سے دینی ومعاشرتی عمل ہے۔

مدرسین ومعلمین اس کائنات میں بڑے اور اللہ تعالیٰ کو محبوب لوگ ہیں،اور یہ مسلم حقیقت ہے کہ بڑے لوگوں کی بڑی ذمہ داریاں ہوتی ہیں۔مدرسین اور معلمین معاشرے کے اہم ستون اور وہ بنیادی محور ومرکز ہیں جس کے گرد تمام تعلیمی سرگرمیاں گردش کرتی ہیں،اسلئے معلم کے بغیر تعلیمی سرگرمیوں کا تصور بھی ممکن نہیں۔چنانچہ ماہرین تعلیم کا کہنا ہے کہ خوشحال معاشرہ کی تشکیل بغیر معلم (استاد) کے ممکن نہیں۔اسلئے کہ معلم انسان کو حیوانی درجے سے بلند کر کے زمین پر اللہ تعالیٰ کے نائب کے منصب پر فائز کرنے میں مددگار ہوتا ہے۔انسان کی انفرادی اور اجتماعی تربیت کرتا ہے۔بچوں اور بڑوں سب کو راہ راست پر چلنے اور اپنے رب کے مطیع اور فرمانبردار بنانے کی کوشش کرتا ہے۔ لہذا دنیا کے وجود میں آنے کے بعد ہر دور کے ماہرین نے تدریسی عمل کو اپنے اپنے انداز ونظریات کے فریم ورک میں مفید سے مفید تر بنانے کے مساعی کئے تاکہ ان پر عمل پیرا ہونے سے خوب سے خوب تر نتائج ومقاصد حاصل کئے جاسکیں۔تہذیبی اور صلیبی کشمکش سے بھرپور اس پرفتن دور میں غیر مسلم قوتیں تعلیم وتدریس کے میدان میں بھی مسلمانوں پر اپنے افکار طرز تعلیم مسلط کرنے کے درپے ہیں۔

مغربی طرز تدریس کا مرجع

بدقسمتی سے جن طرق ہائے تدریس کو اغیار اپنا کر لفظ بہ لفظ اس پر عمل کر رہے ہیں وہ مسلم دنیا ہی کے مایہ ناز محققین، مفکرین مثلاً امام غزالیؒ شاہ ولی اللہؒ اور حکیم الامت حضرت مولانا محمد اشرف علی تھانویؒ جیسے سپوتوں کے وضع کردہ ہیں۔ یہی صورتحال زندگی کے تمام شعبوں میں ہے کہ اسلام کے کئی اعلیٰ وارفع روایات ونظریات اور خوبیوں کو غیروں نے اپنا کر بددیانتی کا ثبوت دیتے ہوئے ان کو اپنے راہنماؤں کی طرف منسوب کردیا۔ جبکہ اکثر اسلوب وطریقے ہمارے مذہب ہی کے طرۂ امتیاز ہیں۔

امام غزالیؒ کے اصول

امام غزالیؒ کی علمی کاوشوں کا زمانوں سے آپ آگاہ ہیں آپ نے طریقہ تدریس کیلئے جو اصول وضع کئے اگر ان پر ہم عمل کریں تو بہترین انمول موتی نئی نسل میں ہمیں میسر آسکتے ہیں۔ ان کے اصول تدریس کے چند اہم اور ضروری امور کا ذکر مناسب سمجھتا ہوں۔

دین اور خیرخواہی

ایک کامیاب مدرس اور معلم کیلئے ضروری ہے کہ وہ اپنے اندر خیرخواہی کا جذبہ پیدا کرے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے حضرت تمیم داریؓ نے یہ روایت نقل کی ہے کہ

الدین النصیحة للّٰہ ولکتابه ورسوله ولائمة المسلمین وعامتهم (مشکوٰۃ)

یعنی دین اسلام خیرخواہی ہے، ہم نے دریافت کیا اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! کن کے لئے ؟ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کیلئے اس کی کتاب کیلئے اس کے رسول کیلئے اور ائمہ مسلمین کیلئے اور عام مسلمانوں کیلئے۔

للّٰہ کا مطلب یہ ہے کہ اللہ جل شانہ کے احکام کو مانا جائے اس کو وحدہ لاشریک تسلیم کیا جائے اس کے ساتھ ذات وصفات میں کسی کو شریک نہ کیا جائے۔

لکتابه: کا مطلب یہ ہے کہ اُس کی بھیجی ہوئی کتاب پر عمل کیا جائے، اس کے حلال

کوحلال اورحرام کوحرام مانا جائے اس کواپنی زندگی کا دستورالعمل بنایا جائے ،اپنے خاندانی ' معاشرتی ' ملکی اورعلاقائی مسائل اورتنازعات اللہ تعالیٰ کی اس نازل کردہ کتاب کے مطابق حل کئے جائیں۔یعنی اپنا پورانظام اس عظیم الشان کتاب کے زریں اصول اورقانون کے مطابق چلایاجائے

ولــرسـولــہ: کامطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے مبعوث کردہ محسن کائنات رحمۃ للعالمین حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی قولی ' فعلی اور تقریری سنتوں کواپنی زندگی کے لئے مشعل راہ بنا کراس کے مطابق اپنی ۲۴ گھنٹہ زندگی بسر کی جائے۔

ولائـمـة الـمـسـلـمين : کامطلب یہ ہے کہ اسلامی ریاست کے مسلمان سربراہ اور حکام کی اطاعت کی جائے،اسلامی مملکت کے وضع کردہ قوانین کا احترام کیاجائے تا کہ لاقانونیت سے بچاجائے۔

اگرچہ بعض اہل علم نے ائمۃ المسلمین سے مرادمجتہدین لیا ہے۔یعنی اسلامی تعلیمات کی پیروی ائمہ مجتہدین کی روشنی اوراتباع میں کی جائے اوراسی کا نام تقلید ہےاس لئے کہ امام شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ نے تقلید کی تعریف **اتبـا ع الروايـات دلالة** سے کی ہےاور یہ تعریف سب سے عمدہ اور بہترین تعریف ہے۔

اورعـامتهـم: کامطلب یہ ہے کہ تمام مسلمانوں کے ساتھ شفقت اورمحبت سے پیش آئیں اوروہ کام کئے جائیں جوتمام مسلمانوں کے لئے فائدہ مند ہوں اوراس میں مسلمانوں کی بھلائی ہو۔مدرسین کے اوصاف اورذمہ داریاں مندرجہ ذیل ہیں۔

شاگردوں کےساتھ خیرخواہی

لہذاایک مدرس کی ذمہ داری ہے کہ وہ مسلمان بچوں کودینی تعلیم دینے اوران کی صحیح تربیت کرنے اوران کی اصلاح کرنے میں بھی خیرخواہی سے کام لے۔اس لئے ہرمدرس اوراستاد اپنے شاگردوں کی صحیح تربیت کرےان کی تعلیم اوراصلاح پرپوری توجہ دیں۔ان کے اسباق کاپورا پوراخیال رکھے۔

شاگردوں پر رحمت وشفقت

خیرخواہی کے جذبہ کے ساتھ ساتھ ایک استاد میں رحمت کی صفت بھی ہونی چاہیے کہ اس کے دل میں اپنے شاگردوں کیلئے رحمت اور شفقت کا جذبہ ہو، قرآن پاک کی آیت الرحمٰن علّم القرآن الخ میں اسی کی طرف ایک لطیف اشارہ ہے۔ اسلئے استاد کو اپنے طلباء کی بے وقعتی نہیں کرنی چاہیے اور نہ ان کی تحقیر کرنا مناسب ہے اور نہ خواہ مخواہ ان پر سختی کرنا درست ہے۔ معلم کا کام اپنے طلباء اور شاگردوں کو نفع پہنچانا ہے اور بے جا سختی، بے پروائی اور بے وقعتی میں نفع ختم ہو جاتا ہے یا کم از کم ناقص رہ جاتا ہے اور تشدد سے بچہ میں بری عادتیں پیدا ہو جاتی ہیں۔
حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد پر ہمیں عمل کرنا چاہیے کہ اسطرح شفیق ہونا چاہیے جیسے ایک باپ اپنے بیٹے پر اور استاذ اپنے روحانی بیٹوں کے اخلاق وسیرت کے نگہبان اور ان کی اصلاح پر مامور ہوتے ہیں۔

اخلاقی تعلیم کی افادیت

امام غزالیؒ اور مسلمان مفکرین اخلاقی تعلیم پر سب سے زیادہ زور دیتے ہیں، مذہبی تعلیم فرد کو اصولوں اور احکامات سے شناسا کرتی ہیں جبکہ اخلاقی تعلیم انسان کو معاشرہ کے اندر رہ کر دوسروں کے حقوق کا خیال رکھنا اور اپنے فرائض سکھاتی ہے۔ اسلام میں مذہبیات اور اخلاقیات دونوں کی بنیاد قرآن ہے، لیکن ان معاشروں میں جہاں مذہب انسان کی اپنی ذات تک محدود ہے اس کا مقصد صرف مرنے کے بعد جنت کا حصول ہے، اخلاقی تعلیم اگر نہ ہو تو انسان کا انسان بننا تو دور کی بات جانوروں سے بھی نیچے گر جاتا ہے جسکی مثالیں روزانہ آپ جرائم کی دنیا میں دیکھتے ہیں۔

پرہیز گار مدرس کا انتخاب

تعلیم المتعلم میں علامہ برہان الدین زرنوجیؒ طالب علم کو استاد کے انتخاب کے وقت چند امور کا پابند بناتے ہوئے فرماتے ہیں: طالب علم کو ایسے شخص کی شاگردی کرنی چاہیے جو اچھا عالم پرہیز گار اور سن رسیدہ ہو۔ استاد کے تعین کرنے سے پہلے ماہرین سے مشورہ کرنا چاہیے جب انتخاب ہو جائے پھر صبر واستقامت سے اس کے حلقہ تلمذ میں شامل رہے۔ کلاس میں شریک سبق کا

انتخاب بھی سوچ سمجھ سے کرے' سبق کا ساتھی ایسا ہو جو محنتی' پرہیز گار' سمجھدار ہو' لاابالی' مہمل اور آوارگی جیسی مذموم صفات کا حامل نہ ہو۔

طلبہ کے لئے دعا کرنا

خیرخواہی یہ بھی ہے کہ اپنے طلباء کے لئے دعوات بھی کیئے جائیں' اس لئے کہ دعا سے طالب علموں کے علوم میں برکت آتی ہے۔ حضرت عبداللہ بن عباسؓ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے شاگرد تھے وہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے سینے سے لگایا اور فرمایا:

اللّٰھمّ علّمه الكتاب (صحیح بخاری)

"اے اللہ اس کو قرآن کا علم عطا فرمادے"

طالب علم کی دلجوئی کرنا

اسی طرح ایک مدرس کی یہ بھی ذمہ داری ہے کہ وہ طالب علموں کے اچھے اسباق اور اچھے اخلاق پر دل جوئی کرے۔ اس سے طالب علم کے شوق اور جذبہ میں اضافہ ہوتا ہے۔ صحیح بخاری میں حضرت عبداللہ بن عمرؓ کی روایت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کہ خواب میں مجھے دودھ کا ایک پیالہ دیا گیا تو میں نے خوب سیر ہو کر پیا پھر بچا ہوا دودھ عمرؓ کو دے دیا۔ لوگوں نے عرض کیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس کی تعبیر کیا ہوئی؟ فرمایا دودھ سے مراد علم ہے۔ (صحیح بخاری) اس روایت میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا بچا ہوا دودھ حضرت عمرؓ کو دینا اس کی دل جوئی کی واضح دلیل ہے۔

پابندی اوقات تدریس

اسی طرح ایک مدرس کی یہ بھی ذمہ داری ہے کہ طلباء کو اسباق میں ناغہ نہ کرنے دے۔ اور اگر کسی مجبوری کے تحت ان سے ناغہ ہو بھی جائے تو پھر دوسرے اوقات میں اس کی تلافی کا انتظام کرے۔

طالب علم کے استعداد کے مطابق تقریر کرنا

جتنی ان میں صلاحیت اور استعداد ہے اس کے اعتبار سے اسباق کی مقدار مقرر کرنی چاہیے۔ صحیح بخاری شریف میں حضرت علیؓ فرماتے ہیں

حدّثوا الناس بما يعرفون أتحبون أن يكذّب الله ورسوله (صحیح بخاری)

یعنی لوگوں سے ایسی بات کرو جو وہ سمجھیں کیا تم یہ چاہتے ہو کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی تکذیب کی جائے۔ ان کے فہم اور استعداد کے مطابق عبارات کی تشریح کریں اور اسلاف کا طریقہ تدریس ہمارے سامنے ہونا چاہیے۔ امام شافعیؒ کے شاگرد ربیع بن سلیمانؒ فرماتے ہیں کہ مجھے امام شافعیؒ نے فرمایا: کہ میں تجھے علم گھول کر پلا سکتا تو ضرور پلا دیتا اسی طرح معروف کلیہ ہے کلموا الناس علی قدر عقولهم لہٰذا طالب علم کو اسکی ذہن اور استعداد کے مطابق تقریر کرنی چاہیئے۔

احیاء العلوم فصل پنجم ص ۷۷ میں امام غزالیؒ فرماتے ہیں کہ شاگرد کے سامنے بیان کرنے میں اسکی کفایت کرتے ہوئے ایسی بات اس سے نہ کہے جس تک اس کی عقل کی رسائی نہ ہو ورنہ وہ اس سے متنفر ہو جائے گا۔ انہی امور کو مغربی مفکرین نے تدریس کی کامیابی کیلئے لازمی شرط قرار دیا ہے۔

آگے دوڑ پیچھے چھوڑ سے احتراز

جب تک ان کو گزشتہ سبق یاد نہ ہو تو محض آگے دوڑ اور پیچھے چھوڑ پر عمل نہ کیا جائے بلکہ ان کو سبق یاد کرانے کی کوشش کی جائے اور جو سبق آج پڑھایا تو دوسرے دن وہ سبق ان سے سنا جائے یا گزشتہ سبق کے متعلق چند سوالات کی صورت میں جوابات طلباء سے پوچھے جائیں۔

گزشتہ اسباق میں پوچھ گچھ کرنا

ہفتہ میں ایک دن ضرور مقرر کیا جائے جس میں طلباء سے ہفتہ بھر کے گزشتہ اسباق کے متعلق سوالات کئے جائیں تاکہ ان کو اسباق یاد رہیں۔

محبت و نرمی سے سمجھائیں

اساتذہ کی ذمہ داری ہے کہ اپنے شاگردوں کو پیار اور محبت سے سمجھائیں لیکن اگر حسب موقع مثلاً اگر کسی طالب علم سے کوئی نامناسب امر سرزد ہوا تو اس کو مناسب سزا دی جائے جس میں اس کی تربیت اور اصلاح کا زیادہ فائدہ ہو۔

سخت سزا دینے سے اجتناب کرنا

غیر مناسب سزا سے نہ صرف شاگرد کی تربیت وتعلیم متاثر ہوتی ہے بلکہ اس کی شخصیت کے متاثر ہونے کا بھی خطرہ رہتا ہے۔بعض اوقات آپ حضرات نے محسوس کیا ہوگا کہ بدترین سزائیں دینے کی صورت میں بعض متعلمین مستقل طور پر ناکارہ بن جاتے ہیں اوران کی جسمانی' ذہنی' جذباتی قوتیں معطل ہوکر رہ جاتی ہیں۔یہی وجہ ہے کہ جدید دور کے ماہرین تعلیم ونفسیات حافظ عبدالبرؒ اور امام غزالیؒ کے اصولوں پر چل کر سزا کی مخالفت کرتے ہیں۔آج جدید دور کے اصلاحی تصورات پر عمل کرتے ہوئے اکثر ترقی یافتہ ممالک کے تعلیمی اداروں میں سزا پر قانونی پابندی لگوادی گئی ہے'امام غزالیؒ نے بداخلاقی' بے راہ روی' کجی کی عادتوں سے منع کرنے کے لئے سزا تجویز کی ہے لیکن یہ تب جب ترغیب کے سارے راستے نتیجہ خیز ثابت نہ ہوں۔

خندہ پیشانی سے سوال کا جواب دینا

اگر کوئی طالب علم سبق سمجھنے کے لئے کوئی سوال کرے تو اس پر استاد کو ناراض نہیں ہونا چاہیئے' بلکہ خندہ پیشانی اور وسعت ظرفی کا مظاہرہ کرتے ہوئے جواب دے تاکہ طالب علم اپنا سبق سمجھ سکے۔تدریس میں شاگرد کے سوالات کو بڑی اہمیت حاصل ہے۔تعلیم کا بنیادی مقصد شاگرد کی ذہنی نشوونما کرنا ہے اور اس کا موثر ذریعہ سوالات ہیں۔طلباء میں اس کے ذریعے مزید معلومات کی خواہش پیدا ہوتی ہے'اس سے طلباء واستاد کا اشتراک پیدا ہوتا ہے جو طلباء کی تعلیمی مشکلات حل کرنے کا بہترین ذریعہ ہے۔یہاں یہ یاد رہے کہ سوالات اگر اساتذہ کی طرف سے ہوں یا تلامذہ کی جانب'ان سے غور وفکر وتجسس کا مادہ طلباء میں بڑھ جاتا ہے۔

صحیح بخاری شریف کی ایک روایت میں ہمیں یہ اصول ملتا ہے۔ام المؤمنین حضرت عائشہؓ کا معمول یہ تھا کہ جب جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ایسی بات فرماتے جو ان کو معلوم نہ ہوتی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کے متعلق برابر پوچھتیں اور سوال کرتی تھیں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ام المؤمنین کو جواب دیتے یہاں تک کہ آپؓ وہ بات سمجھ جاتیں۔ایک مرتبہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص حساب میں گرفتار ہوا وہ عذاب میں مبتلا ہوا تو

ام المومنین حضرت صدیقہؓ نے عرض کیا اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کیا اللہ تعالیٰ نے یوں نہیں فرمایا **یحاسب حساباً یسیراً** کہ حساب آسان کیا جائے گا؟ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس آیت سے مراد صرف اللہ تعالیٰ کی درگاہ میں پیشی مراد ہے۔ ورنہ جس سے حساب میں مناقشہ کیا گیا تو وہ ہلاک ہوگیا۔ یہ روایت ہمیں صاف اور واضح تعلیم دیتی ہے کہ اگر استاد کی تقریر میں کوئی بات ایسی ہو جو طالب علم کی سمجھ میں نہ آئے یا تقریر میں کوئی شبہ ہو تو طالب علم کا یہ حق ہے کہ وہ اس نکتہ کے بارے میں استاد سے سوال کرے اور استاد خندہ پیشانی اور پیار و محبت سے اسکا جواب دے۔ ہمیں وہی انداز جس کا مظاہرہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے بحیثیت کامل اور عظیم معلم کے فرمایا: جیسے ایک مرتبہ ایک صحابی نے مسجد آتے ہوئے دور سے دیکھا کہ جماعت ہورہی ہے اور جماعت کے شرکاء رکوع میں مصروف ہیں تو جس جگہ پہنچا اسی جگہ نیت کر کے رکوع میں شامل ہوا۔ پھر آہستہ آہستہ چل کر رکوع میں شامل ہوا۔ نماز کے اختتام پر اس نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ذکر فرمایا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم ٹوکنے اور ڈانٹنے کی بجائے پہلے صحابی کی حوصلہ افزائی فرمائی اور پھر فرمایا "**زادک اللّٰہ حرصا**" اللہ تیری نماز و جماعت کے ذوق و شوق کو مزید بڑھائے پھر فرمایا "**لاتعد**" اس ایک ارشاد گرامی سے معلوم ہوا کہ طالب علم کی غلطی پر بھی اس کے اسی پورے عمل میں جو جائز پہلو حوصلہ افزائی اور تعریف کا ہو اسے تلاش کر کے اس کی حوصلہ افزائی کی جائے۔ پھر استاد کی طرف سے جو بات بطور نصیحت و اصلاح ہو وہ اس کے دل میں جاگزیں ہوگا اور وہ آئندہ محتاط رہے گا (ہمارا معاملہ شاگرد کیساتھ اسکے برعکس ہوتا ہے) جیسے کہ پہلے بھی اشارہ کر چکا ہوں

شفقت و اخلاق سے اصلاح کرنا

تعلیم دینے والے استاد کی حیثیت بھی ایک مشفق باپ اور مربی کی طرح ہے اس پر لازم ہے کہ شاگردوں کے اخلاق حسنہ اور تربیت کی طرف خصوصی توجہ دے۔ یہ تب ہوگا کہ استاد خود ان اوصاف حمیدہ کا حامل ہو ورنہ پھر ہم بھی "**لم تقولون مالا تفعلون**" اور **أتامرون الناس بالبر وتنسون انفسکم** کا مصداق بن کر ہماری نصیحت بے اثر رہے گی۔ سید الانبیاء

صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق کے بارہ میں سوال کرنے پر حضرت عائشہؓ کا فرمانا کا ن خلقه القرآن یعنی قرآن میں نازل کردہ اخلاق حسنہ کے حضور صلی اللہ علیہ وسلم روئے زمین پر چلنے والے مجسم قرآن تھے پھر نتیجہ آپ کے سامنے ظاہر ہے عرب کے اس وقت کے بدوٗ جاہل آسمان رشد و ہدایت کے آفتاب و ماہتاب بن گئے۔

سوال پر ناراضگی کا اظہار نہ کرنا

ایک مدرس کی یہ بھی ذمہ داری ہے کہ طالب علم کے کسی اشکال پر ناراض نہیں ہو ہاں اگر کوئی فضول سا سوال ہو تو اس پر ناراض ہونا بھی جائز ہے۔

تعلیم میں یکسانیت

اسی طرح ایک کامیاب مدرس کیلئے یہ بھی ضروری ہے کہ اول تا آخر تعلیم میں تطابق (یکسانیت) پیدا کرے اور کتاب کو اس طرح پڑھائے کہ کتاب میں کوئی بھی اہم بحث رہ نہ جائے۔ یہ بہت ہی غلط طریقہ ہے کہ ابتداء میں ماہ دوماہ بڑی بڑی تقریریں ہوں اور بعد میں صرف عبارت پر اکتفاء ہو۔ کتاب کے پڑھانے کیلئے عمدہ اور دل نشین طریقہ اختیار کریں۔ اور کتاب کے حل کرنے میں قطعاً تسامح سے کام نہ لیا جائے اور حل کتاب میں فن کی مہمات کی طرف طلباء کی توجہ دلائیں۔

طلبہ میں علمی اور مطالعاتی ذوق کی آبیاری

اساتذہ کی ذمہ داری ہے کہ وہ طلباء میں علمی ذوق پیدا کریں انکو مطالعہ تکرار کی طرف توجہ دلائیں اور ان پر مطالعہ کی اہمیت اجاگر کرنے کیساتھ ساتھ انکو انہماک کیساتھ مطالعہ کرنے کی تلقین کریں۔ محمد بن سماعہؒ امام محمد بن حسن الشیبانیؒ کے خاص شاگرد ہیں، وہ فرماتے ہیں کہ امام محمدؒ کے مطالعہ میں انہماک کا یہ حال تھا کہ اگر کوئی شخص آپ کو سلام کرتا تو انہماک کی وجہ سے جواب میں اسکو دعا کرنے لگتے۔ امام محمدؒ کے نواسے فرماتے ہیں کہ امام محمدؒ کی وفات کے بعد میں نے اپنی والدہ سے دریافت کیا کہ نانا جی جب گھر میں رہتے تو کیا کرتے تھے؟ تو انہوں نے اشارہ کرتے ہوئے فرمایا کہ اس کوٹھری میں قیام فرماتے تھے اور اردگرد کتابوں کا انبار لگا رہتا تھا میں نے مطالعہ کے وقت انکو بولتے ہوئے نہیں دیکھا رات کا اکثر حصہ مطالعہ میں گزارتے تھے کسی نے انکی کھوائی

کی وجہ پوچھی تو فرمانے لگے:

كيف انام قد نامت عيون المسلمين توكلاً علينا يقولون اذا وقع لنا امرا رفعنا اليه فيكشفه لنا فاذا نمت ففيه تضييع الدين.

امام محمدؒ کا یہ مقولہ ہر استاد کو یاد رکھنا چاہیے اسلئے کہ طلباء ہمارے پاس امانت ہیں۔ لوگوں نے انہیں ہمارے مدارس میں داخل کیا ہے اس لئے ہمیں ان کی بہت اچھی تربیت کرنی چاہیے۔ان کے لئے ان کی استعداد کے مطابق کتابوں کا انتخاب کیا جائے اور پھر وقتاً فوقتاً ان سے ان کتابوں کے حوالہ سے پوچھا جائے ذوق مطالعہ کیلئے اپنے اکابرین کے سوانح کے انتخاب سے طلباء میں علمی ذوق بڑھے گا۔

استعداد پیدا کرنے کے چند اصول

طلباء میں استعداد پیدا کرنے کیلئے ان سے چند باتوں کاالتزام کرایا جائے تو طالب علم کو سبق یاد ہو یا نہ ہو استعداد ضرور پیدا ہوگی۔

☆۔طالب علم سے آئندہ پڑھنے والے سبق کا مطالعہ کرایا جائے۔

☆۔اسکے سامنے یہ بات رکھی جائے کہ وہ حاضر دماغ ہوکر استاد کے درس کو سُنے۔

☆۔سبق پڑھنے کے بعد اس سبق کو ایک مرتبہ زبان سے دوبارہ پڑھنے کی عادت طالبعلم میں ڈالنے کی کوشش کی جائے۔

درس کے لئے تیاری

مدرس کی ذمہ داری ہے کہ وہ کلاس میں جانے سے پہلے سبق کی تیاری کرے۔امام غزالیؒ فرماتے ہیں کہ بغیر تیاری کے معلم (مدرس) اپنے طلباء کے ساتھ انصاف نہیں کرسکتا۔علامہ کے اصول پر آج مغربی دنیا میں ماہرین تعلیم سو فیصد عمل کرتے ہیں۔اور تمام تربیتی اداروں میں ان اصولوں پر سختی سے عمل کرنے کی تاکید کی جاتی ہے۔

مقصد تعلیم رضائے الٰہی

ایک مدرس میں یہ صفت انتہائی ضروری ہے کہ وہ بےغرض انسان ہو تعلیم دینے میں

اس کے مدنظر صرف اللہ تعالیٰ کی رضا اور خوشنودی ہو' دل میں شہرت' دولت وغیرہ کی خواہش نہ ہو اور خوب دل جمعی کے ساتھ طلباء کو تعلیم دے' طلبا کو ٹرخانے کی کوشش نہ کرے۔

غلطی سے رجوع کرنا

استاد میں یہ خوبی بھی ضروری ہے کہ اگر درس میں کوئی غلطی ہو جائے تو فوراً اس کا ازالہ کرنے کی کوشش کرے اور اپنی غلط بات سے رجوع کرے' اس طرح کرنے سے طلباء کو اپنے استاذ پر اعتماد رہتا ہے۔ وہ سمجھتا ہے کہ میں اپنے استاد سے جو کچھ سنتا ہوں صحیح اور درست سنتا ہوں اور اگر اپنی غلط بات سے باوجود مطلع ہونے کے رجوع نہ کیا گیا تو ایک تو گناہ کا ارتکاب ہوگا اور دوسرا جب طالب علم کو استاد کی غلطی کا پتہ چل جائے گا تو اس کے دل میں استاد کے خلاف نفرت پیدا ہوگی۔ تیسرا چونکہ استاد کا اپنے شاگرد پر اثر ہوتا ہے تو اس ہٹ دھرمی کا اثر اس کے شاگرد پر ہوگا اور استاد من سنّ سنة سيئة فعليه وزرها ووزر من عمل بها (الحديث) کا مصداق ہوگا۔ چہارم اور اس طرح کرنے سے شاگردوں کے حقوق کی بھی حق تلفی ہوگی۔

لہٰذا جب کوئی استاد ان ذمہ داریوں کے ساتھ طلبا کو سبق پڑھائے گا تو اس کے شاگرد مایہ ناز طالب علم ہوں گے اور ان میں یقینی طور پر استعداد پیدا ہوگی۔ اور اللہ تعالیٰ کے ہاں مسئول نہیں ہوگا۔

مرید سادہ نے رو رو کے کر لی توبہ　　خدا کرے کہ ملے شیخ کو بھی یہ توفیق
غير تقي يأمر الناس بالتقىٰ　　طبيب يداوي والطبيب عليل

خاندان کے سربراہ کی ذمہ داریاں

تربیت اولاد کا اہتمام، صدقہ جاریہ والے اعمال اور جوابدہی کے مرحلے

بچپن میں نماز کا اہتمام، والدین کی ذمہ داریاں

نحمدهٗ و نصلی علی رسوله الکریم اما بعد فاعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم بسم اللہ الرحمن الرحیم. وأمر اهلک باالصلوة واصطبرعلیها لانسئلک رزقا نحن نرزقک والعاقبة للتقوىٰ.

''حکم کر اپنے گھر والوں کو نماز کا اور خود بھی اس پر قائم رہ۔ ہم تجھ سے روزی نہیں مانگتے رزق ہم تم کو دیتے ہیں اور بہتر انجام تقویٰ (پرہیزگاری) کا ہے''

عن عمرو بن شعیب عن ابیه عن جدهٗؓ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم مروا اولادکم باالصلوة وهم ابنا سبع سنین واضربو هم علیها وهم ابناء عشرسنین (رواہ ابوداؤد)

''حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاصؓ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کر رہے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اپنے بچے کو سات سال کی عمر میں نماز کا حکم دو اور دس سال کی عمر میں نہ پڑھنے پر ان کو مارو۔

زمانہ لاشعور میں اولاد کی تربیت

محترم حضرات! اولاد کے حقوق کے ذیل میں گزشتہ مواعظ میں عرض کر چکا ہوں کہ اولاد کو ایک صالح اسلامی اور باکردار گھرانے اور معاشرہ کا ایک اچھا انسان اور مثالی مسلمان بنانے کی ابتداء والدین کو کرنی ہے' بچپن ہی سے ان کی ذہنی پاکیزگی کی نشوونما وارتقاء کے مراحل میں بے پناہ احتیاط وحزم کی ضرورت ہے۔ ذراسی بے اعتنائی سے اولاد کا مستقبل تاریک ہوکر گمراہی کی وادی میں بھٹک کر پھر اصلاح کی راہیں مسدود ہو جاتی ہیں۔ جیسے کہ اس کی زبان پر سب سے پہلے رب العزت کے مبارک نام اللہ کے ورد کا اہتمام کرنا بھی انتہائی اہم ہے۔ کان میں آذان و اقامت' اللہ کی بہترین صفات' انبیاء کی عظمت سے بھرے نام رکھنے' ابتدائی کلمات زبان پر باری تعالیٰ کے یہ تمام امور پیدائش کے ساتھ ہی اسی لئے عمل پیرا اور جاری رکھنے کی تلقین ہے کہ اس غیر شعوری دور سے ہی ایمانی واسلامی تربیت کی کچھ چھاپ اس کے ذہن پر نقش ہو جائے۔

نماز کی اہمیت

اسلام کی عمارت جو پانچ ستون پر قائم ہے ان میں سب سے پہلے کلمہ شہادت ہے جس کے بارے میں گزشتہ جمعہ کو ابن عباسؓ کی روایت کے ضمن میں ذکر ہو چکا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اپنے بچوں کو سب سے پہلے "لا الہٰ الا اللہ" کا کلمہ سکھاؤ۔ دوسرا اہم ستون نماز ہے۔ ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے:

عن ابن عمر رضی الله عنهما قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم بنی الاسلام علی خمس ' شهادة ان لا اله الا الله وان محمداً رسول الله واقام الصلوة ' وایتاء الزکوة والحج وصوم رمضان. (رواه البخاری)

"حضرت عبداللہ بن عمرؓ روایت کررہے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اسلام کی بنیاد پانچ ستونوں پر قائم کی گئی ہے' لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کی گواہی دینا (کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی عبادت اور بندگی کے لائق نہیں) اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے بندے اور رسول

ہیں۔نماز قائم کرنا' زکوٰۃ دینا' حج کرنا' اور رمضان کے روزے رکھنا'' دنیا کے عمارات کی بقاء اوراستحکام کا دارومدار اس کے ستونوں کی مضبوطی پر ہوتا ہے' اگر ستون کمزور اور ناقص میٹریل سے بنے ہوں تو تمام بلڈنگ کے انہدام اور گرنے کا ہروقت امکان رہتا ہے۔اور پھر نماز تو اسلام کی عمارت کا ایسا رکن ہے۔

اولین پرسش نماز بود

قیامت کے روز جب ہر فرد کے نامہ اعمال پیش ہوکر حقوق اللہ کا محاسبہ ہوگا تو سب سے پہلے نماز کے بارہ میں پوچھا جائے گا۔رحمت دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے:

اول مایحاسب به العبد یوم القیامة الصلوة فان صلحت صلح سائرعمله وان فسد فسدسائرعمله (رواہ طبرانی)

''سب سے پہلے قیامت کے روز (اللہ تعالیٰ کے حقوق میں) نماز کا حساب ہوگا۔اگر نماز درست نکلی تو تمام اعمال درست ہوں گے اگر نماز (درست نہ نکلی) خراب رہی تو تمام اعمال خراب ہوں گے۔''

روز محشر کہ جان گزاد بود　　قیامت کے سخت ترین روز جو کہ ایک ہزار سال کے برابر ہوگا اولین پرسش نماز بود　اس میں سب سے پہلے نماز کے بارہ میں پوچھا جائے گا۔

ترک صلوٰۃ گناہ کبیرہ ہے

ایک مسلمان تب حقیقی مسلمان کہلانے کا مستحق ہے کہ وہ نماز کی پابندی کرے' اس عبادت میں مرد' عورت' مالدار' غریب' دنیاوی مراتب عالیہ پر فائز شخص اور ایک عام مسلمان خواہ دنیا کے شمال میں ہو یا جنوب میں مشرق میں ہو یا مغرب میں۔دن میں پانچ نمازیں پڑھنا فرض ہے' یہی وجہ ہے کہ بعض فقہاء نے ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے ظاہری الفاظ کہ ''**من ترک الصلوۃ متعمداً فقد کفر**'' جس نے قصداً نماز ترک کردی اس نے کفر کو اختیار کرلیا کے بموجب بلاعذر قصداً نماز نہ پڑھنے والے کو کافر قرار دیا ہے' گویا مرتد ہوکر واجب القتل ٹھہرا۔اگرچہ امام

ابوحنیفہؒ کے نزدیک کافر تو نہیں مگر گناہ کبیرہ کا ارتکاب کرنے والا ضرور ہے۔ ایسے شخص کو جیل میں اس وقت تک ڈالا جائے جب تک نمازی نہ ہو یا موت بھی جیل میں ایسی بے نمازی حالت میں آجائے' اسے کافر کہنے کی وجہ غالباً یہ کہ مسلمان کی شان یہ ہے کہ وہ نماز کا پابند ہوتا ہے اور کافر نماز نہیں پڑھتے۔

نماز مومن کی پہچان ہے

سیدالانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

الفرق بين المؤمن والكفر ترك الصلوة ومن ترك الصلوة متعمداً يفضى الى الكفر.

''آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ مؤمن اور کافر کے درمیان فرق (حدفاضل) نماز ہے اور جس مسلمان نے (قصداً بلاعذر) نماز چھوڑ دیا وہ کفر کے قریب پہنچا۔''

گویا مؤمن کی پہچان اور کفار سے امتیاز نماز کے ذریعہ ہوتا ہے۔ شومیٔ قسمت کہ آج ایک اسلامی مملکت میں جہاں غلبہ اور اکثریت اپنے آپ کو مسلمان کہلوانے والوں کی ہوتی ہے شکل وصورت میں اسوہ پیغمبری صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کرنے کی بجائے پورا حلیہ' لباس وہی اختیار کیا جارہا ہے جو غیر مسلموں کا ہوتا ہے۔ بڑے شہروں میں جہاں مسلمان کے علاوہ ہندو' عیسائی' یہودیوں وغیرہ کی آمدورفت' کاروباری مراکز وغیرہ میں اختلاط رہتا ہے' اگر کوئی نووارد مسلمان کسی بازار میں کسی غیر مسلم سے امتیاز کرنا چاہے تو ظاہر شکل وصورت اور لباس کی خراش تراش ایک جیسی ہونے کی وجہ سے فرق کرنا مشکل نہیں بلکہ ناممکن ہوتا ہے البتہ ایک ہی فرق کا ذریعہ باقی رہتا ہے کہ مسلمانوں کی عبادت گاہ یعنی مساجد سے جب ''حی علی الصلوۃ اور حی علی الفلاح'' کی صدا گونجتی ہے تو اسلامی عقیدہ رکھنے والا اللہ تعالیٰ کے گھر کی طرف بھاگتا ہے اور غیر مسلم کفر کی وجہ سے مساجد کا رخ نہیں کرتے۔ اب اگر اپنے آپ کو جنت کا حقدار اور دین کے احکامات پر عملداری کا نام ونہاد دعویدار مسجد سے فلاح اور صلاح کیلئے بلانے کی آواز پر

کوئی توجہ ہی نہ دے تو اسی مقام پر ایک غیر مسلم اوراسی زبانی کلامی مسلمان کے درمیان کیا فرق رہ جاتا ہے۔انتہائی افسوس اور لمحہ فکر یہ تو یہ ہے کہ اگر کسی مسلمان کو یہود وعیسائیوں کے لباس میں ملبوس دیکھ کر کہا جائے کہ تمہیں غیر مسلموں کے شعار کو اپنانے کی بجائے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لباس' انداز کو اپنانا چاہیے تو پشیمانی اور ندامت کی بجائے فوراً کہہ دیگا کہ دین وایمان کا لباس اور شکل وصورت سے کیا تعلق ہے۔اپنے اسلامی تشخص کو اپنے ہاتھوں سے ختم کرنے میں بھی کوئی شرم وعار محسوس نہیں ہوتی۔انسان جب ان حدود کو پھلانگ دیتا ہے کہ غلطی کا احساس واعتراف نہ رہے تو پھر نہ اصلاح کی کوئی صورت ممکن ہوتی ہے اور نہ پھر توبہ کی توفیق۔ظاہری حالت بھی جب ایسی ہو جائے اور پھر ستم بالائے ستم کہ جو بدنصیب نماز جسے "الصلوۃ معراج المومنین" جیسے اعلیٰ ترین صفات سے نوازا گیا ہے' کیلئے بلانے پر بھی لبیک اور عملی قدم نہ اٹھائے بھلا اس شخص کا انجام کیا ہوگا۔

تارک صلوۃ کا انجام

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے

وعن ابن عباسؓ قال ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال من ترک الصلوۃ لقی اللہ وھو علیہ غضبان (رواہ البزاز)

"ابن عباس سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص نے نماز ترک کردی وہ اللہ تعالیٰ سے ایسی حالت میں ملے گا کہ اللہ تعالیٰ اس سے سخت ناراض ہوگا"

جس سے اللہ تعالیٰ ناراض ہو اور اللہ تعالیٰ کے علاوہ تمام مخلوقات راضی ہوں اللہ تعالیٰ کے عذاب سے اسے کوئی نہیں بچا سکتا۔ جس سے تمام انس وجن ناخوش ہوں مگر مالک کون ومکان رب المشرقین والمغربین کی خوشنودی حاصل ہو اسکو دنیا کی کوئی طاقت نہ دنیا میں اور نہ آخرت میں ذلت ورسوائی سے دو چار کرسکتی ہے

قرآن کی تلاوت دعا کی قبولیت

ہاں یہاں ایک اہم بات ذکر کرنا بھول چکا ہوں کہ بچہ کی زبان پر جب اللہ تعالیٰ کا پاک نام جاری ہواور وہ باقاعدہ تعلیم حاصل کرنے کیلئے دہلیز پر قدم رکھنے کے قابل ہوتو اس کیلئے باقاعدہ ناظرہ اور پھر کلام مجید فرقان حمید کی تلاوت اور کلمات اصول وقواعد کے مطابق سیکھنے کا بندوبست کرنا والدین کی ایسی ذمہ داری ہے جس سے صرف نظر کرنا ایک مسلمان کی شان ہی نہیں۔قرآن کے سیکھنے کا بہترین زمانہ بچپن ہے' نہ زیادہ خواہشات کی حرص اور نہ ھموم وغموم کا جمع ہونا ہے۔خوش قسمت ہیں وہ سرپرست جو زمانہ عدم بلوغ سے اس فرض کی ادائیگی کے طرف متوجہ ہوکر نہ صرف اولاد بلکہ اپنے لئے آخرت کا بہترین ذخیرہ تحفہ تیار کرلیں۔یہی ذخیرہ دعوات کے قبولیت کا سبب بن کر نجات اخروی ودنیوی کا ذخیرہ بن سکتا ہے۔ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔

عن جابر قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم ان لقارئ القرآن دعوة مستجابة فان شاء صاحبها عجلها فى الدنيا وان شاء اخرها الى الاخرة.

"تحقیق قرآن کریم کی تلاوت کرنے والے کیلئے ایک ایسی دعا (مقدر کی گئی ہے) جو (ہرحال میں) قبول کی جاتی ہے۔پس دعامانگنے والا چاہےتو جلدی کر کے اس کے انعامات کو دنیا ہی میں مانگ لےاور اگر چاہےاس کوآخرت تک مؤخر کردے۔"

ایک حرف پر دس نیکیاں

معلوم ہوا کہ ختم قرآن کے موقع پر صدق دل سے مانگی گئی دعا کا قبول ہونا تو ضروری ہے' اسکا دارومدار اب دعامانگنے والے پر ہے کہ قیامت کے آفات ومصائب سے بچنے کا طلبگار ہےاور دعا میں یہی نیت کی تو انہی مصائب مشکلات سے محفوظ رہےگا اور اگر آخرت میں جنت کے حصول کا خواہشمند ہےتو دعا جنت کی حصول کی شکل میں قبول ہوگی قرآن کے ہر حرف پر دس نیکیوں کے ملنے کی حضور نے امت کو خوشخبری فرمائی۔

عن عبدالله ابن مسعودؓ قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم من قرء

حرفا من کتاب الله فله به حسنة والحسنة بعشر امثالها لا اقول (الم) حرف الف حرف ولام ' حرف و میم ' حرف (رواه الترمذی)

''عبداللہ ابن مسعودؓ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت فرمارہے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص نے کلام اللہ کا ایک حرف پڑھا' اس کیلئے ہر حرف کے عوض ایک نیکی ہے۔ (یہ ایک نیکی) دس نیکیوں کے برابر ہے۔ میں یہ نہیں کہتا کہ الم ایک حرف ہے بلکہ ''الف'' ایک حرف ہے ''لام'' ایک حرف ہے ''میم'' ایک حرف ہے۔

محترم حاضرین! اس رحیم وکریم ذات سے ہم اور آپ سب قربان ہوجائیں اس کے شان کریمانہ ورحیمانہ کا اندازہ اس حدیث سے لگائیں کہ قرآن کے ایک حرف پڑھنے پر دس نیکیاں اور صرف ''الم'' پر کم از کم تیس اجور ملنے کا وعدہ ہے۔ اور اگر ایک برائی جس کا صرف ارادہ نہیں بلکہ عملی طور پر ارتکاب کیا جائے تو صرف ایک گناہ لکھا جاتا ہے۔ وہ بھی جو فرشتہ برائیوں کے لکھنے پر مامور کافی دیر لکھتا نہیں بلکہ اس انتظار میں رہتا ہے کہ ممکن ہے کہ یہ شخص اپنی غلطی کا اعتراف کرکے دل سے توبہ تائب ہوجائے تو نامہ اعمال میں لکھنے کی نوبت بھی نہیں رہتی ۔ علماء وطلباء جانتے ہیں کہ حروف مقطعات میں سے ''الم'' ایسا لفظ ہے جسکے حقیقی معنی اور مفہوم کو جاننے سے انسان قاصر ہے۔ علماء ومفسرین جو مفہوم بیان کرتے ہیں' وہ احتمالات کی حد تک ہیں' ان الفاظ کا حقیقی مفہوم واللہ اعلم بمرادہ کے مطابق رب کائنات ہی کو معلوم ہے' تو جب ایسے لفظ جس کے اصلی معنی سے ایک قاری ناواقف ہے پر کم از کم تیس درجات ملتے ہیں تو ان حروف مقطعات کے علاوہ باقی قرآن جو قاری ان کے معانی' مفہوم سے واقف ہو اس کو تلاوت وقرأۃ پر ملنے پر اجر وثواب کا احاطہ کرنا بھی مشکل ہے' اتنا تو معلوم ہوا کہ اگر بغیر معنی جانے کوئی مسلمان تلاوت قرآن کرتا رہے وہ بھی حصول ثواب سے محروم نہ ہوگا۔

ختم قرآن ساڑھے تین لاکھ نیکیاں

بہرحال کتنا ہے خوش بخت وہ شخص جسے اللہ تعالیٰ نے قرآن سیکھنے کی توفیق بخشی' وہ دن

رات کے کسی حصہ میں اس نعمت عظمیٰ سے مالا مال ہونے کیلئے باقاعدہ تلاوت کرکے اس عمل کو اپنا وظیفہ بنارکھا ہے، قرآن کے ختم پر اس نے قریباً ساڑھے تین لاکھ حروف کو پڑھا۔ مذکورہ حدیث کے مطابق ہر حرف پر دس نیکیاں اور اجر کا مستحق ہوکر مجموعہ کروڑوں اجور کو پہونچ جاتا ہے۔ اس قاری اور تلاوت کرنے پر یہ درجات صرف اس وجہ سے مل رہے ہیں کہ اس کے والدین نے اس کو یہ اہم حق دلاکر قرآن پڑھنے والا بنادیا۔ تو جو مرتبہ مقام اس کو ملنے والا ہے اس میں اس کے یہ نیک بخت والدین بھی برابر کے شریک ہیں، جیسے ایک مسلمان گھرانے کے مسلمان بچے کو والدین کی طرف سے تعلیم قرآن کا اہتمام نہ کرنے میں والدین بھی برابر کے شریک جرم ہونگے۔ کیونکہ آباء واجداد اور بچوں کے سرپرست کو اپنی اولاد کے متعلق حکم دیا گیا ہے کہ اولاد کی اچھی تربیت، اسلامی احکامات وتعلیمات سے روشناس کرانا ان کی ذمہ داری ہے تاکہ کسی بچے کو یہ شکایت کرنے کا موقع نہ ملے کہ اضعتنی ولیداً فاصعتک شیخا۔ تو نے مجھے بچپن میں ضائع (میرے دینی تعلیم وتربیت کا بندوبست نہ کرکے) کیا میں نے بڑھاپے میں تجھے ضائع کردیا۔ والدین کے حقوق کی ادائیگی تب ہوگی جب انہوں نے اولاد کی ابتدائی تعلیم وتربیت قرآن اور اس کے ارشادات کی روشنی میں کی ہو جب والدین اس سے غافل رہے تو بڑھاپے میں اولاد کی نافرمانی اور انکو تکلیف پہنچانے کا گلہ کرنا بے محل ہے۔

اولاد کو تین خصلتیں سکھاؤ

شارع علیہ السلام نے ابتدائی تعلیم وتربیت کے بارہ میں واضح ہدایت فرمائی تھی۔

عن علی کرم اللہ وجھہ أدبوا اولادکم علی ثلث خصال حب نبیکم وحب اھل بیت وقرأۃ القرآن الخ

"حضرت علی کرم اللہ وجہہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کررہے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اپنی اولاد کو تین خصلتیں سکھلاؤ، اپنے نبی کی محبت اس کے اہل بیت کی محبت اور قرآن کی قرات۔

محترم حضرات! خطبہ کے ابتداء میں آیت مبارکہ اور حدیث طیبہ کے ضمن میں عرض ہورہا تھا کہ والدین کو جب بچے سات سال کی عمر تک پہونچ جائیں' نماز کی تعلیم وتلقین شروع کرنی چاہیے اگر دس سال کی عمر کو پہنچ کر پھر بھی نماز کی طرف راغب نہ ہوں تو معمولی مارنا بھی چاہیے' نماز جو کہ فرمودات نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے مطابق انسان کو کفر سے ملانے والی چیز نماز کا چھوڑ دینا ہے' جس شخص نے نماز کی حفاظت کی قیامت کے دن نماز اس کیلئے نور اور اسکے ایمان کی دلیل اور نجات کا ذریعہ ہوگی اور جس فرد نے نماز کی حفاظت اور اس پر مداومت نہ کی' تو نہ اس کیلئے روز قیامت نور ہوگی اور نہ ایمان پر دلیل اور ذریعہ نجات ہوگی اور ایسا شخص قیامت کے دن قارون' فرعون' ہامان اور ابی بن خلف کے صف میں ان کیساتھ ہوگا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دنیا سے تشریف لے جاتے وقت جو اہم وصیت اور امت کی توجہ جس لازمی اور منکرات وفحشاء سے بچانے والے عبادات جن کا تعلق صرف اور صرف اللہ کی ذات باری تعالیٰ سے ہے فرمائی وہ نماز ہی ہے۔ فرمایا الصلوة وما ملکت ایمانکم' نماز التزام سے پڑھتے رہو اور اپنے زیردست لوگوں کے حقوق کا خیال رکھ' جس آیت کریمہ یعنی وامر اھلک بالصلوة وصطبر علیھا کی تلاوت سے بھی یہی معلوم ہورہا ہے کہ اپنے متعلقین (اولاد اہل خانہ وغیرہ) کو بھی نماز کی تاکید کیا کریں اور خود بھی اس پر دوام کے ساتھ قائم رہیں۔

رزق کی ذمہ داری اللہ تعالیٰ نے لی ہے

والدگرامی شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحق برّد اللہ مضجعہ اس آیت کی تفسیر کے موقع پر فرمایا کرتے تھے کہ نماز کی ادائیگی کے حکم پر اگر کوئی تصور کرے کہ اوقات جب نماز کی ادیگی میں مصروف ہوجائیں تو رزق کھانے کیلئے کیسے ملے گا' اس خالق مالک ذات نے اس غلط تصور کے ازالہ کیلئے فرمایا لانسئلک رزقا نحن نرزقک یعنی ہم تجھ سے رزق کا سوال نہیں کرتے۔ تمہیں رزق دینے والے ہم ہیں' رزق اور اس کے عوامل واسباب تو حقیقی رازق یعنی اللہ تعالیٰ کے دست قدرت میں ہیں۔

یہاں یہ بات یاد رکھیں کہ عبادات و مامورات پر عمل کے ساتھ ساتھ انسان کیلئے اسباب رزق کے جائز وحلال ذرائع ووسائل اختیار کرنے لازمی ہیں۔ اسلام میں کہیں بھی ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر رزق کے ملنے کی ترغیب نہیں۔ اصل مسبب الاسباب اور ہر نعمت کے ملنے کا عقیدہ یہ ہو کہ اسکے دینے والا رب العالمین ہے۔ عادۃ اللہ یہی ہے کہ دنیوی امور میں انسان کے اسباب اختیار کرنے پر نتیجہ اسی پر مرتب فرماتے ہیں۔ ورنہ چرند و پرند اور حیوانات میں تو آپ کا مشاہدہ ہے کہ صبح گھروں' باڑوں' گھونسلوں سے نکل کر بغیر کسی ہل چلائے' تگ ودو کرنے کے شام کو گھر اور گھونسلوں کو اس حالت میں آتے ہیں کہ ان کے کھوے اور پوٹے غذا سے بھرے رہتے ہیں۔

اسی ایک آیت سے مفسرین اور بزرگوں نے نماز کے ہزار ہا فوائد سے ایک یہ فائدہ جس کیلئے وہ دردر کی خاک چھانتا ہے' یہ بھی فرمایا ہے کہ نماز کی برکت سے رزق و معاش میں فراخی اللہ تعالیٰ نصیب فرماتے ہیں۔ لیکن شرط یہ ہے کہ نماز' نماز ہو صرف جھکنا' اٹھنا' بیٹھنا نہ ہو بلکہ مکمل خشوع وخضوع۔ ظاہر و باطن رب کائنات سے ہم کلام ہو۔

ہر بچہ فطرت سلیمہ پر پیدا ہوتا ہے

دنیا میں آنے والے تمام بچے فطرت سلیمہ کو ساتھ لے کر پیدا ہوتے ہیں۔ خواہ والدین یہودی' نصرانی' مجوسی' ہندو وغیرہ کیوں نہ ہوں' یہی وجہ ہے کہ کفار کے وہ بچے جو عقل وشعور میں آنے سے پہلے پہلے مرجائیں وہ کافر ماں باپ کی طرح جہنم میں نہیں جائیں گے۔ یہ تو ماں باپ ہوتے ہیں کہ اگر یہودی ہوں تو ان کو یہودیت کی راہ پر لے جاکر یہودی بنادیتے ہیں اگر عیسائی ہیں تو عیسائی' ہندو ہیں تو ہندو۔ اب مسلمان بچے کی ایمانی تربیت کا دور یہاں سے شروع ہوجاتا ہے جب عقل وفہم کے دروازے میں داخل ہونے کی طرف مائل ہو۔ صراط مستقیم پر چلانے کے لئے ابتداء سے پہلے زبان وقلب میں خالق کائنات کے عقیدہ وحدانیت اسی کلمہ توحید کے بولنے اور سمجھنے سے راسخ ہوتا ہے' اسی اہم نقطہ کی وضاحت مرشد اعظم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے ارشاد میں فرماتے ہیں:

جب اولاد والدین کے خلاف مقدمہ درج کرے گی

کل مولود یولد علی الفطرة فابواه یهود انه اوینصرانه اویمجسانه (بخاری)

''دنیا میں پیدا ہونے والا ہر بچہ فطرت سلیمہ پر پیدا ہوتا ہے۔ پس اس کے ماں باپ اس کو یہودی عیسائی اور مجوسی بنا دیتے ہیں'' اب اس کا انحصار ماں باپ پر ہے کہ اولاد کو راہ حق پر لگاتے ہیں یا گمراہی کے اندھیروں کے سپرد کر کے اپنے اور اولاد کو جہنم کا ایندھن بناتے ہیں۔ یہ وہ بنیادی موڑ ہے کہ اگر یہاں سے بچہ کو اپنی فطرت پر چلانے کی کوشش نہ کی گئی جو والدین کہ ذمہ داری تھی تو یہی اولاد آگے چل کر بگڑنے کی صورت میں روز قیامت اپنے سرپرستوں کے خلاف گواہی دیں گے کہ یا اللہ ہماری پیدائش تو فطرت سلیمہ پر ہوئی مگر انہوں نے اپنے فرائض سے غافل ہو کر رحمان کی بجائے ہمیں شیطان کے رحم و کرم پر چھوڑ دیا۔ انسان کا ازلی دشمن شیطان تو انسان کے پیدا ہونے کے ساتھ ہی اسے اپنے مکروفریب میں مبتلا کرنے کے لئے گمراہی کی ڈورے ڈالنا شروع کر دیتا ہے۔ نومولود اکیلے اپنی ناسمجھی اور ناپختگی کے بل بوتے پر اس عیار دشمن کے مقابلہ کی سکت نہیں رکھتا۔ اسے شکست دینے میں اہم کردار والدین کا ہے کہ اس کے کچے ذہن میں شیطان کے کفری کلمات وعقائد داخل ہونے سے پہلے اس کی ذہنی نشوونما ایسے کلمات سے شروع کر دے تو اسے اپنے مالک حقیقی اور پالنے والے کا مبارک نام ''اللہ اللہ'' اور لا الہ الا اللہ سکھایا جائے۔ وحدانیت الٰہی پر مشتمل یہ الفاظ مبارکہ جب اس کے زبان و ذہن پر ثبت ہو جائیں پھر ابلیس لعین کو اسے راہ حق سے ہٹانا آسان نہ ہوگا۔

چھوٹی عمر میں اولاد کو نماز کی عادت ڈلوانے کی حکمتیں

آپ کو معلوم ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا سات سال عمر میں بچہ کو نماز کا حکم دینا اور دس سال کی عمر میں نہ پڑھنے پر سزا دینے کے فرمان سے صاف ظاہر ہے کہ یہ عمر وہ ہے جس میں انسان پر نماز فرض نہیں مگر جب اسی عمر سے اس عبادت کو والدین کے خوف سے ادا کرتا ہے' ابھی اس حد کو نہیں پہنچا کہ خوف خدا کی وجہ سے ادائیگی کرے' اس وقت جو نماز پڑھ رہا ہے وہ نہ اس کا

مکلّف ہے اور نہ حقیقی نماز کی ادائیگی ہو رہی ہے۔ یہ مراحل زندگی کے اس عمر میں ہم سب پر گزرے ہیں کہ کئی دفعہ والدین کے خوف سے بچہ بلاوضوء نماز پڑھنا شروع کر دیتا ہے' اور نماز ہی کی حالت میں آنکھ کے کونوں سے ماں باپ کو دیکھتا ہے کہ وہ مجھے دیکھ رہے ہیں یا نہیں۔ اگر نہ دیکھے تو شروع کی ہوئی نماز کو ادھوری چھوڑ کر اور کاموں میں مشغول ہو جاتا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد کا خلاصہ اس عمر ہی سے بچے کو اس اہم عبادت کا عادی بنانا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سنن اور زیادہ تر نوافل کو گھر میں پڑھنے کے ہزاروں فوائد و حکمت ہیں۔ مگر میرے خیال میں ایک ضروری اہم نکتہ یہ بھی ہوسکتا ہے کہ گھر کے نابالغ اولاد بھی اپنے بالغ والدین کو دیکھ دیکھ کر اپنی عادت کے مطابق کہ اسکی فطرت میں نقالی ہوتی ہے۔ بار بار حالت نماز میں دیکھ کر وہ بھی والدین کے پاس آ کر اسکی نماز کی نقالی شروع کر دیتے ہیں اور حضرت امام غزالیؒ کے بقول ہر کام پہلے ریا پھر عادت اور آخر کا عبادت سمجھ کر یہ بچہ بلوغ تک اس کا عادی' پکا نمازی اور پابندی کرنے والا بن جاتا ہے۔ بزرگوں نے اسی وجہ سے تلقین فرمائی کہ بچہ جب انتہائی کمسنی کے دور میں نہ ہو کیونکہ یہ عمر مساجد میں اور لوگوں کی عبادت میں خلل کا باعث بنتا ہے' معمولی شعور و ادراک حاصل ہو تو بڑوں کو اپنے چھوٹے کبھی کبھی نمازوں کے اوقات میں مساجد میں بھی اپنے ساتھ لے جانے چاہیئں تاکہ اپنے بڑوں کو اس عبادت کی حالت میں دیکھ کر وہ بھی ان کے اس عمل کی نقالی شروع کر کے نماز کی اہمیت' طور طریقے انکے اذہان میں بیٹھ جائیں۔

رب کائنات ہمیں' ہماری اولاد اور تمام مسلم معاشرہ کو نماز پر قائم و دائم رہنے کی توفیق نصیب فرماویں۔ آمین

☆☆☆☆☆

☆☆☆

اولاد کی تربیت' اخلاق وترویج
اور محبت میں اعتدال

نحمدہٗ و نصلی ونسلم علی رسوله الکریم اما بعد: فاعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم بسم اللہ الرحمن الرحیم. والذین یقولون ربنا ھب لنا من ازواجنا وذریتنا قرة اعین واجعلنا للمتقین اماما (سورۃ فرقان)

''اور یہ وہ لوگ ہیں جو دعا کرتے رہتے ہیں اے ہمارے پروردگار ہم کو ہماری بیویوں اور ہماری اولاد کو ہمارے لئے آنکھوں کی ٹھنڈک بنا۔اور ہمیں پرہیزگاروں کا مقتدا بنادے''

وعن ابی سعید وابن عباس رضی اللہ عنھم قالا قال رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم من ولدله' ولد فلیحسن اسمه' وادبه' فاذا بلغ فلیزوجه فان بلغ ولم یزوجه فاصاب اثماً فانما اثمه علی ابیه (رواہ البیهقی فی شعب الایمان)

''حضرت ابوسعیدؓ اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہم سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس کا بچہ پیدا ہوا تو چاہیئے کہ اور اس کی اچھی تربیت کرے پھر جب وہ بالغ ہو جائے تو اس کا نکاح کردے،اگر بالغ ہونے کے بعد بھی (لاپرواہی اور غفلت سے) اس کا نکاح نہیں کیا اور اس سے گناہ کا ارتکاب ہوا تو اس کا گناہ اس کے باپ کے ذمہ ہوگا۔

اسلامی معاشرہ کی تشکیل

قرآن کریم جس میں ہمارے انفرادی واجتماعی کامیابی ونجات دارین کے ایسے پندو نصائح بھرپور انداز میں موجود ہیں جن پر اگر غوروعمل کیا جائے تو مسلمانوں کی عزت گزشتہ فضل و کمال، وحدت واجتماع، آپس میں الفت ومحبت کو دوبارہ حاصل کرنا ممکن ہوسکتا ہے۔اس کیلئے نفسانی خواہشات کے حصار سے نکل کر اسلام اور اللہ تعالیٰ کے خاص بندوں والے صفات پر عمل پیرا ہونا پڑے گا۔مسلم معاشرہ کا اپنے آپ کو فرد کہلوانے والے کیلئے یہ ضروری ہے کہ وہ اسلام میں تربیت واصلاحِ اخلاق کے نظام کو سب سے پہلے اپنے آپ پر لاگو کر کے اپنی اولاد،اہل خانہ کیلئے ایک بہترین نمونہ بن جائے تو ایسا معاشرہ ایک بار پھر وجود میں آسکتا ہے، جو قرآن کریم واحادیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات کے مطابق حقیقی معنوں میں مومنین ومسلمین کا معاشرہ ہوگا۔مگر افسوس کہ ہم نے اسلام جیسے کامل ومکمل فطرت کے عین مطابق، زندگی کے ہر شعبہ پر احاطہ اور مشکلات کا حل پیش کرنے والے دین سے راہنمائی حاصل کرنا چھوڑ کر دنیا اور آخرت کی تمام بربادیاں ایک طرف، اپنے مختصر کنبہ کی حالت یہ کہ باپ اولاد سے نالاں، اولاد والدین سے متنفر ایک عجیب بے دینی، بے چینی، نفرت اور افراتفری کا سماں برپا ہے۔

قرآن اور اسوۂ حسنہ

ام المومنین حضرت عائشہؓ سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق حسنہ کے بارہ میں پوچھا گیا تو جواب میں فرمایا: ''کان خلقه القرآن'' یعنی جو قرآن مجید میں الفاظ کی شکل میں ہے وہ مکمل طور پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت میں موجود تھا، قرآن میں جہاں قرابت داروں، غریبوں، بیواؤں، مسکینوں وغیرہ کی امداد کا حکم دیا گیا ہے۔انہوں نے سب سے پہلے خود عمل کیا۔بھوک کی اذیت کو خود برداشت کر کے دوسروں کو کھلایا۔قاتلوں، دشمنوں کو معافی کی ترغیب دے کر سب سے پہلے اپنے چچا کے دشمنوں اور قاتلوں کی معافی کا اعلان فرمایا۔رب کائنات نے سورۃ فرقان میں اپنے مقبول اور نیک بندوں کی جو نشانیاں بیان فرمائی ہیں، ان میں سے ایک نشانی

آیت نمبر ۷۴ آپ کی خدمت میں سنا چکا ہوں' ان تمام مخصوص صفات وعلامات کے سب سے پہلے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حامل بن کر قیامت تک آنے والے انسانوں کے لئے اعلیٰ نمونہ بنے' نتیجہ یہ نکلا کہ نہ صرف اپنے گھرانے' عزیزوں' قرابتداروں' گردونواح بلکہ ایک بہت بڑے خطہ ارضی پر اسلام کا بول بالا ہو کر کفر وشرک اور ظلم وناانصافی کے ستائے ہوئے لوگوں نے چین اور سکھ کا سانس لیا۔

اولاد امانت ہے

اولاد کے حقوق اور تربیت کا ذکر کافی دنوں سے کر رہا ہوں اسی سلسلہ میں خطبہ کے ابتداء میں برگزیدہ بندوں کی خصوصیات میں ایک خاصیت مالک الملک نے یہ بیان فرمائی جس کا مفہوم یہ ہے کہ اللہ کے مقبول بندے وہ ہیں جو اپنی اولاد اور اہل خانہ کیلئے رب کے حضور یہ دعوات کرتے ہیں کہ ''یا اللہ میری اولاد اور ازواج کو میرے لئے آنکھوں کی ٹھنڈک' سکون بنادے'' مسلمان والدین کیلئے اس سے بڑھ کر ٹھنڈک اور کیا ہوگی کہ ان کی اولاد مامورات پر عمل کرنے والے اور گناہوں سے محفوظ رہیں۔ یہ دعا تب نتیجہ خیز ہوگی کہ یہی اللہ تعالیٰ کے مقبول بندے اپنے نفس کی اصلاح کیساتھ ساتھ اپنی اولاد کی بھی اصلاح اخلاق' اعمال کی درستگی کی طرف بھی مسلسل متوجہ رہیں۔ اولاد والدین کے پاس اللہ کی امانت ہوتی ہے' بچپن ہی سے جبکہ اس کا دل وسینہ گناہوں اور دنیا کے ھموم وغموم اور ناجائز خواہشات سے خالی ہوتا ہے' نیکیوں کا عادی بنا کر اسکے صاف وشفاف دل کو اعمال خیر کا عادی اور برے اعمال وعادتوں سے بچنے کا خوگر بنایا جائے' کان میں اذان واقامت کہنا' بہترین اسلامی نام رکھنے' سب سے پہلے کلمہ شہادۃ سکھانا' سات اور دس سال کی عمر کے دوران

نماز کے بعد تربیت اخلاق

اسلام کے اہم عبادت نماز کا حکم دینے کیساتھ اخلاقی تربیت کی طرف بچے کی توجہ دلانا والدین کی اہم ذمہ داری ہے۔ جس کی ابتداء گھر ہی سے کرنا ضروری ہے۔ گھریلو ماحول اسلامی

احکامات و ماموارت کے مطابق ہو؛ اگر تربیت کی ذمہ داری جن حضرات کے کندھوں پر پڑتی ہے وہ خود بے دین، حق و صداقت سے عاری، معمولات زندگی کی عمارت جھوٹ پر قائم ہو، گھر میں خواہشات نفس کی تابعداری اور منکرات اور اعمال بد کا دور دورہ ہو تو ''خربوزہ خربوزے کو دیکھ کر'' کا مصداق ہو تو آپ حضرات خود اندازہ کریں کہ بچہ جس کی فطرت میں نقالی ہے، کس رنگ میں رنگا جائے گا۔

جھوٹ بدترین برائی ہے

گھر کے معاملات چلانے میں اگر سرپرست سچ و جھوٹ میں امتیاز کئے بغیر ہر معاملہ میں جھوٹ کا سہارا لیں جبکہ جھوٹ بولنا ایسا گناہ ہے جو انسان کو جہنم پہنچا دیتا ہے۔ جبکہ محسن انسانیت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

عن عبداللہؓ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان الصدق یھدی الی البر وان البر یھدی الی الجنۃ. وان الرجل لیصدق حتی یکتب عنداللہ صدیقا وان الکذب یھدی الی الفجور وان الفجور یھدی الی النار وان الرجل لیکذب حتی یکتب عنداللہ کذابا (رواہ مسلم)

''حضرت عبداللہؓ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے ارشاد فرمایا: بلاشبہ سچ بولنا نیکی کے راستہ پر ڈال دیتا ہے اور نیکی جنت تک پہنچا دیتی ہے۔ آدمی سچ بولتا ہے یہاں تک کہ اسے اللہ تعالیٰ کے ہاں صدیق لکھ دیا جاتا ہے۔ اور بلاشبہ جھوٹ برائی کے راستہ پر ڈال دیتا ہے اور برائی اس کو دوزخ تک پہنچا دیتی ہے۔

آدمی جھوٹ بولتا رہتا ہے، یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ کے ہاں بھی اس کو کذاب جھوٹا لکھ دیا جاتا ہے۔

مومن جھوٹا نہیں ہوسکتا

جھوٹ نہ صرف شرعی و دینی لحاظ سے بدترین برائی ہے بلکہ عرف و اخلاق و معاشرہ اور سوسائٹی میں اس عمل کو بدترین نگاہوں سے دیکھا جاتا ہے حتی کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم

نے مسلمان اور جھوٹ کو دو متضاد امور قرار دیئے ہیں۔

عن صفوان بن سليم رحمه الله انه قال . قيل: لرسول الله ﷺ ايكون المؤمن جبانا؟ فقال نعم فقيل له' ايكون المؤمن بخيلا فقال نعم. فقيل له' ان يكون المؤمن كذابا؟ قال لا. (رواه مالک والبیهقی)

''حضرت صفوان ابن سلیم فرماتے ہیں: کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا کہ مومن بزدل ہوسکتا ہے؟ آپ نے فرمایا: ہوسکتا ہے، پھر پوچھا گیا کہ کیا مومن بخیل ہوسکتا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہوسکتا ہے، پھر پوچھا گیا کہ کیا مسلمان جھوٹا ہوسکتا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مسلمان جھوٹا نہیں ہوسکتا۔

ایک اور مقام پر ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے: کہ ''مؤمن پیدائشی طور پر کئی عادات و خصلتوں کا حامل ہوسکتا ہے مگر اس میں خیانت اور جھوٹ جیسی بری عادات نہیں آسکتیں''

جھوٹ سے فرشتوں کو نفرت ہے

یہ بات یاد رکھیں کہ اگر مالک الملک نے جہاں ہر مسلمان کی خیر و شر کو لکھنے کیلئے اس ڈیوٹی پر اس کے ساتھ فرشتے مقرر فرمائے تو وہاں اسکی حفاظت کیلئے بطور رحمت و نعمت بھی ان نفوس قدسیہ کو مامور فرمایا۔ تو جس شخص و مقام میں جھوٹ آجائے وہاں سے وہی رحمت کے فرشتے کوسوں دور چلے جاتے ہیں۔

فرمان مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہے:

عن ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنهما قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم اذا كذب العبد تباعد عنه الملك ميلاً من نتن ماجاء به (رواه الترمذی)

''حضرت عبداللہ ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جب کوئی بندہ جھوٹ بولتا ہے تو اس کی بدبو کی وجہ سے (حفاظت کرنے والے) فرشتے ایک میل دور چلے جاتے ہیں''

جب والدین سچ بولیں

غور کا مقام ہے اس بدترین گناہ کا اثر کس قدر خوفناک صورت میں سامنے آتا ہے کہ یہ فرد تو کیا اس جھوٹ کی بدبو سے اس گھر میں موجود افراد حفاظت کرنے والے فرشتے کی موجودگی سے بھی محروم ہو جاتے ہیں' یہی وجہ ہے کہ باری تعالٰی نے جھوٹوں کیساتھ اٹھنے بیٹھنے سے منع کرتے ہوئے فرمایا۔ **یا ایھا الذین آمنوا اتقوا اللہ و کونو مع الصادقین** ''اے ایمان والو! اللہ تعالٰی سے ڈرو اور سچوں کے ساتھ رہو' اپنے اور گھر کے تمام افراد بلکہ پوری عمر کے فلاح و نجات کیلئے انتہائی بیش قیمت نسخہ کا۔''

ارشاد احکم الحاکمین نے فرمایا: کیونکہ اسی سچ بولنے کے نتیجہ میں مسلم معاشرہ کی نجات اور اس کی جگہ جھوٹ بولنے میں ہلاکت و بربادی ہے۔ والدین اگر اپنے کردار کو اسلامی سانچے میں ڈھالیں جس میں سچ بولنے کو مرکزی حیثیت حاصل ہے اور اپنی اولاد کے سامنے دیندار افراد بن کر اپنے آپ کو بہترین ماڈل کے طور پر پیش کریں تو اولاد کا سب سے پہلے معاشرہ کے جن افراد سے واسطہ پڑ کر ان سے متاثر ہوتا ہے' وہ والدین ہی ہیں ان کے راستے پر بچپن سے چلنے کی کوشش کریگا' اگر والدین نے جھوٹ کا راستہ اپنایا ہے تو اولاد بھی ان کے نقش قدم پر چلتے ہوئے اپنی آئندہ زندگی کا ڈھانچہ جھوٹ ہی پر بنانے اور اپنانے کی کوشش کرے گی۔ بچے کو جب گھر کا ماحول ہی ایسا ملے گا وہ تو عقل و شعور کی ناپختگی اور عدم تربیت کی وجہ سے یہی سوچے گا کہ کامیاب راستہ وہی ہے جو میری تربیت کرنے والوں نے اختیار کیا ہے۔

مرشد اعظم صلی اللہ علیہ وسلم کی تو واضح ہدایت ہے کہ جب بچہ سے بھی وعدہ کرو اس کا بھی ایفاء کر لیا کرو۔

تربیت کنندگان کو اپنے بچوں اور اولاد کے سامنے مذاق یا کسی کام کی طرف رغبت اور توجہ دلانے کے لئے بھی جھوٹ بولنے سے منع فرمایا ہے۔

عن عبداللہ بن عامرؓ قال قال دعتنی امی یوما و رسول اللہ صلی اللہ علیہ

وسلم قاعد فی بیتنا فقالت ھا تعال أعطیک فقال لھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ما اردت ان تعطیہ قال اردت ان اعطیہ تمرا فقال لھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اما انک لولم تعطیہ شیئاً کتبت علیک کذبۃ (رواہ ابی داؤد)

''حضرت عبداللہ بن عامرؓ کہتے ہیں کہ ایک دن میری والدہ نے مجھے اپنے پاس بلایا اور کہا کہ لو آ ؤ میں تم کو (ایک چیز) دوں گی۔ اس وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے گھر میں موجود تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے میری والدہ سے پوچھا تم نے اس کو کیا چیز دینے کا ارادہ کیا تھا؟ انہوں نے کہا کہ میں اس کو ایک کھجور دینا چاہتی تھی' آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کہ یادرکھو اگر تم اس کو کچھ نہ دیتی تو تمہارے نامہ اعمال میں ایک جھوٹ لکھ دیا جاتا۔

جھوٹ کی لاشعوری تربیت کی مضرتیں

جیسے کہ معاشرہ میں ایک معمول بن کر اسے گناہ سمجھنا تو کیا اولاد کی تربیت کے اصول سے متصادم سمجھنے والے کو آج کے عقل مند بے وقوف سمجھے گا کہ بھائی میں نے صرف مذاق کے طور پر اسے اپنے پاس آنے کیلئے کسی چیز دینے کی ترغیب دی اسے بھی گناہ سمجھنے والے کو تنگ نظر مولوی اور کیا کیا القاب سے نوازا جاتا ہے اور عقل سے عاری یہ روشن دماغ لوگ یہ سمجھنے سے قاصر ہیں کہ میرا یہ معمولی سمجھنے والا جھوٹ اس بچے کے ذہن ودماغ کو جھوٹ کا عادی بنا سکتا ہے۔ ہمارے ہاں آج کوئی اہتمام مسلمانوں میں نہیں کہ ہم پر اولاد کے حقوق کے سلسلہ میں جو ذمہ داری عائد ہوتی ہے اس میں انتہائی ضروری یہ بھی فریضہ ہے کہ ان کو سچائی کی ترغیب اپنے قول وفعل سے ان کو جھوٹ کی عادت سے بچایا جائے۔ بدقسمتی سے بچپن ہی سے دانستہ یا غیر دانستہ جھوٹ کی راہ پر چلانے کی کوشش جاری رہتی ہے۔ دستک یا گھنٹی بجنے پر جب بچہ دروازے پر پہنچ کر آنے والا اس والد یا سرپرست کی موجودگی کا پوچھتا ہے' بچہ جب آ کر اپنے مربی کو اطلاع دیتا ہے کہ فلاں شخص آپ سے ملنے آیا ہے' جب یہ صاحب اس سے ملنا نہیں چاہتا' بلاخوف وتامل بچے کو کہہ دیتا ہے کہ واپس جا کر اس شخص کو کہہ دو کہ میرا باپ گھر پر موجود نہیں۔ وہ بھی جا کر یہی جملہ تو کہہ دیتا ہے مگر

تربیت کی ذمہ داری جس کو سونپی گئی ہے اس کو رتی بھر یہ احساس نہیں کہ میری اس حرکت کا اس کچے ذہن والی اولاد پر کیا اثر مرتب ہوگا۔ یہیں سے شعوری یا غیر شعوری طور پر جھوٹ کی پٹری پر چڑھا یا گیا۔ بچہ تو نا سمجھ ہوتا ہے کئی دفعہ دروازے پر موجود شخص کے پاس جا کر اسے کہہ دیتا ہے کہ میرے فلاں مربی نے کہا کہ ملنے والے کو کہہ دو کہ وہ گھر میں موجود نہیں۔ دوسرے کو دھوکہ دینے اور ٹالنے کی بجائے خود بھی ذلت اور رسوائی سے دوچار ہوجاتا ہے' سلف صالحین نے اپنے بچوں کو سچ کا عادی بنانے کیلئے کیا کیا جتن اور اصول اپنائے۔ آج ہم اکابر کے ان زریں واقعات کو چھوڑ کر یہ بھی بھول جاتے ہیں کہ سچ بولنا اور جھوٹ سے بچنے جیسے اعلیٰ و مقدس روایات ہمارے دین اور دینی تربیت ہی کے بلند و بالا اصول ہیں نہ کہ موجودہ دور کے عیسائیوں' یہودیوں یا غیر مسلموں کے' ہمارا کام صرف یہ کہنا رہ گیا ہے' کہ غیر مسلم بالکل جھوٹ نہیں بولتے اور مسلمان جھوٹ بولتے ہیں، جبکہ یہ خوبیاں ہماری بے حسی کی وجہ سے غیر مسلموں نے ہم سے چھینی ہیں اور اپنے اعمال بد کو ہمارے سامنے آراستہ و خوبصورت بنا کر ہمیں ان کا عادی و دلدادہ بنا دیا ہے' ہماری اس بے راہ روی پر ہمیں خود اپنے آپ پر ماتم کرنا چاہیے بجائے اس کے کہ پہلے دوسرے کو مورد الزام ٹھہرائیں۔

شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کے بچپن کا دلچسپ واقعہ

شریعت کی تعلیمات پر یقین کرنے والے بزرگوں نے اپنی اولاد کی تربیت اس انداز سے کی کہ طفولیت ہی کے دور سے اولاد کے عمل کرنے کی وجہ سے بڑے بڑے مفسدوں' فاسق و فاجر لوگوں کی زندگی میں ان کو دیکھ کر عجیب و غریب دینی انقلاب رونما ہوتے۔ شیخ عبدالقادر جیلانیؒ بچپن میں حصول علم کیلئے مکہ مکرمہ سے بغداد کے ارادہ سے روانہ ہوئے، رخصتی کے وقت ماں نے اخراجات کیلئے چالیس دینار دینے کیساتھ ہمیشہ سچ بولنے کا وعدہ لیا راستہ میں ڈاکوؤں نے روکا ایک ڈاکو کے پوچھنے پر میں نے سچ کہتے ہوئے کہ میرے پاس چالیس دینار ہیں میرے اس بیان کو مذاق سمجھ کر مجھے چھوڑ دیا۔ اس کے دوسرے ساتھی نے بھی مجھ سے وہی سوال کیا کہ تمہارے پاس کیا ہے؟ میں نے وہی پہلا والا جواب دیا وہ مجھے اپنے سردار کے پاس لے

گئے۔اس سوال پر بھی میں نے اپنا پہلا والا سچ یہاں بھی دوہرایا۔اس نے مجھ سے میرے بار بار سچ پر اصرار کرنے کی وجہ پوچھی میں نے اسے اپنی ماں سے سچ بولنے کے وعدے کا ذکر کیا کہ کہیں ماں سے کیا ہوا وعدہ توڑنے کا مرتکب نہ ہو جاؤں۔میرے اس وعدہ خلافی نہ کرنے کا سن کر وہ گھبراہٹ کی حالت میں چیخنے لگا کہ تم تو اپنی والدہ سے کئے ہوئے وعدہ کا اتنا خیال کر رہے ہو اور میں اللہ تعالیٰ سے کئے ہوئے عہد کو توڑ کر راوروں کے مال میں خیانت سے نہیں ڈرتا۔شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کے ہاتھ اللہ تعالیٰ سے توبہ تائب ہو کر اپنے ماتحتوں کو لوگوں کا لوٹا ہوا تمام مال واپس کرنے کا حکم دیا۔سچ بولنے کی برکت دیکھئے کہ نہ صرف ان کا سردار ڈاکہ زنی سے توبہ کر گیا بلکہ اس کے حکم پر ڈاکہ ڈالنے والے اس کے تمام مقلدین بھی اس کی تقلید میں راہ حق کے متلاشی ہو کر عمر بھر کے لئے حق و سچ پر عمل کرنے والے بن گئے۔صحیح تربیت دینے والے کے اسلوب تربیت کا نتیجہ دیکھیں کہ وہ بچہ نہ صرف خود صحیح تربیت سے مالا مال ہوا بلکہ کئی دین و دنیا کے اعتبار سے بگڑے ہوئے جوانوں کیلئے ایک عمدہ اور بہترین نمونہ بن گئے۔خلاصہ یہ کہ بچوں کو اسلامی ماحول و معاشرہ میں پرورش کرانا نہ صرف اولاد کیلئے سودمند ہے بلکہ غلط تربیت اور گھر کے خراب ماحول کے اثر سے والدین بلکہ تمام خاندان کے لئے وبال جان اور مصائب و مشکلات پیدا کرنے کا باعث ہوگا۔

اولاد سے محبت میں اعتدال

اولاد سے محبت کرنے کے بارے میں تفصیلی بیان کر چکا ہوں' محبت بھی ایسی ہو جو اسلام کے بتائے ہوئے اصول کے دائرہ کے اندر ہو'نہ زیادہ سختی ہو اور نہ محبت کی آڑ میں بچوں کو ایسا آزاد اور بے لگام چھوڑا جائے کہ ان کا گزر اوقات ایسے بچوں سے ہو جائے جو غلط ہاتھوں میں جا کر بداخلاقی جھوٹ' چوری،فضول خرچی' لہو ولعب اور عیش پرستی کی راہیں اختیار کر چکے ہوں،اگر بچپن ہی سے روپے پیسے دینے کی فراوانی کر دی جائے' اگر کسی دن والدین کے ہاتھ تنگ ہوں' انکا مطالبہ جس کے عادی بن چکے ہوں' پورا نہ ہو سکے تو ناسمجھی کی وجہ سے گھر سے چوری سے بھی اجتناب نہیں کرتے۔معمولی معمولی چوریاں شروع کر کے خطرہ ہوتا ہے کہ خدانخواستہ جوانی کی

دہلیز پر اس حالت میں اخل ہو کر اس سے بڑا ڈاکو بن جائے۔ اگر والدین میں سے کسی ایک مثلاً باپ کو رشوت لیتے ہوئے یا چوری کرتے ہوئے دیکھ لے تو اولاد بھی ان کے ناجائز اور مجرمانہ اعمال کی طرف راغب ہو کر اپنے لئے جواز کی سند بنالیتے ہیں۔ اگر ان کی تربیت ان کو صراط مستقیم پر لا کر پالنا ہے تو والدین کیلئے ضروری ہے کہ اولاد کو جھوٹ بولنے' بات بات پر جھوٹے قسم اٹھانے سے بچاتے رہیں۔ یہ تب ہوگا جب مربی سب سے پہلے اپنے عمل و گفتار سے یہ ثابت کرے کہ اس کا دل خدا کے خوف سے معمور ہے۔ اسے دیکھ کر اولاد کے دل میں بھی خوف خدا بچپن ہی سے راسخ ہو کر بری عادات، خصوصاً چوری' چغلی اور اس پرفتن دور کے نئے نئے خرافات اور گندگی سے بھرپور مجالس و محافل سے آئندہ محفوظ رہے گا۔

والدین کی نافرمانی کی اولاد بھی نافرمان ہوگی

اگر ماں باپ میں خود اتحاد' اتفاق اور محبت کا فقدان ہو' ہر وقت مشت و گریباں اور ایک دوسرے کو گالم گلوچ سے گھر میدان کارزار بنا ہو' بدظنی اور بدگمانی کا دور دورہ ہو' نماز کی پابندی نہ ہو' فلمی اداکاروں' اداکاراؤں بے حیائی سے بھرپور فحش فلموں' ڈراموں' گانے سننے اور رقص و سرود کی محافل دیکھنے کا صبح و شام اہتمام ہو اور یہ نیم سمجھدار بچے بھی ان بڑوں کے گناہوں سے محظوظ ہو کر انکی ایک ایک حرکت کو نوٹ اور تمام اداؤں کو دیکھ رہے ہوں تو ایسے والدین کو یقین کر لینا چاہیے کہ انکی اولاد جن کو یہ نادان سمجھ رہے ہیں ''قرۃ عین'' یعنی آنکھوں کی ٹھنڈک نہیں بلکہ انہی جیسی بنی گی

اولاد والدین کا پرتو

کئی بدقسمت ایسے والدین بھی ہیں جو اپنی اولاد کے سامنے اپنے بڑوں کو ٹوکتے ہیں۔ انکی بڑائی' عزت و عظمت کا قطعاً خیال نہیں رکھتے' ایسے والدین کے بارے میں بزرگوں کا ارشاد ہے کہ ''جو اپنے والدین (بڑوں) کا نافرمان ہو وہ کبھی بھی اپنی اولاد سے خوشی کا موقع نہ دیکھ سکے گا۔'' ایک مشہور بزرگ ثابت بنانی ؒ فرماتے ہیں کہ ایک شخص کسی جگہ اپنے باپ کو مار رہا تھا' اسے کسی نے منع کرنے کی کوشش کی، باپ کہنے لگا اسے کچھ نہ کہو میں بھی اپنے باپ کو یہیں پر پیٹا کرتا تھا اور مجھے بھی ایسا ہی بیٹا ملا

ہے جو مجھے اسی جگہ مار رہا ہے۔ اسے ملامت کرنے کی کوئی ضرورت نہیں۔

کانٹے بونے والوں کو کانٹوں کی فصل ملے گی

مربی کو چاہیے کہ جیسا کبھی کبھی حد تمیز تک پہنچنے والے بچوں کو مسجد لے جانے کی تلقین کی گئی ہے' اس کے ساتھ ساتھ اکابرین دین بزرگوں اور صلحا کی مجالس ومحافل سے ان کو روشناس کردیا چاہیئے تا کہ امت کے نیک شخصیات کو دیکھ کر ان کی عقل ودماغ میں ان کے ساتھ تعلق ومحبت کا رشتہ قائم ہونا شروع ہوجائے۔ یہ ذوق وشوق' سیکھنے اور عمل کرنے کے ابتدائی مراحل ہوتے ہیں۔ بعض' ناسمجھ سرپرست، جدید دور کے روشن خیالی سے متاثر ہوکر ایسے مواقع اور مناظر اپنے اولاد کو دکھانے کیلیئے بے تاب ہوتے ہیں۔ جہاں اجنبی مردوعورتوں کا اختلاط' بے حیائی' فحش گوئی' نام ونہاد مادر پدر آزادی اور بے لگامی کا طوفانِ بدتمیزی جاری رہتا ہے' تو جب اولاد کو مغرب اور فسق وفجور کے اس اندھے تہذیب وتمدن سے والدین خود آشنا کرنے کی کوشش کریں تو کانٹے بونے والے کو آخر میں فصل کاٹتے وقت کانٹے ہی ملیں گے۔ فطری بات ہے کہ بچہ بھی بدترین اخلاق واعادت سیکھ کر اسلامی معاشرہ کے کندھوں پر ایک ناقابل برداشت بوجھ بن کر زندگی کے اگلے مراحل میں داخل ہوگا۔

انہی گناہوں کی دلدل سے بچنے اور ناجائز افعال میں مبتلا ہونے کے خوف سے محسن انسانیت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: کہ جب بچہ اور بچی شادی ونکاح کی عمر کو پہنچ جائیں تو ان کے لئے نکاح کا بندوبست کیا جائے۔ اگر باوجود استطاعت کے والدین نے اپنی یہ ذمہ داری نہ نبھائی اور اولاد سے زنا وغیرہ جیسے قبیح جرم کا ارتکاب ہوا تو اس گناہ میں اولاد کے ساتھ ساتھ والدین بھی شریک ہوں گے۔

رب ذوالمنن ہم اور آپ سب کو اپنے زیردست افراد کے صحیح وشریعت کے مطابق تربیت دینے کی ہمت وطاقت نصیب فرماکر دین متین پر چلنے کی توفیق نصیب فرمائیں۔ آمین

مکافاتِ عمل اور صدقات جاریہ

نحمدہٗ و نصلی علی رسولہ الکریم اما بعد: فاعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم بسم اللہ الرحمن الرحیم. رب ھب لی من لدُنک ذریۃ طیبہ انک سمیع الدعا (ال عمران)

''اے پروردگار! ہم کو آپ عطا فرما اپنی طرف سے نیک اولاد۔ آپ ہی تو دعاؤں کے سننے والے ہیں۔''

وعن ابی ھریرۃؓ ان رسول صلی اللہ علیہ وسلم قال اذا مات الانسان انقطع عنہ عملہ الامن ثلثۃ اشیاء من صدقۃ جاریۃ او علم ینتفع منہ اوولد صالح یدعوالہ (ابی داؤد)

''حضرت ابوہریرہؓ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت نقل فرمائی ہے کہ جب انسان مرجاتا ہے، مرنے کے بعد ان کے نیک اعمال کا ثواب مسلسل جاری نہیں رہتا، مگر تین کاموں کا ثواب بند نہیں ہوتا بلکہ ان کا ثواب برابر جاری رہتا ہے۔(۱) صدقہ جاریہ (۲) وہ علم جس سے نفع حاصل کیا جارہا ہو (۳) اور نیک اولاد (جو اس کے مرنے کے بعد) اس کے حق میں دعا کرتی رہے۔''

نیک اولاد کی دعا

محترم حاضرین! ابتداء میں جو آیت کریمہ میں نے تلاوت کی، یہ حضرت زکریاؑ کی وہ

دعا ہے جوانہوں نے نیک اولاد کے حصول کیلئے اللہ رب العزت سے مانگی۔ اسی طرح سیدنا ابراہیمؑ کی اولاد کے بارے میں دعا قرآن مجید کی سورۃ صافات میں آپ پڑھتے رہتے ہیں کہ رب ھب لی من الصالحین ،اے رب:تو ہمیں نیک اولاد عطافرما۔ ہمیشہ آپ کو عرض کرتا ہوں کہ اللہ کی لاتعدو لاتحصیٰ نعمتوں میں ایک عظیم نعمت اولاد کا حاصل ہونا ہے۔ ایک شخص کے پاس دنیاو مافیھا اور اسکے خزانوں کے انبار لگے ہوں، مگر اولاد نہ ہو جب وہ اولاد کے نہ ہونے کا تصور کرتا ہے تو اس کی تمام خوشیاں ماند پڑ کر نہ اس کے دل کا سرور اور قرۃ العیون ہوتا ہے اور نہ زندگی میں وہ چہل پہل اور چہرے پر مسرت اور خوشی کے آثار جو اولاد جیسی نعمت کی موجودگی سے ہوتی ہے۔

مقصد حیات

رب العزت نے کائنات اور اس میں پیدا کئے تمام اشیاء حضرت انسان کیلئے پیدا فرمائے۔ انسان کے پیدا ہونے سے پہلے عالم دنیا کی صورت میں کروڑوں نعمتوں کا عظیم دسترخوان پیدا فرما کر اشرف المخلوقات کی آرام وسہولت کیلئے ہر چیز مہیا کر دی، تاکہ انسان پیدائش کے بعد مکمل طور پر اپنے غرض تخلیق یعنی اپنے خالق و مالک کے عبادت میں منہمک رہے کیونکہ انسان کے دنیا میں آنے کا مقصد ہی اپنے رب کی عبادت ہے۔ ارشاد باری ہے:

وما خلقت الجن والانس الا لیعبدون☆

''میں نے جن وانس کو صرف اور صرف اپنی عبادت کیلئے پیدا کیا''

یہ دنیا اور اس میں جو کچھ ہے یہ انسان کے خدام ہیں۔ سب انسان کیلئے پیدا کئے گئے اور انسان کو اللہ تعالیٰ نے صرف اور صرف اپنی عبادت کے لئے تمام انعامات واکرامات سے مالا مال کر دیا۔

ہر گھڑی کا حساب لیا جائے گا

بدقسمتی سے ہم یہ سمجھ بیٹھے کہ ہم دنیا کیلئے پیدا ہوئے ہیں۔ ہمارا لمحہ لمحہ خالق کل کے رضا و خوشنودی میں خرچ ہونے کی بجائے دنیا کے حصول اور مخلوق کو راضی کرنے میں استعمال ہو رہا ہے۔ ہم بالکل بھول گئے کہ اس چند روزہ زندگی کی ہر گھڑی کا ہم نے رب العزت کے سامنے جواب دینا ہے

کہ بلوغ کے بعد موت تک کے لمحات ہم نے ایسے کون سے اعمال کئے جو اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق تھے اور وہ اعمال کون سے ہیں جن کی بجا آوری سے منعم حقیقی کی صریح خلاف ورزی ہو رہی تھی۔

دنیا آخرت کی کھیتی ہے

کاش ہمارے سامنے ہر وقت ملحوظ خاطر رہتا کہ یہ دنیا جس کے معنی ہی قریب ہونے کے ہیں، اس کے بعد آنے والا جہاں آخرت ہے، یہ دونوں آپس میں انتہائی قریب ہیں۔ اس میں ملنی والی چند سالہ زندگی مرضیات ربانی پر چلنے اور گناہوں سے بچنے کیلئے ہے۔ یہاں جو کچھ بویا' موت کے بعد ایک ایک عمل کا حساب دینا ہے۔ جیسے عمل ہوگا ویسے جزا ہوگی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد "الدنیا مزرعة الاخرة" یہ دنیا آخرت کے لئے ایک کھیتی کی مثال ہے۔

مکافات عمل

اگر احکام الٰہی مان لئے تو اپنی آخرت بھی سنوار دی۔ اگر ان سے انحراف کیا اور خواہشات نفس کی اتباع میں زندگی کا یہ قلیل عرصہ گزار دیا تو اپنی عاقبت خود خراب کر دی' کھیت میں غلہ و میوہ جات بوئے تو جس دن اور لوگ اپنے کھیتوں سے قیمتی پیداوار کاٹیں گے تو اعلیٰ چیز پیدا ہونے والے تخم بونے والا بھی اعلیٰ فصل کاٹے گا اور جو اعلیٰ فائدہ مند چیز کی بجائے کانٹے دار بیکار فصل کے تخم بوئے گا' اس کے نتیجہ میں بھی اسے بے فائدہ و بیکار حاصلات ملنے ہی ہیں۔ انجام اور نتیجہ کا انحصار بیج پر ہے۔

گندم از گندم بروید جو از جو — از مکافات عمل غافل مشو

گندم کا بیج ڈالو گے گیہوں اُگے گا' کیکر کا بیج ڈالو گے کانٹوں سے بھرا درخت اُگے گا۔ معلوم ہوا آخرت کے بننے اور بگڑنے کا دارومدار دنیا پر ہے۔ ان دونوں کا آپس میں ارتباط ہے۔ یہ تصور غلط ہے کہ دنیا کا تعلق آخرت سے نہیں اور آخرت کا تعلق دنیا سے نہیں۔ مالک الملک نے دنیا میں رہنے کے تمام طور طریقے بتلا دیئے، اسی طرح پیغمبر انقلاب صلی اللہ علیہ وسلم نے قدم قدم پر دنیا میں رہنے کے ڈھنگ بتلاتے ہوئے خوب وضاحت فرمائی کہ دنیا میں عیش و آرام سے زندگی بسر کرو اتنا کماؤ کہ خود کھا کر اوروں کو بھی کھلا سکو۔ مگر دنیا میں اس قدر منہمک ہونے سے منع فرمایا کہ موت کو بھول جاؤ۔

اسلام میں رہبانیت کی گنجائش نہیں

اسلام افراط وتفریط سے خالی ایک ایسا جامع اور ہر دور میں قابل عمل مذہب ہے جس میں نہ یہ تصور ہے کہ سرے سے دنیا کی کوئی حقیقت ہی نہیں بس ایک گزرگاہ ہے۔ جیسے ویسے بھی ہو یہ قلیل عرصہ گزارا جائے۔ چاہے دوسرے کے دروازہ پر دستک دے کر بھیک مانگنے پر گزارہ کیوں نہ کیا جائے۔ دنیا کی نعمتوں سے جائز فائدہ حاصل کرنا اپنے آپ پر شجر ممنوعہ قرار دے کر یہ نظریہ لے کر بیٹھ جائیں کہ بس آخرت میں پہنچ جائیں گے۔ دنیا میں زندگی کے بارہ میں یہ تصور ''رہبانیت'' ہے جو بقول آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ''لا رھبانیة فی الاسلام '' اسلام میں ترک دنیا یعنی رہبانیت کا قطعاً جواز نہیں۔ رب کائنات کے احکامات اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات کا نچوڑ یہی ہے کہ اسلام کے دعویدارو آپکی آخرت اسی دنیا پر موقوف ہے جو اعمال وافعال یہاں ادا کرو گے۔ آخرت کے خیر وشر کا نتیجہ انہی اعمال سے نکلے گا۔

نیت کی اہمیت

اصلی چیز انسان کی نیت ہے' دنیاوی عمل میں نیت اتباع نبوی ہو تو یہی دینوی عمل سے آخرت میں کامیابی حاصل ہوگی۔ دنیا میں ہر انسان کے زندہ رہنے کا دارومدار کھانے پر ہے ہر کوئی کھاتا پیتا ہے' مگر جس نے کھانا اس نیت سے کھایا کہ بدن میں غذا داخل ہوتا کہ قوت حاصل ہونے پر عبادت صحیح طریقہ سے ادا کرسکوں' یہی دینوی عمل عبادت وذخیرہ عقبی بن گیا۔ جس نے یہ نیت نہ کی بھوک تو اس کی بھی ختم ہوئی اور ہر حیوان اپنے اپنے انداز اور مناسبت سے کھاتا پیتا ہے لیکن اس حیوان کا کھانا نہ عبادت بنتا ہے اور نہ آخرت میں اجر وثواب کا باعث۔ اگر ایک مسلمان نے یتیم کے سر پر شفقت ومحبت سے ہاتھ اس نیت سے رکھا کہ ہمارے آقا اور رہبر انسانیت کا ارشاد ہے کہ جس نے یتیم کے سر پر ہاتھ اس انداز سے رکھا تو جتنے بال ہاتھ کے نیچے آئے ہر بال کے عوض نیکی اس کے حسنات کے رجسٹر میں لکھی جائے گی۔ یہی دینوی عمل نیت کی درستگی کی وجہ سے ذخیرہ آخرت بن گیا۔

دنیا خادم ہے مخدوم نہیں

ذہن میں آنکھوں کے سامنے ہر وقت یہ ارشاد ملحوظ رہتا ہے کہ **ان الدنیا خلقت لکم وانتم خلقتم للآخرة.** "دنیا تمہارے لئے پیدا کی گئی ہے اور تم آخرت کیلئے پیدا کئے گئے ہو۔"

غیر مسلم اور مسلم کا فرق یہی ہے کہ یہ دنیا جو اللہ نے تمہارے خادم کی حیثیت سے پیدا کی اس میں رہ کر خدا کی یاد کرو، مامورات پر عمل اور منکرات سے بچتے رہو، یہ نہیں کہ دنیا کو مخدوم جان کر خدا کی یاد سے بالکل غافل اور آخرت کو بھول جاؤ، ہر قسم کی جائز اور حلال روزی کمانے کی اجازت ہے، مگر شرط یہ ہے کہ اس دوران دل خوفِ خدا سے معمور ہو، کافر دنیا کو مخدوم سمجھ کر اپنے خالق حقیقی اور مالک سے غافل رہتا ہے۔ مسلمان دنیا کا استعمال اللہ تعالیٰ کی مرضیات کیلئے کرتا ہے اور کبھی دنیا کو آخرت پر ترجیح نہیں دیتا۔

دنیا آخرت کا وسیلہ ہے

بات طویل ہوگئی، بہر حال یہ دنیا دار العمل اور امتحان گاہ ہے، دنیا آخرت کا وسیلہ ہے۔ قرآن میں اسی دنیا کی تعریف بھی کی گئی اور مذمت بھی۔ ارشاد باری ہے "**انما اموالکم واولادکم فتنه**" تمہاری اولاد اور اموال تمہارے لئے آزمائش ہیں۔ اگر ان کی تربیت، کمائی اور استعمال شریعت کے مطابق ہو تو نجات ہی نجات، اور اگر غیر شرعی انداز اختیار کیا، تو دنیا و آخرت کی ناکامی۔ ایک اور مقام پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد: **نعم المال الصالح للرجل الصالح** "ایک نیک انسان کا اچھا مال اس کی بہترین کمائی اور مال ہے۔"

جس جگہ اولاد کی تربیت رضائے خداوندی کے مطابق نہ ہو اور مال میں جائز و ناجائز کی تمیز نہ ہو، وہ قابل مذمت اور جہاں خدا کی رضا مطلوب ہو وہ مال بھی مبارک اور جس اولاد کی تربیت شرعی انداز سے ہو وہ اولاد بھی تعریف کی مستحق اور والدین و سرپرست بھی داد و تحسین کے حقدار۔

اعمالِ صالحہ کا کھاتہ

لیکن یہ بات یاد رکھیں ان تمام اعمال و کردار کا تعلق صرف دنیا تک ہے، مثلاً نماز جیسی

اہم عبادت کا تعلق دنیا سے ہے' دنیا میں نماز کی پابندی ہے' وہی نماز آخرت میں ذریعہ نجات ہوگی۔ جب انسان کی روح قبض ہوئی' وہ سلسلہ کٹ گیا' نماز پڑھنے پر جو ثواب اوراجور ملتے تھے ان کا رجسٹر بند ہوا۔ گویا بنک میں ایک کھاتہ دار کی رقم جمع کرنے کی کھڑکی اس وقت تک کھلی رہتی ہے جب تک وہ زندہ اوررقوم جمع کرتا رہے۔ جب اس کی روح قفس عنصری سے پرواز کر جائے، اس کی وہ کھڑکی بھی بند ہو جاتی ہے' کیونکہ رقم جمع کرنے والا نہ رہا' تو اس کی رقم جمع کرنے کا سوال ہی نہ رہا۔

موت کے بعد اعمال کا منقطع ہونا

یہی کیفیت روزوں' حج ودیگر عبادات کی ہے کہ یہ تب وسیلہ آخرت بنتے ہیں، جب دنیا (جو کہ عمل کی جگہ ہے) میں کئے جائیں۔ کیونکہ اس کے بعد جو مرحلہ عالم برزخ سے شروع ہوتا ہے۔ عالم برزخ جس کا ظہور قبر کی صورت میں ہوتا ہے' یہی آخرت کی وہ پہلی سیڑھی ہے کہ جس کے قدم خدانخواستہ یہاں ڈگمگا گئے، اس کے نصیب میں پھر ذلت وخواری ہے اور جس نے اس موقع پر شیطان سے بچ کر رحمان کی رضامندی کا ثبوت دیا، اس کے لئے قبر روضة من ریاض الجنة کا مصداق بن کر مزوں پر مزے کرے گا۔ خلاصہ یہ کہ عمل کرنے کا سلسلہ عزرائیلؑ کے انسانی روح قبضہ میں لینے کے بعد منقطع ہوا۔ اب آگے نئے عالم سے دنیا میں کئے ہوئے اعمال کے نتائج کا سامنا کرنا ہے۔

تین خوش نصیب مسلمان

اسکے باوجود دنیا کے کھربوں کروڑوں انسانوں میں سے تین قسم ایسے خوش قسمت مسلمانوں کی ہے، جن کے اعمال حسنہ کی کھڑکی موت کے بعد بھی کھلی رہے گی۔ جن کا ذکر خطبہ کے ابتداء حدیث طیبہ کی صورت میں بیان کر چکا ہوں۔ جس میں پہلا ذکر صدقہ جاریہ کا ہے۔ ایسے صدقات جن کا اجر موت کے بعد بھی جاری رہتا ہے۔ قرآن وحدیث میں ان کا ذکر بکثرت موجود ہے۔ یہاں ان کی تعداد بیان کرنا مقصود نہیں' صرف بطور مثال ایک دو صدقات کے ذکر پر اکتفا کرتا ہوں۔ جیسے ایک شخص اللہ کی خوشنودی کیلئے مسجد بنائے یا مسجد کی تعمیر میں حصہ لے اس

مسلمان کیلئے جنت میں اسی کے مثل مکان بنا دیتا ہے۔ نیز جب تک یہ مسجد موجود ہے اسمیں جو عبادات ہو رہی ہیں جتنے نمازی نماز ادا کرتے ہیں، ان عبادات اور نمازیوں کے امور میں یہ مرنے والا نیک بخت بھی شریک اور بعد از مرگ اسے برابر بدلہ مل رہا ہے۔

وہ اعمال جو صدقہ جاریہ بن جاتے ہیں

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے:

عن جابر رضی الله عنه قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم مامن مسلم یغرس غرسا الا کان ما اکل منه صدقه ' وما سرق منه له صدقه' وما اکل السبع منه فهوله صدقة ولا یرزؤه احد الا کان له صدقة (رواه مسلم)

''حضرت جابرؓ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کر رہے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا' جس مسلمان نے درخت لگایا' پھر اس سے جتنا حصہ کھالیا جائے' وہ درخت بونے والے کے لئے صدقہ ہو جاتا ہے' اور جو اس میں سے چرالیا جائے وہ بھی اس مالک کیلئے صدقہ ہو جاتا ہے (اگر چہ چور چوری کر کے لے گیا' مگر مالک کے لئے وہ بھی صدقہ بن کر اجر کا ذریعہ بن گیا) اور جو کچھ اس سے درندے کھا جاتے ہیں' وہ مالک کے لئے صدقہ کی حیثیت اختیار کر لیتا ہے۔ اور اگر اس سے پرندے کچھ کھا لیتے ہیں' وہ بھی درخت لگانے والے کے حق میں صدقہ بن جاتا ہے''۔

خلاصہ یہ کہ جو کوئی اس درخت سے کچھ لیکر اسے کم کر دیتا ہے' وہ اس درخت کے مالک کے لئے اس کے صدقات کے نامہ اعمال بھی لکھ دیئے جاتے ہیں۔

سایہ کا اہتمام صدقہ جاریہ

یہاں یہ بھی یاد رکھیں اگر کسی مسلمان نے کسی ایسی جگہ درخت لگائے جہاں لوگوں کیلئے سورج کی گرمی سے بچنے کیلئے سایہ کا بندوبست نہ ہو، لوگ آرام یا اپنے حوائج کیلئے اس سایہ دار درخت کے نیچے ٹھہر کر اطمینان وسکون حاصل کرتے ہیں۔ یا ایسے جگہ جہاں لوگوں کو پانی جیسی اہم ضرورت کے حصول میں پریشانی اور مشکل درپیش ہو' اپنے طرف سے کنویں کا بندوبست کرے' کسی مدرسہ اور دینی ادارہ جہاں اللہ اور اس کے رسول کے احکامات وتعلیمات کے پھیلانے کا مشغلہ جاری

ہو‘اس کے تعمیر‘ طلباء کی ضروریات وغیرہ میں اپنے حلال کمائی سے حصہ دار بن جائے۔ جب تک یہ میوہ دار‘ سایہ دینے والا درخت‘ لوگوں یا حیوانات سے پیاس بجھانے کا ذریعہ اور ادارہ جس میں قال اللہ اور قال الرسول کی صدائیں گونج رہی ہیں۔ اس کارِ خیر کرنے والے کو اس کے دنیا سے چلے جانے کے بعد بھی اجروثواب کا اس کے کھاتے میں جمع ہونے کا سلسلہ جاری رہتا ہے۔

صدقہ جاریہ کا سات سو گنا تک بڑھ جانا

اعمال صالحہ میں صدقات کو رب کائنات اور رحمت دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسی نیکی قرار دیا جس کے اجر وثواب مسلسل بڑھتے رہتے ہیں۔ جو کئی کئی گنا تک پہونچ جاتے ہیں۔ ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے:

وعن ابی امامةؓ قال قال ابو ذر یا نبی الله أرء یت الصدقة ماذا هی قال اضعاف مضاعفه وعندالله المزید (رواہ احمد)

''حضرت ابوامامہؓ سے روایت ہے کہ حضرت ابوذرؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے بتادیجئے کہ صدقہ کا ثواب کتنا ملتا ہے‘ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کہ اس کا ثواب کئی کئی گنا ‘ بلکہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک اس سے بھی زیادہ ہے۔''

احادیث میں کئی گنا کی مقدار دس گنا سے سات سو گنا تک معلوم ہوتی ہے۔ بلکہ رب العالمین کے اس فرمان کہ **واللہ یضاعف لمن یشاء** اس سے بھی زیادہ ہوسکتی ہے۔ جیسے اس کی رحمت و کرم کی کوئی انتہا اور کنارہ نہیں۔

اسی طرح اس کی شان رحیمانہ سے بھی بعید نہیں کہ وہ صدقہ کے بدلہ کو ہزاروں بلکہ لاکھوں سے بھی بڑھادے۔ اسکی شان تو ایسی عجیب اور نرالی ہے کہ رحمۃ للعالمین کے ارشاد کے مطابق جو مسلمان اپنے بیوی بچوں‘ والدین اعزہ واقرباء پر جو کچھ خرچ کرتا ہے اس میں اگر ثواب کی نیت کرے (کہ اس عمل میں بھی اللہ کے حکم کی تعمیل اور اس کی خوشنودی مراد ہو) یہ اخراجات اس کے حق میں صدقات بن جاتے ہیں۔ پہلے بھی عرض کرچکا ہوں کہ ہر وہ عمل جس کا دین کیساتھ ٹھکراؤ نہ ہو بظاہر غیر عبادت ہوتے ہوئے بھی اگر اس میں نیت اللہ کی رضا کا ہو‘ تو وہ عبادت بن

جاتا ہے'مسلمانوں کی بدقسمتی نہیں تو اور کیا کہا جائے کہ رحمت وشفقت سے بھرپور اس آسان دین کو بھی اپنے شقاوت قلبی کیوجہ سے نا قابل عمل اور مشکل سمجھ کر غفلت کے راستے اختیار کر لئے۔

علم اور عمل صالح صدقہ جاریہ ہیں

دوسرا عمل جس کا اجر موت کے بعد بھی جاری رہے گا۔ وہ عالم جس نے علوم ربانی خلوص نیت سے حاصل کر کے خود بھی اس پر عمل کرتا رہا' اور ان علوم کو صرف اپنے آپ تک محدود رکھنے کی بجائے اپنی زندگی ہی میں اسے مزید پھیلا کر اور مسلمانوں کو بھی ان سے فیضیاب ہونے اور نفع حاصل کرنے کے مواقع میسر فرمائے۔ ایسے علم کا حاصل ہونا اللہ تعالیٰ کا وہ کرم اور احسان ہے جس کا تمام عمر سر بسجود رہ کر بھی شکریہ ادا کرنا ممکن نہیں۔ مالک الملک کا ارشاد ہے:

من یرد اللہ بہ خیراً یفقہ فی الدین یعنی جس شخص کے ساتھ اللہ تعالیٰ بھلائی کرنا چاہتے ہیں' اس کو دین کی سمجھ عطا فرما دیتے ہیں۔ یہ تب ہے جب اس علم کو اوروں تک پہنچائے۔ ورنہ ارشاد نبوی کے مطابق یہی وبال جان بھی بن سکتا ہے' فرمایا کہ جس سے کوئی دین کی بات پوچھی جائے اور وہ اس کو نہ بتائے تو قیامت کے دن اس کو آگ کی لگام پہنائی جائیگی' گویا ایسا علم' علم نافع ہی نہیں' علوم وفنون کے ڈھیر سارے کتب پڑھ کر جائز و ناجائز کے درمیان امتیاز صرف اس وجہ سے نہ ہو کہ رسم ورواج کا خوف یا نفس امارہ بالسوء کی پیروی مقصود ہو تو اس عالم کو عالم اور علم کو علم کہنا عالم وعلم کی بے حرمتی اور توہین ہے۔

والدین سے حسن سلوک

تیسرا عمل جو والدین کے لئے بعد از مرگ بھی نفع پہنچاتا ہے، وہ یہ کہ انکی وفات کے بعد بھی انکی بخشش کی دعائیں کی جائیں۔ والدین سے حسن سلوک کے بارہ میں کئی خطبات میں قرآن واحادیث کی روشنی میں تاکیدات اور اس پر مرتب ہونے والے درجات کا آپ سنتے رہتے ہیں: ارشاد ربانی ہے:

وقضی ربک الا تعبدوا الا ایاہ وبالوالدین احسانا.

" اور تیرے رب کا حکم ہے کہ اس کے علاوہ اور کسی کی عبادت نہ کی جائے اور والدین کے ساتھ بہترین سلوک کیا کرو' دوسرے مقام پر ارشاد باری ہے:

ان اشکرلی ولوالدیک الی المصیر☆

فرمایا: کہ تو میری اور اپنے والدین کی شکر گزاری کرتے رہو۔ (ایک دن تم کو) میری ہی طرف واپس لوٹ کر آنا ہے۔

محترم حضرات! واپس لوٹنے کا مطلب یہ کہ جب روز قیامت چھوٹے سے چھوٹے عمل کی جواب دہی ہوگی وہاں ان دو حکموں کی ادائیگی پر سخت باز پرس ہوگی۔

والدین کیلئے دعائے مغفرت کا اہتمام

جہاں قرآن وحدیث میں والدین کے حقوق وآداب کا ذکر ہے' اس سے صرف یہ نہ سمجھا جائے کہ احکامات وحقوق کا تعلق صرف ان کی زندگی تک ہے' موت کے بعد ختم۔ یہ نہیں بلکہ حکم یہ ہے کہ جب اولاد اپنے لئے دعا کرے' تو والدین کے لئے مغفرت کی دعا کرنا بھی ان کے حقوق میں شامل ہے۔ قرآن کریم میں آپ نے حضرت نوحؑ کی والدین کے لئے دعا رب اغفرلی ولوالدی کی صورت میں پڑھی ہوگی۔'' کہ اے میرے رب! میری بخشش فرما اور میرے والدین کی بھی' 'مغفرت میں اپنے آپ کو پہلے اور والدین کو بعد میں ذکر کرنے کے حقیقی اسرار ورموز میں اس عظیم کلام کے خالق ومالک رب العالمین ہی بہتر جان سکتے ہیں، مگر بزرگوں نے امکان کی حد تک جو وجوہات ذکر فرمائے ہیں ان میں ایک یہ بھی ہے کہ جب پہلے دعا کرنے والا خود بخشش پا کر گناہوں سے پاک ہو جاتا ہے تو اسکے بعد دوسرے کیلئے دعا بھی قبولیت کا درجہ حاصل کر لیتی ہے' گویا اپنے آپ کو آگے اور والدین کو بعد میں ذکر کرنے میں بھی ان کی فوقیت اور عظمت کا اشارہ ہے' اسی انداز میں دعا ہم سب مسلمانوں کے روحانی جد امجد حضرت ابراہیم خلیل اللہ نے بھی فرمائی۔ جو قرآن مجید میں ذکر ہے۔

ربنا اغفرلی ولوالدی وللمومنین یوم یقوم الحساب.

''اے میرے پروردگار مجھے بخشش دیجئے' اور میرے ماں باپ کو بھی حساب کتاب (یعنی) قیامت کے دن''

ہمارے لئے غور کرنے کا مقام ہے کہ اللہ تعالیٰ کے اولوالعزم اور محبوب ترین انبیاء کرام جب اپنے ادعیہ میں ہر وقت اپنے مجازی پالنے والوں کو التزام سے یاد فرماتے ہیں' تو ہم جیسے گناہ گار جن سے ہزاروں موقعوں پر والدین کی نافرمانی اور گستاخی کرنے کے امکانات موجود ہیں۔ کیا ہمیں زیب دیتا ہے کہ ان کو اپنے دعاؤں میں بھلادیں۔

والدین کیلئے دعا کی نعمت سے محروم تنگ دست رہیں گے

علماء نے بعض صحابہ کے واسطہ سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہی ارشاد ذکر فرمایا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو اولا د والدین کیلئے دعا کرنے کی نعمت سے محروم ہوں' وہ ہمیشہ تنگ دستی کا شکار رہتے ہیں۔ نیز جس کے والدین اس دار فانی سے دار بقاء کی طرف منتقل ہو چکیں ہوں، اور والدین ان سے ناراضگی کی کیفیت میں جدا ہوئے تو ان کو تین اعمال سے راضی کیا جاسکتا ہے۔ ایک یہ کہ وہ خود ایسے سیرت اور اعمال پر کاربند ہوں، جو شریعت مطہرہ کے مطابق ہوں' دوم یہ کہ والدین کے رشتہ داروں' دوستوں سے صرف ناطہ توڑنے کی بجائے مزید مضبوط کرے' سوم یہ کہ اپنے والدین کیلئے مغفرت کی دعاؤں پر کاربند رہے' مرنے کے بعد جو اعمال باقی و جاری رہتے ہیں، ان میں ایک یہی نیک و باکردار اولاد جو تمام زندگی والدین کے بخشش و رفع درجات کے لئے دعا گو ہے' بھی شامل ہے گفتگو کا سلسلہ طویل ہوا۔ اب تین قسم کے صدقات جاریہ بالخصوص نیک و عالم اولاد جو والدین کے دل کا قرار' آنکھوں کی ٹھنڈک کا ذریعہ دنیا میں بھی ثابت ہو جائے اور والدین کے فوت ہونے کے بعد ان کے لئے صدقات جاریہ ثابت ہوں اس کے لئے ماں باپ کو زندگی ہی میں کیا کیا شرعی اصول و راستے اپنانے ہیں' ان شاء اللہ اگر زندگی باقی رہی تو اگلے جمعہ کو ایک جھلک پیش کرنے کی کوشش کروں گا۔

رب ذوالمنن مجھے اور آپ سب کو صحیح سمت اور شریعت مطہرہ کے مطابق اولاد کی تربیت اور سیرت کی سنوارنے کی استطاعت سے مالا مال فرماویں۔ (آمین)

اولاد کی دینی تعلیم تربیت کی افادیت

نحمدہٗ و نصلی ونسلم علی رسوله الکریم امابعد:عن ابی هریرةؓ ان رسول الله صلی الله علیه وسلم قال اذا مات الانسان انقطع عنه عمله الامن ثلثة اشیاء من صدقة جاریة او علم ینتفع منه اوولد صالح یدعواله (ابی داؤد)

محترم حاضرین! گزشتہ جمعہ حدیثِ مذکورہ کے ضمن میں مکافاتِ عمل اور صدقات جاریہ کے بارے میں چند معروضات ذکر کئے تھے جن کا نچوڑ یہی تھا کہ مرنے کے بعد جن اعمال کا اجروثواب بدستور جاری رہتا ہے۔

نیک اور صالح اولاد

ان میں ایک اہم اور بڑا وسیلہ وذریعہ نیک و باکردار اولاد جو والدین کے دنیا سے رخصت ہونے کے بعد بھی ان کی مغفرت اور درجات کی بلندی کے دعوات کو اپنا وظیفۂ حیات بنادیں اولاد کی یہی قسم انبیاء کی اس دعا کی'' **رب هب لی من لدنک ذریة طیبه انک سمیع الدعاء** ''کہ اے رب! ہمیں عطا فرما اپنی طرف سے نیک اولاد آپ ہی دعاؤں کے سننے والے ہے' کا حقیقت میں مصداق بنے گی' لیکن یہ یاد رکھیں کہ اولاد کے اس اعلیٰ منصب پر

فائز ہونے میں سب سے زیادہ عمل دخل والدین ہی کا ہے کہ پیدائش کے بعد ان کی پرورش کس انداز میں کی۔جس کے نتیجہ میں یہ صدقہ جاریہ بن سکتے ہیں یا الٹا والدین بھی ان کی وجہ سے ابدی عذاب میں خدانخواستہ مبتلا ہوتے ہیں

فتنوں کی یلغار

آپ کو اندازہ ہوگا کہ قرب قیامت کے جن علامات اور فتنوں کے یلغار کا ذکر احادیث مقدسہ میں ہو چکا ہے۔ان کا عروج ہے کوئی گلی محلّہ گاؤں اور شہر ایسا نہیں جو عذاب کا سبب بننے والے گمراہی واسباب گمراہیوں سے خالی ہے گویا گناہوں کی طرف دعوت اور رغبت دلانے والے اسباب کا طوفان اور یلغار ہے۔بڑے بڑے اپنے آپکو باہمت اور اصحاب استقامت سمجھنے والوں کا اس طوفان کے سامنے بند باندھنا تو دور کی بات ہے صرف اپنے اور اپنی اولاد واہل خانہ کو محفوظ رکھنا بھی جوئے شیر لانے کے مترادف ہے تا قیامت باقی رہنے والے اور تمام حالات میں نافذ العمل شریعت یعنی دینِ مصطفوی صلی اللہ علیہ وسلم کے سرمدی وابدی ایسے بنیادی اصول وقواعد مقرر فرمائے جن سے بچے کی شخصیت کا ارتقاء وتعمیر کیلئے ان اصول واحکامات پر عمل کرنے سے عقیدہ واخلاق اور حسن معاشرہ جیسے خصائص کا پیدا ہونا آسان ہو جاتا ہے۔

اولاد کی تربیت اور والدین کا کردار

جیسے کہ بار بار عرض کرتا چلا آ رہا ہوں کہ اولاد جو دنیا کی نعمتوں میں اعلیٰ ترین نعمت ہے کارآمد تب ہوگی جب ان کی تربیت کرنے والے بھی شریعت کے اعلیٰ صفات کے حامل ہوں مثلاً ان کا فعل انکے قول کے مطابق ہو بچوں کو منکرات اور لغویات کے ارتکاب سے منع کرنے کا ورد تو بار بار کر رہے ہیں مگر ان کے سامنے خود ایسے اعمال پر کاربند ہوں جو فحاشی عریانیت لہو ولعب سے بھرپور ہوں اور اولاد سے توقع رکھیں کہ یہ پاکباز والدین کیلئے آنکھوں کی ٹھنڈک ان کی خدمت گزار اور ان کیلئے دعا گو ہوگی اپنے آپ کو دھوکہ دینے کے علاوہ کچھ نہیں۔ اگر خود صوم وصلوۃ جماعت سے نماز پڑھنے کا پابند۔ماموارت پر عمل کرنے والا منکرات سے بچنے والا اپنے

سے عمر میں بڑے بزرگوں کی عزت کرنے والے اور کم عمر افراد سے شفقت و محبت کرنے والے ہوں تو بچوں کے اذہان پر بھی ان ہی اخلاق حسنہ اور امتیازی اوصاف کا اثر ہوگا اپنی پیدائشی فطرت کے مطابق نشوونما کے ایک پاکیزہ اور دینی لحاظ سے عمدہ معاشرے کا فرد بن جائے گا۔ دنیوی زندگی میں بھی خوش قسمت اور اخروی زندگی بھی خوش نصیبوں کے زمرہ میں شامل ہوکر والدین کے لئے صدقہ جاریہ بن جاتا ہے۔

جب اولاد میں شعور پیدا ہو

اس لئے والدین کا اولین فریضہ یہ ہے کہ بچے جب شعور اور سمجھداری کی عمر کو پہونچ جائیں تو ان کے ایمان اور عقیدہ کی پختگی کے لئے ان کا رشتہ قرآن مجید سے جوڑنے کی کوشش کی جائے۔ جس کے لئے ابتدا میں ناظرہ قرآن سیکھنے کا اہتمام ضروری ہے' بچہ ہو یا بچی' والدین مسلمان گھر کے تمام افراد مسلمان اردگرد کا ماحول اسلامی' پھر ایک مسلمان کا بچہ یا بچی بڑا ہو کر قرآن پڑھنے سے عاجز ہو' تو اس سے بڑھ کر تربیت کنندگان اور اولاد کی دنیوی اور دینی بدقسمتی اور کیا ہوگی۔ دینی احکامات سے لاعلمی اور غفلت کا نتیجہ ہے آج بھی ہمارے کئی گھرانے ایسے ہیں کہ بچہ حد شعور پہنچتے ہی لا حاصل بے فائدہ الفاظ ان کے زبان پر آنے پر واہ واہ اور خوشی کا اظہار تو کرتے ہیں' مگر اس طرف کوئی دھیان نہیں کہ اگر اس معصوم زبان پر گندے' بے مقصد کلمات جاری ہونے کے بجائے مالک حقیقی کا نام یعنی اللہ اور ایسے الفاظ جو ذکر اللہ تعالیٰ پر مشتمل ہوں تو اس کم عمری ہی سے ان کے ایمان کی جھلک او رخوف خدا کی مضبوط اور خوشگوار عمارت کی تعمیر شروع ہوجائے گی۔

قرآن سے محروم لوگ

کئی ایسی مجالس میں بعض دوستوں سے میری ملاقات کا اتفاق ہوا جہاں قرآن کی تلاوت جاری ہو' بعض حضرات یہ کہتے ہوئے تلاوت سے معذرت کر جاتے ہیں کہ ہم نے قرآن کا پڑھنا سیکھا ہی نہیں۔ اس عظیم نعمت سے محرومی پر بے پناہ افسوس و دکھ ہوتا ہے۔

قرآن کے ربط وتعلق کے ساتھ عمر میں جس قدر اضافہ ہورہا ہو' دین وشریعت کے بنیادی واہم اورضروری احکامات ومسائل وقتاً فوقتاً ان کو ذہن نشین کرا کران پرعمل کرنے اورنہ کرنے کے اجروسزا سے بھی آگاہ کیا جائے۔الحمدللہ کہ اب تو دینی مدارس موجود ہیں۔جو اسلام اوراسلامی نظریات کی حفاظت کے عظیم قلعے ہیں۔

ائمہ مساجد کا لائق تحسین عمل

مگراس کے علاوہ ہمارے معاشرہ میں اکثر وبیشتر مساجد کے ائمہ بھی انتہائی قابل قدر ہیں جو اپنی طرف سے اللہ کی خوشنودی کے لئے اپنی ایک ذمہ داری سمجھ کرمحلّہ کے نابالغ بچوں کو بغیر کسی دنیوی غرض ولالچ کے دن کے کسی حصہ میں ناظرہ وحفظ قرآن سکھانے وپڑھانے کا سلسلہ قائم کئے ہوئے ہیں' کئی نیک بخت یہیں سے قرآن کے پڑھنے سے مالا مال ہوجاتے ہیں' لیکن والدین کے لئے صرف اسی پرانحصار کرکے اپنی ذمہ داری اورمسئولیت سے فارغ ہونے کا دعویٰ کافی نہیں بلکہ گھر میں بھی اولاد کے لئے تعلیم قرآن کا بندوبست کریں' اسی سے ان کا روحانی وقلبی اوربدنی ربط قرآن سے قائم ہوگا۔

تعلیمی نظام کی اصل بنیاد

بزرگوں کا قول ہے کہ بچوں کو قرآن کریم کا حفظ کرانے اورقرآن مجید کی تعلیم تمام تعلیمی نظام کی بنیاد ہے۔کیوکہ یہ دین کے شعائر میں سے ایسا عمل ہے جو عقیدے کو مضبوط اور مستحکم کردیتا ہے۔بچپن کا زمانہ فضولیات،لہوولعب، بے ہودہ ڈرامے بے حیائی پرمشتمل ناولوں' جرائدورسائل جو ذہنی واخلاقی بربادی کا ذریعہ بن جاتے ہیں' کے پڑھنے سننے اوردیکھنے کی بجائے سید الانبیاء محمد رسول اللہ کے زرین اقوال' صحابہ' تابعین' اولیاء اورنیک بندوں کے احوال وواقعات سننے' پڑھنے کا عادی بنانا' قرآں وحدیث کی روشنی میں دینی افکار واعمال سے اپنے عمل اورقول کے ذریعہ آگاہ کرنا' والدین کی عظمت ومقام ان کے ساتھ حسن سلوک اوران کی اطاعت اور بعد از مرگ ان کے رفع درجات کے لئے مغفرت کی دعوات جیسے مسائل ان کے اذہان میں راسخ

کرنے سے صدقہ جاریہ کی حیثیت ان کو حاصل ہوگی۔

بچیوں کی تعلیم وتربیت کا اہتمام

ہم میں سے کئی ناسمجھ دوستوں کی افراط وتفریط کی وجہ سے میں آپ حضرات کو بار بار یاددہانی کے طور پر عرض کرتا رہتا ہوں کہ اولاد کی تربیت کے بارہ میں یہ معروضات صرف بیٹوں کے لئے نہیں بلکہ بچیوں کے بارہ میں بھی یہی حکم ہے۔روزمرہ زندگی میں آپ بھی مسلسل دیکھتے چلے آرہے ہیں کہ بچوں کی تعلیم وتربیت کے لئے تو خصوصی اہتمام کیا جاتا ہے‘ بچیوں کی تربیت‘ تعلیم اور صلاح وفلاح میں اکثر غفلت سے کام لیا جارہا ہے۔ جو نہ صرف دنیوی زیادتی بلکہ آخرت میں والدین سے سخت بازپرس ہوگی۔قرآنی تعلیمات واحکامات کے جہاں مرد مخاطب اور عمل کرنے کے پابند ہیں‘ یہی کیفیت عورتوں کی بھی ہے‘ ماسوائے دو چار احکامات کے جہاں شریعت پر عمل نہ کرنے پر مردوں کا محاسبہ ہوگا‘ اسی انداز میں عورتوں سے بھی ان کے ایک ایک عمل کے بارہ میں پوچھا جائے گا۔ پھر از روئے اسلام کوئی وجہ نہیں کہ تعلیم وتربیت کے سلسلہ میں مرد وزن میں تفریق کی جائے‘ اسلام نے عورتوں کو وہ مقام دیا‘ جس کا دنیا کی غیر مسلم تہذیبیں تصور بھی نہیں کرسکتیں‘ دنیوی زندگی بھی عزت‘ عفت‘ حیاء اور پاکدامنی کی اور آخرت میں ان کے مربیوں کا دنیا میں ان کے ساتھ بہترین صلہ واجر سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فرمان مبارک میں واضح مذکور ہے۔

خواتین کی تعلیم وتربیت پر اجروثواب

عن ابی سعید الخدریؓ قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم من کانت لهٗ ثلاث بناتٍ اوثلاث اخوات اوابنتان او اختان فاحسن صحبتهن واتقی الله فیهن فله الجنة (رواہ الترمذی)

’’حضرت ابوسعید خدریؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص کی تین بیٹیاں یا تین بہنیں ہوں یا دو بیٹیاں یا دو بہنیں ہوں اور وہ ان کے ساتھ اچھا معاملہ رکھے‘

اوران کے حقوق کے بارے میں اللہ تعالیٰ سے ڈرتا رہے تو اس کے لئے جنت ہے۔"

رحمت دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک اور ارشاد ہے:

عن ابن عباسؓ ومن عال ثلٰث بنات اومثلهن من الاخوات فاد بهن ورحمهن حتى يغنيهن الله اوجب الله له' الجنة فقال رجل يا رسول الله او ثنتين قال ثنتين لوقالوا او واحدة لقال واحدة الخ.

"ابن عباسؓ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کررہے ہیں کہ آپ نے ارشاد فرمایا جو شخص تین بیٹیوں یا انہی کی طرح تین بہنوں کی پرورش کرے اور پھر انکی تربیت کرے اوران کیساتھ پیار محبت کرے' یہاں تک کہ اللہ انکو بے پرواہ کردے' (یعنی ان کی مزید پرورش کی ضرورت نہ رہے) تو اللہ انکو جنت کا حقدار قرار دیتا ہے۔ایک صحابی نے پوچھا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہی اجر دو بیٹیوں و بہنوں کی پرورش پر بھی ملتا ہے؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہاں دو پر بھی یہی اجر ملتا ہے۔اگر صحابہ ایک بیٹی یا بہن کے بارے میں پوچھتے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم وہی جواب دیتے کہتے کہ ہاں ایک پر بھی یہی اجر ملے گا۔

ان احادیث پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور دین حقہ نے جس طرح مذکر اولاد کی تعلیم و تربیت' اسلامی شعائر واحکامات سکھانے' حسن اخلاق کے اصول اپنانے پر زور دیا ہے' بالکل اسی طرح سلوک ورویہ مونث اولاد یا زیر دست رشتہ داروں کے لئے بھی اختیار کرنا ہے'مذکورہ امور میں کسی جنس کو دوسرے پر نہ فوقیت ہے بلکہ اولاد اللہ کی عظیم نعمت ہے' جس میں دونوں برابر ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تو یہاں تک خوشخبری دی کہ جو شخص دو بیٹیوں کی پرورش اور تربیت کرے کہ دونوں حد بلوغ کو پہونچ کر اپنے اپنے گھروں کو آباد کرلیں تو وہ خوش قسمت قیامت کے دن اس طرح حاضر ہوگا کہ میں اور وہ بالکل قریب ہوں گے درمیانی اور شہادۃ کی انگلیوں کو ملا کر فرمایا کہ اس طرح آپس میں ملے ہوئے۔اس سے بڑھ کر قسمت والا کون ہوگا جسے محشر کے اندوہناک روز سراپائے رحمت صلی اللہ علیہ وسلم سے اتنا قرب حاصل ہو' رب العزت مجھے اور آپ کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے اتنا قریب اور رضا کے مقام پر فائز فرمائے۔

بچیوں کے مربی کا جنت میں دخول

جو بچہ والدین کی صالح تربیت کی وجہ سے والدین کی موت کے بعد اگر ان کے لئے صدقہ جاریہ بن جائے گا وہی مقام اس بچی کا بھی ہوگا۔ جو والدین کی سرپرستی اور بہترین تربیت کی وجہ سے اپنے مربیوں کے لئے مغفرت کی طلب گار رہتی ہے' لیکن بچی تب والدین کی بخشش کی دعائیں دے گی کہ اس کے ساتھ جاہلیت دور کا سلوک نہ کیا گیا ہو اور نہ بیٹی کو دنیاوی امور میں غیر شرعی طریقہ سے بیٹے پر ترجیح دینے کا مرتکب ہوا ہو' مشفق اعظم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

عن ابن عباسؓ قال قال رسول الله من ولدت له انثى فلم يئدها ولم يهنها ولم يؤثر ولده يعنى الذكر عليها ادخله الله بها الجنة (رواہ الحاکم)

''حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا' جس شخص کے ہاں لڑکی پیدا ہو پھر وہ نہ تو اسے زندہ دفن کرے اور نہ اس سے ذلت آمیز سلوک کرے اور نہ لڑکوں کو اس پر ترجیح دے' یعنی اس کیساتھ ویسا ہی سلوک کرے جیسا لڑکوں کیساتھ کرتا ہے' اللہ تعالیٰ اس حسن سلوک کے بدلے اس مربی کو جنت میں داخل فرمائیں گے''

آغازِ تعلیم لا الہ الا اللہ سے کرو

محترم حضرات! بات ہو رہی تھی اولاد کے بارہ میں کہ کون سی اولاد صدقہ جاریہ ثابت ہوگی اپنے والدین کے لئے ۔ جیسے عرض کر چکا ہوں کہ اولاد جب تین چار سال کی عمر کو پہونچ جائے گھر ہی میں تعلیم جو مثلاً کلمہ شہادت اور دین کی عام فہم اور آسان مسائل سمجھانے پر محنت شروع کر دی جائے۔ یہاں تو حال یہ ہے کہ اس عمر کو پہنچتے وقت والدین فکر مند ہو جاتے ہیں کہ اس کی زبان کھلتے ہی کسی انگلش میڈیم ادارہ میں داخل کر کے سب سے پہلے اس کے معصوم و پاک زبان پر کتے' چوہے اور بلی کا نام انگریزی میں آ جائے۔ جبکہ مسلمان کے لئے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ تعلیم فرمائی ہے۔

عن عبدالله بن مسعودؓ قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم افتحوا على

صبیانکم اول کلمة بلا اله الا الله

"عبداللہ بن مسعودؓ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت فرمارہے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اپنے بچوں کو سب سے پہلے کلمہ لا الہ الا اللہ سیکھنے کی تعلیم دو"

تعلیم کے اثرات

بچے کی فطرت میں نقالی کا مادہ بکثرت موجود ہونے کی وجہ سے جب بار بار اس کے سامنے یہی کلمہ پڑھا جاوے اور اس کے استطاعت کے مطابق اسے سیکھنے اور پڑھنے کی کوشش بھی کی جائے' تو بہت جلد اس کی زبان پر ہر وقت یہی کلمہ جاری رہ کر باطن پر ظاہر کا اثر ہونا بھی ضروری ہے۔ نتیجہ یہ ہوگا کہ عمر بڑھنے کے ساتھ ساتھ ایمان اس کے دل میں جگہ پکڑ کر اس پر یقین محکم حاصل ہو چکا ہوگا۔ اگر بچپن ہی سے مشنری اداروں اور لادین اساتذہ پر مشتمل تعلیمی اداروں کے حوالہ کر کے خود والدین دینی تربیت سے غافل ہو جائیں تو ایسی اولاد اکثر دین سے بیزار' والدین کی نافرمان' دینی اقدار' اسلام کے بنیادی اصولوں اور اسلامی تہذیب وتمدن سے نہ صرف ناآشنا بلکہ مذاق اڑاتا رہے گا۔ آج یہی کیفیت مسلم گھرانوں کے جدید تعلیم سے آراستہ بچوں میں بکثرت موجود ہے' اور اس جرم میں ان کے ساتھ وہ لوگ جن کے ذمہ ان کی پرورش اور دینی تربیت تھی وہ بھی برابر کے شریک ہیں۔ ارشادِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے:

"کلکم راع و کلکم مسؤل عن رعیته

"تم میں سے ہر شخص نگہبان ہے اور اس سے اس کی رعیت کے بارے میں پوچھا جائے گا۔"

اولاد والدین کی رعیت ہے' ان کے اصلاح وفساد کے بارے میں والدین جواب دہ ہوں گے کہ ان کو راہ راست پر چلانے کے لئے کون سی تدابیر اختیار کئے گئے۔

آداب کی تعلیم

بچوں کو سنن' مستحبات اور اسلامی آداب پر عمل کرنے کا خوگر بنانے کے لئے ان احکامات کے ثمرات ونتائج بیان کرنے کا سلسلہ جاری رہنا چاہیے' مثلاً دائیں ہاتھ سے کھانا چاہیے

اور بایاں ہاتھ استنجاء وناک صاف کرنے کے استعمال میں لائیں۔کھانے سے پہلے شروع بسم اللہ سے کرنی چاہیے۔کسی کے گھر یا کمرہ میں داخل ہونا بغیر اجازت منع ہے۔سونے اور نیند سے بیدار ہونے کی دعا' مسجد میں داخل اور خارج ہونے کا مسنون طریقہ بمعہ دعا' کسی مجلس میں شامل ہونے سے پہلے اہل مجلس اور راستے میں ملنے والے ہر مسلمان پر سلام' علماء اور نیک لوگوں کے ہم نشینی کے درجات' بری صحبت کے مضر اثرات' جھوٹ اور تہمت لگانے کی مذمت' سچ اور حق بات کہنے کی فضیلت' کمزور و ناتواں کے ساتھ تعاون' بیت الخلا میں داخل ہونے اور فارغ ہونے کی دعائیں' نماز جو کہ دین کا مرکزی و اہم ستون ہے' اس کی پابندی کے مفید نتائج اور نہ پڑھنے کے مضر اثرات' حلال اشیاء وامور کے حاصل کرنے کی کوششیں اور حرام سے بچنا۔انسان حتیٰ کہ حیوانات کو بھی بلاوجہ اذیت نہ دینا' اسلام کے امن و سلامتی کا مذہب ہونے کی تلقین' حقوق اللہ کے ساتھ ساتھ حقوق العباد کی اہمیت اجاگر کرنا وغیرہ' جیسے احکامات کا بچوں کے سامنے بار بار کہنے سے ان کا اثر ضرور ان کے دل پر پڑے گا۔شیر اور گیدڑ' کتے اور بلی کے قصے ان کو سنانے سے ان بچوں میں بھی ان جانوروں کی صفات پیدا ہوں گی۔اس کی بجائے اگر ان کو رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم' صحابہ کرامؓ تابعین' تبع تابعین' علماء' اتقیاء' اولیاء' مجاہدین اور شہداء کی شجاعت' اخوت علم وتقویٰ و بہادری اور خوف خدا پر مشتمل قصے اور کارہائے نمایاں سنائے جائیں تو ان کو انہی صفات کو اپنانے کی طرف راغب پائیں گے۔

جب بچے خود کو پہچانتے ہیں

ایک بزرگ عالم دین نے اپنے وعظ کے دوران مولانا رومیؒ کی حکایت نقل کی ہے کہ ایک چرواہے کو جنگل میں شیر کا بچہ ملا۔اس نے پکڑ کر اس کی پرورش بھیڑ بکریوں کے ساتھ شروع کی' بھیڑ بکریاں عام طور پر بزدل ہوتی ہیں' شیر کا بچہ اس کمزور مخلوق کے درمیان رہنے کی وجہ سے انہی کے صفات بزدلی و نرم خوئی کے رنگ میں رنگ گیا۔طبیعت و مزاج بھی کمزور جنس کی طرح ہوا۔ایک دفعہ چشمہ میں پانی پیتے ہوئے اس نے اپنا عکس دیکھا تو اسے معلوم ہوا کہ میں تو بھیڑ

بکری نہیں بلکہ شیر کا بچہ ہوں۔ بھیڑ اور شیر کے عادات اور مزاج میں زمین وآسمان کا فرق ہے۔ یہ محسوس کرنے کے بعد وہ اپنے یعنی شیر کی طبیعت اور جبلت کی طرف لوٹ آیا تو اس نے اسی ریوڑ پر حملہ کر کے سب کو تہس نہس کر دیا' یہی کیفیت بچہ کی بھی ہے' اگر اسے بزدل' بداخلاق اور بے دین لوگوں کی صحبت ملی تو ان کے عادات واطوار کا نمونہ بن جائے گا اگر نیک' دین پر مرمٹنے والے' اخلاق پیغمبری سے مالا مال اشخاص کی معیت ملی تو گوہر نایاب کی حیثیت سے سچا پکا اور صحیح العقیدہ مسلمان بن کر والدین اور تمام معاشرہ کیلئے نیک نامی کے ذریعہ گناہوں سے بچنے والا اور نیکیوں کا عادی بن جائیگا۔

صبر وتحمل کی تلقین

اگر کوئی سرپرست صرف یہ کہہ کر اپنی ذمہ داری سے بری ہونے کی کوشش کرے کہ میں نے تو اپنی اولاد کو صحیح راستہ پر چلنے کی تلقین کئی دفعہ کی مگر وہ راہ راست پر نہ آئی۔ نجات کے لئے کافی نہیں۔ آخرت کا عذاب اور تباہی دنیا کی اذیت اور بربادی سے کئی ہزار گناہ زیادہ ہے' جبکہ مالک کائنات کا حکم ہے کہ اپنے آپ' اولاد اور اہل خانہ کو ایسی آگ سے بچاؤ جس کا ایندھن انسان اور پتھر ہوں گے۔ دنیا کی آگ اور تباہی جس کی آخرت کی آگ اور بربادی سے کوئی نسبت نہیں۔ اس سے اپنے آپ اور اولاد کو بچانے کے لئے تو ہم لاکھ جتن کرنے پر تیار ہو جاتے ہیں تو کیا واقعی سرپرستوں نے اولاد کو جہنم کی آگ سے بچانے کے لئے وہ وسائل' کوششیں اختیار کیں جو کاوشیں اولاد کو دنیوی تکالیف سے بچانے کے لئے کرتے ہیں۔ جبکہ آخرت کے عذاب سے بچانے کے لئے اگر سر دھڑ کی بازی لگانے کا موقع آئے تو اس سے بھی دریغ نہیں کرنا۔ انبیاء' صحابہ' تابعین' صلحاء اور اولیاء کی تاریخ کا مطالعہ کرنے سے معلوم ہو جائے گا کہ ان مقدس ہستیوں نے اپنے زیر کفالت افراد کو دین کی پٹڑی پر لانے کے لئے کتنی مساعی کیئے۔ حضرت اسماعیل علیہ السلام کے بارہ میں باری تعالیٰ کا فرمان ہے:

و کان یامر اھلہ باالصلوۃ والزکوٰۃ

''حضرت اسماعیل علیہ السلام اپنے گھر والوں کو نماز اور زکوٰۃ کی (ادائیگی) کا حکم دیتے''

لقمان حکیم کی اپنے بیٹے کو وصیت

حضرت لقمان نے اپنے بیٹے کی تربیت اور اصلاح اس انداز میں کی جیسے کہ اللہ جل مجدہ کا ارشاد ہے:

و اذ قال لقمٰن لابنه و هو يعظه يبنى لاتشرک بالله

''جب لقمان نے اپنے بیٹے کو نصیحت کی کہ اے بیٹے! اللہ کے ساتھ شریک مت ٹھہراؤ''

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے برخوردار کو دین حقہ اختیار کرنے کی تلقین کرتے ہوئے فرمایا:

يٰبنى ان الله اصطفى لكم الدين فلا تموتن الا وانتم مسلمون.

''اے بیٹے! بیشک اللہ نے تم کو دین منتخب کر دیا ہے' اس لئے تم مسلمان بن کر اس دنیا سے رخصت ہو''

یہ وہ طریقے ہیں جسے انبیاء اور قرآن نے وعظ و نصیحت اور تربیت اولاد کے سلسلہ میں اختیار کر کے قیامت تک آنے والے مسلمانوں کو اپنی اولاد کی اصلاح اسی انداز میں کرنے کی دعوت دی۔

عصری علوم ممنوع نہیں ہیں

اس لمبے بیان کا یہ مطلب نہیں کہ اپنی اولاد کو مکمل عالم بنانا لازمی ہے' اور عصری و دنیوی علوم سے بالکل محفوظ رکھنا ہے' بلکہ اسلامی نقطہ نظر سے دنیا میں رہنے کے لئے شرعی حدود میں رہتے ہوئے عصری علوم سے باخبر رہنا بلکہ اس میں غیر مسلم اقوام سے بڑھ کر مہارت حاصل کرنا لازمی ہے۔ زندہ رہنے اور بدن میں قوت آنے کے بعد احکامات ربانی کی ادائیگی ہوگی' جس کے لئے کھیتی باڑی کرنا اس میں جدید ایجادات و اکتشافات بھی کرنے ہوں گے۔ صحت حاصل کرنے اور بیماریوں سے بچنے کے لئے طب میں مہارت ضروری ہے۔ اپنے اور امت کے دفاع کے لئے اس دنیا کے نئی ٹیکنالوجی کو اختیار کر کے' ظالم کے ظلم سے بچا جا سکے گا۔ اسلام کہیں بھی ہاتھ پہ ہاتھ رکھنے

کی تعلیم نہیں دیتا۔اسلام دشمن عناصر کے اسلام پر کئے گئے شبہات ومتعصبانہ اعتراضات کے لئے انہی کی زبان کو سیکھ کر مدلل انداز میں جوابات دینے کی ضرورت پر زور دیتا ہے۔لیکن ان تمام دینوی علوم وفنون کو حاصل کرنے کا تعلق صرف اسی دنیا تک محدود ہے۔مسلم معاشرہ کے اولاد پر یہ لازم ہے کہ تمام جائز دینوی علوم کے اسلحہ سے مسلح ہو کر اپنے خطہ کے لئے ایک ترقی یافتہ اور کفار واغیار سے بے نیاز باعزت' ایمانی قوت سے بھرپور' بہادر و جانثار اسلام کی عزت وعظمت کے لئے مرنے مٹنے والے افراد کی حیثیت سے اس دنیا میں زندگی گزاریں۔یہ سب کچھ تب ہوگا کہ والدین ان کے بچپن ہی سے نشو ونما شعور کے دور ہی سے ان کو اسلام کے بنیادی اور اہم عقائد مثلاً توحید' رسالت' انبیاء' صحابہ' والدین' عظمت قرآن کی تعلیم' امانت و دیانت' سچائی' گناہوں سے پرہیز' نیکیوں پر عمل پیرا' قیامت' قبر کے سوال وجواب وغیرہ سے ان کے قلب ودماغ میں دین کی حقانیت اجاگر کردیں۔پھر جیسے لوگوں سے ان کا واسطہ زندگی میں پڑیگا۔جس معاشرہ میں رہنا ان کی قسمت میں مقدر ہو' صراط مستقیم سے ان کو لادینی کی طرف لانے کا نہ خطرہ رہے گا اور نہ خوف۔آپ حضرات نے جب ان کو ایک اچھا اور مثالی مسلمان بنانے میں اس انداز سے کوشش کی تو یہی اولاد آپ کے لئے زندگی میں بھی خیر کا ذریعہ اور تمہارے مرنے کے بعد بھی رفع درجات اور مغفرت کی دعائیں کرنے والا صدقہ جاریہ ثابت ہوگا۔

خالق کائنات ہمیں اور آپ سب کو اپنے بچوں کی اسلامی تعلیم ومعاشرہ اور ماحول میں پرورش کرنے کی توفیق نصیب فرمائے امین۔

☆☆☆☆☆

☆☆☆

خوفِ خدا، احساسِ جوابدہی اور احوالِ آخرت

نحمدہٗ و نصلی ونسلم علی رسولہ الکریم اما بعد: فاعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم بسم اللہ الرحمن الرحیم . واما من خاف مقام ربہ ونھی النفس عن الھویٰ فان الجنۃ ھی الماویٰ (سورۃ النزعٰت)

''اور جو اپنے پروردگار کے سامنے کھڑا ہونے سے ڈرا، اور نفس (دل) کو خواہشات سے رُکا، پس اسکا ٹھکانہ جنت ہے۔

مخدوم کائنات

محترم حضرات! اللہ جل جلالہ نے یہ دنیا اور اس میں یہ تمام کائنات آسمان، زمین، دریا، پہاڑ، مختلف انواع واقسام کی غذائیں، غرض ہر چیز انسان کے لئے پیدا فرمائی۔ یہ انسان کے خادم اور انسان ان کا مخدوم ہے، زندگی کے مراحل میں ان نعمتوں میں تمام حلال و جائز اشیاء کو انسان اپنے فائدہ کے لئے استعمال کرسکتا ہے، لیکن ان کو تخلیق انسانیت کا مقصد سمجھنا نہیں بلکہ انسانوں کو عالم وجود میں لانے کی غرض خود پیدا کرنے والے یعنی اللہ تعالیٰ نے متعین کردیا کہ میں نے انسان

وجنات کو اپنی عبادت کے لئے پیدا فرمایا ہے کہ جن عبادات و مامورات کو کرنے کا حکم دیا ان پرعمل کرنا اور جہاں گناہوں سے احتراز کا حکم دیا ان سے بچنا ہے' یہ تو ہر ذی عقل وشعور جانتا ہے کہ کوئی انسان فاتر العقل کیوں نہ ہو کوئی حرکت اور کام بغیر کسی مقصد نہیں کرتا وہ الگ بات ہے کہ کسی کا مقصد شریعت کے مطابق اور کسی کی غرض بے دینی اور گناہ کا ارتکاب ہوگا' جب انسان جس کی عقل و دانش کوتاہ ہو وہ بھی بغیر کسی خاص مقصد کے کوئی کام نہیں کرتا تو وہ ذات بالا و برتر جو تمام صفات کمالیہ کی جامع ہے اس کے بارے میں یہ رائے کیسے قائم کی جاسکتی ہے کہ اس نے اس وسیع و عریض عالم اور تخلیق انسانیت بلاغرض کی ہو۔ ارشاد ربانی ہے:

افحسبتم انما خلقنا کم عبثًا وانکم الینا لاترجعون

''کیا تم خیال کرتے ہو کہ ہم نے تمہیں بے فائدہ پیدا کیا ہے اور یہ کہ تم نے ہمارے پاس نہیں آنا''

غرضِ تخلیق

بدقسمتی سے یہ جانتے ہوئے بھی کہ ہمارا اس دنیا میں آنا امر اتفاقی اور بلامقصد نہیں۔ غرض کی تعین بھی پیدا کرنے والے نے خود کردی اور یہ بھی ہمارا عقیدہ ہے کہ اس دار فانی میں ہر کئے ہوئے عمل کے لئے ایک مقررہ روز اللہ تعالیٰ کے حضور پیش ہوکر جواب بھی دینا ہے۔ اپنی ایک ایک حرکت کے حساب کو بیباک کر کے نجات وفلاح کا حاصل کرنا ممکن ہے۔ اس کامل ومکمل عقیدہ پر ایمان لاتے ہوئے پھر بھی صبح وشام گناہوں کی دلدل میں پھنستے جارہے ہیں۔ نہ قرآن وحدیث کے واضح احکامات کی فکر اور نہ واعظ وناصح کی وعظ ونصیحت کا کوئی اثر۔ اور اللہ تعالیٰ نے صرف انسان نہیں بلکہ ہر مخلوق کو اپنی عبادت وطاعت کے لئے پیدا فرمایا۔ سورج' چاند' زمین' آسمان' پہاڑ' دریا وسمندر وغیرہ ہر ایک کو رب العزت کی طرف سے اپنی اپنی ڈیوٹی و ذمہ داری سونپ دی گئی' بلاچوں وچرا اپنی ڈیوٹی کو سرانجام دینا ہر مخلوق کی عبادت ہے' اور انسان جس کو اللہ تعالیٰ نے اشرف المخلوقات کا مقام و درجہ دے کر تمام مخلوقات کو اس کے لئے مسخر بنانے کے بعد اسکی خدمت پر مامور کردی گئی۔

اشرف المخلوقات کے فضائل اور ذمہ داریاں

یہ انسانی مخلوق جس کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی خصوصی محبت تھی اسی محبت ہی کا نتیجہ دیکھئے کہ اسے خلیفہ اللہ فی الارض اور ولقد کرمنا بنی آدم کے مناصب جلیلہ پر فائز فرمایا۔ جب انسان کو عظمت وفضیلت کا اتنا بڑا درجہ دیا گیا' تو اب اس کو جو ڈیوٹی دی گئی' وہ بھی اور مخلوقات کے ذمہ لگائی گئی ذمہ داریوں سے اعلیٰ وارفع' انوکھی اور بہتر ہونی چاہیئے' بے شمار ایسے کمالات وصلاحیتیں ہیں جن سے اللہ تعالیٰ نے انسان کو مالا مال فرمایا اور دیگر مخلوقات ان سے محروم ہیں۔

جواب دہی کا احساس

رب کائنات کے ان خصوصی انعامات اور امتیازی نوازشات کا تقاضا اور فرض منصبی یہ ہونا چاہیے کہ جو ڈیوٹی مالک الملک نے انسان کے ذمہ لگائی ہے بلا کسی حیل وحجت کے اسکی ادائیگی میں مصروف رہ کر ہر وقت دل میں یہ خوف مستحضر رہے کہ میرے ہر قول وفعل کا ایک دن آقا و مالک کی خدمت میں جب پیشی ہوگی جواب دینا ہوگا' اور یہ تب ہوگا جب انسان ہر کام کو اللہ تعالیٰ کی مرضی اور حکم کے مطابق کرے اور نفس کی خواہشات کو اللہ تعالیٰ کے احکامات کے مقابلہ میں کچل کر اپنے خواہشات کو اللہ کی خواہشات کے تابع کر دے' اسی نفس کے کچلنے کا نام بالفاظ دیگر عبادت و اطاعت ربانی ہے' جس کے لئے مالک کل نے اولاد آدم کو اس دنیا میں بھیجا لیکن شرط یہ ہے کہ تمام عبادات اخلاص سے کی جائیں کیونکہ اخلاص کے بغیر عبادت کی مثال ایسی ہے جیسے جسد بلا روح' نہ ان کو صحیح و حقیقی عبادات میں شمار کیا جا سکتا ہے اور نہ اللہ تعالیٰ کے ہاں قبولیت کا درجہ ملتا ہے۔

انسان اور حیوان میں امتیازی فرق

اب انسان کا مقام بھی تمام مخلوقات میں افضل واشرف تو مقصد پیدائش بھی دیگر مخلوقات کے مقابلہ میں اعلیٰ ارفع' پیدائش انسانی کا غرض زیادہ کھانا و کمانا اور اقتدار کا حاصل کرنا نہیں ورنہ اس قسم کے کئی اغراض پر ہم سے زیادہ بہائم و جانور عمل پیرا ہیں۔ جانور بھی کھاتے ہیں

اور ہم سے زیادہ کھاتے ہیں' انسان جیسی عظیم چیز پر ایسے معمولی اور حقیر مقصد کا مرتب کرنا عقل سلیم سے بعید ہے۔عزت واقتدار کے مقصد بنانے کی بھی کوئی حیثیت ووقعت نہیں اس کا فائدہ کبھی کبھی یہ ہوتا ہے کہ دوسرے لوگ آپ کو اوروں سے اچھا اور بالا سمجھیں یہ سوچ اور تصور بھی خیالی اور وہم کی حد تک ہے' یہ ضروری نہیں کہ ہر انسان تمہیں اچھا اور بہتر سمجھے تو دوسرے کے تصور میں ارباب مال واقتدار کو بہتر سمجھنا یا نہ سمجھنا بھی ایک بے بنیاد چیز ہے' پھر سب سے بڑھ کر بات یہ ہے کہ یہ دنیاوی مقاصد عارضی ہیں' یہ قبر میں ساتھ دیتے ہیں اور نہ روز محشر میں' نہ اس سے آگے،اس سے آپ کو اندازہ ہوا ہوگا کہ اصل مقصد پیدائش عبادت ہے، جو دنیا میں بھی ساتھ دے گی۔قبر' روز محشر کا بھی ساتھی اور جنت تک پہنچانے کا بھی ذریعہ بنے گا۔دنیا کو احادیث میں کھیتی کا نام دیا گیا۔

جیسا تخم ویسا پھل

اس کھیتی میں مقصد حیات جو کہ عبادت ہے اگر اسی کا بیج بویا تو اللہ تعالیٰ کے حضور پیشی کے موقع پر بہترین اور خوشنما صورت میں یہی عبادات پیش ہوں گی اگر مالک کے بتائے ہوئے مقصد سے روگردانی ہو تو برے اعمال بدترین شکل میں پیش ہو کر بربادی اور خسران کا باعث بن جائیں گے' ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے''الدنیا مزرعۃ الاخرۃ' اس دنیا جس کے لئے ہم لوگ دین وایمان بیچنے کے لئے تیار رہتے ہیں اگر آخرت نہ ہوتی تو نہ دنیا ہوتی اور نہ دنیا کی کوئی قیمت۔ دنیا میں جیسے یہ ناممکن ہے کہ کیکر کا تخم بو کر اس سے آم وسیب پیدا ہونے کی توقع رکھنے والے کو دیوانہ سمجھا جاتا ہے۔اسی طرح دنیا کی اس کھیتی میں گناہوں کا تخم بو کر جنت حاصل کرنے کی توقع رکھنے والا بھی عقل وشعور سے بالکل عاری و خالی سمجھا جائے گا۔اس دار العمل کے تمام نیک اور پاکیزہ اعمال اللہ کے حضور پیش ہوتے ہیں' فرمان باری تعالیٰ ہے:

الیہ یصعدا الکلم الطیب والعمل الصالح یرفعہ (سورۃ فاطر)

''اسی کی طرف پاکیزہ کلمات چڑھتے ہیں اور وہی (ذات پاک جل جلالہ) عمل صالح کو بلند فرماتے ہیں''

دنیادارالعمل ہے

آخرت میں ان عبادات پرعمل کرنے والوں کو جو کچھ ملے گا وہ تو اکثر و بیشتر آپ علماء وخطباء سے سنتے رہتے ہیں' قرآن مجیداوراحادیث مقدسہ کے ذخیرے ان ثمرات کے حصول سے بھرے پڑے ہیں مگر اسکے علاوہ دنیا میں بھی عمل صالح اور ایمان کی بدولت اللہ تعالیٰ بڑی بڑی نعمتوں اوراعزازات سے اپنے اس بندے کونوازتا رہتا ہے' بدعمل کرنے والے آخرت میں اپنی سزااورنیکوکارلوگوں کی انعامات کودیکھ کرحسرت کرتے ہوئے چیخ کررب ذوالجلال کوپکاریں گے

وهم يصطرخون فيها ربنا اخرجنا نعمل صالحاً غير الذى كنا نعمل (سورۃ فاطر)

''برے عمل کرنے والے دوزخ میں شور مچاتے ہوئے کہیں گے'اے رب ہمیں اس (عذاب) سے نکال دے۔ہم دنیا میں ابھی تک جوعمل کرتے رہے وہ چھوڑ کر نیک عمل کرکے آئیں گے'' ان کی آرزو تو یہ ہوگی مگر اب اس تمنا کا پورا ہونا ناممکن ہے۔دنیا جو کہ دارالعمل تھا اور اب جزا وسزا ملنے کا عالم ہے' اسکے بعد تو اب عمل کرنے کا دورختم ہوا۔ان کے چیخنے اور چلانے کا اب نہ کوئی فائدہ ہے اور نہ شنوائی ہوگی۔اسی خواہش وارمان کی حالت میں ان کو ابدی عذاب کا خمیازہ بھگتنا ہوگا۔

احوالِ آخرت

اللہ تعالیٰ کے حضورحاضری کے موقع پرتو حالت دنیا کے احوال سے مختلف ہوگی' یہاں کوئی بیماری' آفت اورعذاب آنے پرایک آدمی اپنے کسی رشتہ دار'باپ' بیٹے اور دوست وغیرہ کو اپنی مدد اور تکلیف سے بچانے کے لئے بلالیتا ہے مگر روزمحشر میں تو وہ حالت ہوگی جس کا بیان مالک الملک نے ان کلمات میں فرمایا ہے:

يوم يفر المرء من اخيه☆ وامه وابيه☆ وصاحبته وبنيه☆ لكل امرى منهم يومئذٍ شان يغنيه☆

''قیامت کے دن بھائی بھائی سے،بیٹا باپ اور ماں سے'خاوند،بیوی اوراولاد سے متنفر ہوکردور بھاگے گا''

ہرایک اپنے اپنے مصائب و پریشانیوں میں ایسا گرفتار ہوگا کہ دوسرے کی نہ فکر اور نہ

یاد رہے گی۔ کسی کا عذاب کے خوف سے پورا بدن پسینے میں ڈوبا ہوگا، کسی کا ناف اور گھٹنے تک، کسی کا ایڑیوں تک۔ یہ صورتحال عمل کی کیفیت کے مطابق ہوگی۔ دنیا کے تمام رشتوں کا دارومدار نفع‘ طمع اور ذاتی مفادات پر قائم ہے‘ اگر کسی کی ذات سے فائدہ اور چیز کی توقع نہ رہے‘ پھر آپ اگر تلاش کریں کہ آپ کے کتنے رشتہ دار‘ اعزہ واقارب حقیقی اور صحیح معنوں میں آپ کے رشتہ دار ہیں ہر ایک دور رہنے کی تگ و دو میں رہتا ہے‘ اکثر و بیشتر رشتہ و تعلق سے بھی انکاری ہو جاتا ہے‘ دنیا میں ان رشتہ داریوں کیلئے کیا جتن اختیار کر کے بے پناہ مشکلات برداشت کرنے کو بھی عافیت و راحت سمجھا جاتا ہے۔ نہ نماز کا خیال نہ قرآن اور احکامات الٰہی کی فکر‘ مگر جب یہی محنت و مشقت جھیلنے والا دنیا سے رخصت ہوا‘ چند دن رسمی غم و فراق پر رونے دھونے کے بعد سب رشتہ دار نہ صرف یہ کہ ذکر تک چھوڑ دیتے ہیں بلکہ بے وفائی کی اس حد تک پہنچ جاتے ہیں کہ مغفرت کی دعا کرنا بھی ترک کر دیتے ہیں۔

عالم برزخ کی بے چارگیاں

اب آگے عالم برزخ کا مرحلہ جب شروع ہو جاتا ہے۔ رشتہ ناطے رکھنے والوں کی تعاون اور عذاب قبر سے بچانے میں ان عزیزوں کا عمل دخل بالکل محال ہے بلکہ وہاں صرف وہ اعمال بچا سکیں گے جن کو اعمال حسنہ کے نام سے یاد کیا جاتا ہے‘ جن سے یہ مرنے والے دنیا میں غافل رہ کر اپنے قریبی رشتہ داروں کی خوشنودی کی خاطر اپنے عیش و آرام کو چھوڑنے کے ساتھ اپنے مالک حقیقی کی ناراضگی سے بھی غافل اور بے پرواہ رہتا‘ اب قیامت سے پہلے کے تمام رشتے ختم ہو کر جن اعمال حسنہ سے انسان غافل رہا‘ وہی ساتھ جا کر کام آئیں گے‘ اسلامی احکامات تو ہمیں یہ سکھاتا ہے کہ اس دنیا میں رہ کر اور سب سے تعلق قائم رکھ کر خدائی احکامات کی پابندی کرو۔ سب رشتوں اور تعلقات کو اسلام کے بتائے ہوئے اصولوں کے مطابق قائم و دائم رکھنے کے ساتھ ساتھ حقیقی تعلق و رشتہ اپنے خالق سے قائم رکھو‘ نہ ترک دنیا اور رہبانیت کی اجازت ہے کہ بیوی و اولاد و اقارب سے فرار اختیار کر کے ایک غار میں بیٹھنے کے بعد صرف عبادات میں

مصروف رہے اور نہ یہ رویہ اختیار کیا جائے کہ سیم وزر اولا دو بیوی اور دنیا کے محبت میں اتنا ڈوب جائے کہ خدا سے غافل ہو جاؤ، مسلمان اور غیر مسلم میں یہی فرق ہے کہ مسلمان کے دل میں ہر وقت یہ خوف رہتا ہے کہ دنیا کی چندروزہ زندگی عارضی اور جلد ختم ہونیوالی ہے میرے ہر عمل کا ایک روز خدا کے سامنے حاضر ہو کر صفائی پیش کرنی ہوگی۔

فکرامتحان واحتساب

دنیا کی مثال آپ حضرات کے سامنے ہے تعلیمی اداروں میں ذہین اور عقل مند بچوں کو ہر وقت فکر رہتی ہے کہ مجھے ایک مقررہ وقت پر ممتحن کے سامنے پیش ہو کر اپنے تمام سال اور گزرے ہوئے دنوں کی کارکردگی کا جواب دینا ہے اسی خوف واحساس سے دن رات بے چین رہ کر اپنے اسباق واعمال کو درست کرنے کی فکر میں منہمک رہتا ہے کہ امتحان کے موقع پر ذلت و ناکامی کے داغ اور دھبے سے محفوظ رہوں جبکہ دنیا کے امتحان اور ذلت و ناکامی قیامت کے امتحان اور ذلت و ناکامی کے مقابلہ میں کوئی حیثیت نہیں رکھتی۔ دنیا میں رہنے والے وہ لوگ جو قیامت کے صبر آزما روز اللہ کے حضور پیشی سے بے پرواہ ہو کر دنیا کو کافروں کی طرح سب کچھ سمجھا ہو ایسے لوگ روز قیامت اللہ کے توجہ سے محروم رہیں گے۔

بوڑھے زانی، جھوٹے بادشاہ اور بھوکے متکبر کی سزا

سیدالرسل صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان

عن ابی هریرةؓ قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم ثلاثة لايكلمهم الله يوم القيامة وفى رواية ولا ينظر اليهم ولهم عذاب اليم" شيخ زان وملک کذاب وعائل مستكبر۔ (رواه مسلم)

"حضرت ابو ہریرہؓ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کر رہے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تین افراد ایسے ہیں جن سے اللہ تعالیٰ روز قیامت کلام نہیں فرمائینگے اور نہ ان کی تعریف فرمائیں گے اور ایک روایت میں ہے کہ نہ ان کی طرف رحمت وشفقت کی نظر سے دیکھیں گے ان

کے لئے دردناک عذاب ہوگا،ایک وہ زناکار جو بوڑھا ہو، دوسرا بادشاہ بھی ہو اور جھوٹا بھی ہو، تیسرا وہ شخص جو غربت وافلاس کے باوجود متکبر بھی ہو۔

حدیث میں جن تین گناہوں کا ذکر ہے وہ ہر حال میں جس عمر کا مسلمان ہو اس کے لئے ارتکاب کرنا مذموم حرام اور موجب عذاب ہیں لیکن یہاں ان تینوں کے عمر اور کیفیت کے پیش نظر ان معاصی کی سنگینی کئی گنا بڑھ جاتی ہے' سزا کی سخت ہونے کی وجہ ان شاء اللہ پھر کسی موقع پر عرض کردوں گا۔ یہاں حدیث کے ذکر کرنے کا مقصد یہ ہے کہ جب انسان کے دل ودماغ سے روزمحشر میں اپنے ہر قول وفعل کی جوابدہی کا خوف ختم ہوجاتا ہے تو پھر یہی انسان روحانی طور سے مسخ ہوکر حیوان سے بھی بدتر مخلوق کی صورت میں پھر نہ اپنے عمر کی رعایت اور نہ اپنے کیفیت سے شرماتا ہے۔ **نفس امارہ باالسوء** جس پٹری پر ڈالنا چاہے اسی پر گامزن ہوکر دردناک عذاب کا مستحق بن جاتا ہے۔

خوفِ خدا کے ثمرات

اگر خوف خدا دل میں ہو تو رب کائنات اسی خوف کی وجہ سے جہنم میں داخل ہونے والے اس مومن کو اذیت ناک عذاب سے نکال دینے کا حکم فرمادیتے ہیں۔ رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے:

وعن انسؓ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال یقول اللہ جل ذکرہ اخرجو من النار من ذکرنی یوماً او خافنی فی مقام (رواہ الترمذی)

''حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ جس کا ذکر بہت عظمت والا ہے (فرشتوں سے) فرمائیں گے کہ اس شخص کو جہنم سے نکال دو جس نے ایک دن بھی مجھ کو یاد کیا ہو یا کسی موقع پر مجھ سے ڈرا ہو۔''

مجھ سے ڈرنے کا مطلب یہ کہ اس کے دل میں خوف ہو کہ ایک دن مجھے اللہ تعالیٰ کے سامنے میرے اس برے عمل کا جواب دینا ہوگا۔ خدا کے سامنے اور آخرت کے ڈر سے نکلا ہوا آنسو کا

ایک قطرہ مسلمان کوجہنم کی بڑی سے بڑی آگ سے محفوظ رکھے گا۔اللہ تعالیٰ کے سامنے کا مطلب یہ کہ آدمی کو ہروقت یہ خوف رہے کہ اللہ تعالیٰ میرے شہ رگ سے بھی مجھ سے زیادہ قریب ہے۔وہ مجھے اور میرے ہرکام کو دیکھ رہا ہے۔ آخرت میں تمام عمل نامے پیش کرکے ذرے ذرے کا میرا محاسبہ ہوگا۔

آنسوکا ایک قطرہ جہنم کی آگ بجھادے گا

امام احمد نے حضرت حازمؓ سے روایت نقل کیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلمکی خدمت میں جبرئیل امین ایک موقع پر تشریف لائے' وہاں ایک مسلمان اللہ کے خوف سے رورہا تھا حضرت جبرئیل نے فرمایا: کہ اللہ کے سامنے حاضری کے موقع روز قیامت انسان کا سارے اعمال کا تو وزن ہوگا مگر اللہ کے سامنے پیش ہونے اور آخرت کے محاسبے کے ڈر سے رونا ایسا عمل اور اللہ تعالیٰ کو محبوب فعل ہے کہ اسے تولا نہ جائے گا۔ بلکہ اس رونے والے کے آنسو کا ایک قطرہ جہنم کی بڑی سی بڑی آگ کو بجھادے گا۔اللہ تعالیٰ کے خوف سے رونے پر کتنا بڑاانعام مل رہا ہے۔مگر بدقسمتی سے ہم مسلمان اس سے غافل اور اس طرف توجہ نہ دے کر گناہوں کے دلدل میں دھنسنے کے ساتھ اپنی دنیاو آخرت کو خوار کرنے کے بھی درپے ہیں اور ہمیں اس تباہی و بربادی کا احساس تک نہیں ہورہا ہے۔حالانکہ عمل کتنا آسان کارگر اور عذاب الٰہی سے محفوظ رہنا کتنا عظیم کرم۔اس فانی دنیا کے عارضی اور جلد ختم ہونے والے نقصان پر تو ہمارے آنکھوں سے آنسوؤں کے سمندر جاری ہوجاتے ہیں،مگر نہ ختم ہونے والے عالم آخرت کی لازوال اور ہمیشہ ہمیشہ کے لئے رہنے والی تباہی اور بربادی پر آنکھوں سے قطرہ آب نکلنا بھی ہم پر بارگراں بن جاتا ہے۔ جواللہ تعالیٰ کے ہاں سب سے زیادہ محبوب عمل اور مومن کے نجات کا ذریعہ ہے۔

خوف خدا کے آنسو

ایک اور مقام پر رحمت دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

عن عبداللہ ابن مسعودؓ قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم ما من عبدمؤمن یخرج من عینیه دموع وان کان مثل رأس الذباب من خشیة ا لله

ثم يصيب شيأ من حرو جهه الاحرمه الله على النار . (رواه ابن ماجه)

''حضرت عبداللہ بن مسعودؓ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرر ہے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہروہ بندہ مومن جس کی آنکھوں سے خدا کے خوف میں آنسو نکلیں اگر چہ وہ آنسو مکھی کے سر کے برابر کیوں نہ ہوں اور پھر وہ آنسو بہہ کر اس کے خوبصورت چہرہ پر پہنچیں تو اللہ تعالیٰ اس پر دوزخ کی آگ کو حرام کردے گا۔''

محترم حاضرین خوفِ خدا ہی وہ اہم گر اور ذریعہ ہے جسے مومن ہر لحظہ ملحوظ خاطر رکھ کر گناہوں سے بچا جاسکتا ہے۔اب نماز کا وقت ہورہا ہے' ان شاء اللہ آئندہ ہفتے آسمان رشد و ہدایت کے چمکتے ہوئے ستارے صحابہ کرامؓ جن میں بعض کو زندگی میں ہی جنت کی بشارت مل چکی تھی اس کے باوجود ان صحابہ کرام اور صلحائے امت نے اپنی زندگیاں خوف خدا سے بھرپور انداز میں گزاریں کا ذکر کرنے کی کوشش کروں گا۔

اللہ تعالیٰ مجھے اور آپ سب کو حقیقی معنوں میں خوف خدا سے معمور و منور زندگیاں نصیب فرماویں۔آمین۔

بزم ہستی سے ہمیں اور کیا لینا ہے
ہاں مگر دل کے تڑپنے کا مزا لینا ہے
مدتوں ٹھوکریں کھائیں تو سمجھ میں آیا
اپنی ہستی کو مٹانا تجھے پا لینا ہے
دل میں ایک جذبہ بیتاب اگر ہے موجود
منزلِ یار کو دو گام میں جا لینا ہے
اپنے سر کو درِ جانان پہ جھکانا کیفی
اپنی روٹھی ہوئی تقدیر منا لینا ہے

آخرت میں جوابدہی کا احساس

آخرت کی ہولناکیاں اور صحابہ کرامؓ کا خوف آخرت

نحمدہٗ و نصلی علی رسولہ الکریم فاعوذ باللہ من الشیطان الرجیم بسم اللہ الرحمن الرحیم . واما من خاف مقام ربہ ونھی النفس عن الھویٰ فان الجنۃ ھی الماویٰ (سورۃ النزعٰت)

''اور جو اپنے پروردگار کے سامنے کھڑا ہونے سے ڈرا، اور نفس (دل) کو خواہشات سے روکا، پس اسکا ٹھکانہ جنت ہے۔

وفی مقام آخر قال اللّٰہ عزّ وجل ولمن خاف مقام ربہٖ جنّتٰن (سورۃ رحمان)

''اور جو کوئی ڈرا کھڑے ہونے سے اپنے رب کے سامنے اس کے لیے (جنت میں) دو باغ ہیں۔

گذشتہ جمعہ کے معروضات کا خلاصہ آپ حضرات کو یاد ہوگا کہ آرزو اور مقصد اعظم تو ہر مسلمان کا یہی ہے کہ اسے جنت حاصل ہو لیکن وہ کیسے حاصل ہوگی اس کے حصول کا مختصر مگر جامع راستہ اور گُر کونسا ہے؟

معالج روحانی پر اعتماد

ان دونوں آیات میں مالک الملک نے مختصر الفاظ میں بیان فرمادیا ہے یہ کوئی انوکھی اور عقل وسمجھ میں نہ آنے والا نسخہ نہیں جیسے کہ گذشتہ جمعہ میں عرض کردیا تھا اس عالم اسباب میں بھی مقصود اور مطلوب تب حاصل ہوتا ہے جب اسکے لیے مقرر کردہ اسباب وعوامل کو بروئے کار لایا جائے، دنیا میں ایک مریض اپنا مطلوب یعنی صحت سے مالا مال اس وقت تک نہیں ہوسکتا جب تک اپنے معالج کے بتائے ہوئی دوا اور طریق کار پر سو فیصد عمل نہ کرے۔

آخرت میں جواب دہی کا احساس

پہلے آیت میں گناہوں سے محفوظ رہنے کے دو طریقے یعنی روحانی اصلاح اور اعضاء کو اللہ کے بتائے ہوئے اصولوں کو مدِ نظر رکھ کر استعمال میں لانے کے لیے اہم وضروری عقیدہ یہ ہے کہ مجھے ایک دن اپنے مالک حقیقی کے سامنے حاضر ہونا ہے، یہ تصور ایسا راسخ ہونا چاہیے کہ شیطان جب بھی گناہوں کو خوبصورت انداز میں پیش کرنے کے بعد انسان کو اس پر عمل کرنے کے لیے آمادہ کرے، انسانی سوچ وفکر فوراً یہ حکم الٰہی اپنے سامنے لائے کہ اللہ کے سامنے میرے پیشی کے موقع پر اس عمل کے بارے میں پوچھا جائے گا، مجھے جواب وجواز پیش کرنا ہوگا، تو میں کیا جواب وجواز کا دلیل پیش کروں گا، یہی انسان فوراً شیطان کے مکاری اور چالبازی کے جال میں گرفتار ہونے سے بچ جائیگا۔

خواہشات نفس سے بغاوت

اسی آیت مبارکہ میں اللہ کے دربار میں حاضری کیلئے ایک اور علاج یہ بیان کیا گیا کہ اپنے نفس کو اس کے خواہش پر عمل کرنے سے روک کر ازلی دشمن شیطان لعین کے بربادی سے اپنے آپکو بچایا جاسکتا ہے بدقسمتی سے پہلو میں بیٹھے ہوئے اس خطرناک دشمن لعین کو مسخر کرکے اس کے اصلاح سے ہم غافل ہیں، جو کچھ یہ مانگتا ہے، اس کو دینا اپنا اولین فریضہ سمجھتے ہیں، اس کے ہر حکم کی فوراً تعمیل کو اپنے لیے سعادت فخر کا ذریعہ سمجھتے ہیں، اس کے خواہشات کی تکمیل کی راہ میں اپنے

پرائے اورحلال وحرام کی تمیز کرتے ہیں اور نہ احکامات الٰہی کی رعایت کوملحوظ خاطر رکھتے ہیں،اور غم وفکر دوسروں کی اصلاح کی رہتی ہے، کہ فلاں اس گناہ کا مرتکب ہورہا ہے۔اور فلاں اس برے عمل کا شائق ہے،اور اپنے ساتھ نفس امارہ بالسوء کی شکل میں جواژدھا منہ کھولے ڈسنے اور مارنے کے موقع کے انتظار میں ہے اسکی جانب توجہ ہی نہیں۔

حقیقی پہلوان کون ہے؟

اصل پہلوان وہ نہیں جو دنگل کے میدان میں اپنے سے مضبوط وخطرناک پہلوان کو پچھاڑ دے بلکہ حقیقی پہلوان وہ ہے جو اپنے سب سے قریبی اوردن رات کے ساتھی جو کبھی جدا ہونے کا نام بھی نہیں لیتا،اسے شکست دے کر صراط مستقیم پر لانے کے بعد اس کو اپنا مطیع ومسخر بنادے،اور یہ تب ہوگا کہ جس چیز کی نفس امارہ خواہش مند ہو اس سے منہ موڑ کر اس کے خلاف عمل کرو۔اتنے آسانی سے یہ نہ شکست تسلیم کرتا ہے اور نہ راہ راست پر آتا ہے بلکہ اس کے ساتھ اس سلوک پر دوام اور ثابت قدم رہنا ہے اس کو مطیع اور فرمانبردار بنانے کا بہترین طریقہ ہے۔

حضرت تھانویؒ کا ارشاد

حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ کے بقول ہر کام کرتے وقت سوچ لیا کرو کہ اس میں نفس کو مزہ آتا ہے یا نہیں اگر مزہ اور لذت محسوس ہو تو جان لیجئے کہ یہ گناہ کی ایک صورت ہے اگر اس کے بداثرات کو زائل کرنا ہے تو اسی وقت لذت کو اپنے اوپر مسلط اور غالب نہ کرو بلکہ خود اس کے اوپر غالب ہوجاؤ فوراً اس فعل بد کے برے اثرات خواہ دنیاوی ہوں یا آخروی اوران پر مرتب ہونے والے عذاب وسزا کو سامنے رکھ کر وقتی لذت ومزہ اوردائمی شرمندگی اور تکلیف کا آپس میں موازنہ کرنے کے بعد آئندہ نفس کی اطاعت پر عمل کرنے کا تصور بھی نہ کرنا،اس خوف کی موجودگی میں پھر گناہ پر عمل کرنا ناممکن ہوجائیگا۔

خالق کی عدالت میں تین حاضریاں

دنیا میں محاسبہ اورعدالتی نظام میں تو مظلوم دردر کی خاک چھاننے اورتمام زندگی عدالتوں میں تاریخیں بھگتنے میں صرف کر کے پھر بھی فیصلہ کی حسرت دل میں ساتھ لے کرموت کی وادی میں داخل ہوجاتا ہے،مگر خالق کے سامنے پیش ہونے کا سلسلہ بہت لمبا چوڑا اورطویل نہ ہوگا بلکہ تین تاریخوں میں محاسبہ کا فیصلہ ہوکر جنت یادوزخ کا پروانہ مل جائے گا۔رحمت دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کاارشاد ہے:

عن الحسن عن أبی هريرةؓ قال قال رسول اللّٰه صلی الله عليه وسلم يعرض الناس يوم القيامة ثلٰث عرضات فامّا عرضتان فجدال و معاذير و اما العرضة الثالثه فعند ذالک تطير الصحف فی الأيدی فآخذ بيمينهٖ و آخذ بشمالهٖ (رواہ احمد والترمذی)

’’حضرت حسن بصریؒ حضرت ابوہریرہؓ سے روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قیامت کے دن اللہ کے سامنے لوگوں کو تین دفعہ پیش کیا جائے گا دودفعہ تو بحث وجرح اورعذر آرائی ہوگی اورتیسرے مرتبہ پیشی پر(جب سوال وجواب اورحساب کتاب کے مراحل مکمل ہوچکے ہونگے)عمل نامے اڑاڑ کے ہاتھوں میں پہنچ جائیں گے۔ان میں سے کچھ لوگ اپنے دائیں ہاتھ میں عمل نامے وصول کرلیں گے،اوربعض لوگ بائیں ہاتھ میں عمل نامے حاصل کرلیں گے

آخرت کی سعادت اوررسوائیاں

یہاں یہ بات یادرکھیں کہ دائیں ہاتھ میں لینے والے دیندار،پرہیز گار،خوش قسمت اورسعادتمندوں کے زمرہ میں شامل ہوں گےاوربائیں ہاتھ والے نافرمان،بدبخت،گناہ گاراورجہنم کے حقدارہوں گے۔جبکہ دائیں ہاتھ میں ملنے والاعمل نامہ حاصل کرنے والوں کیلئے یہ جنت کاپروانہ ہوگا۔محاسبہ کایہ عمل چندسویاچندہزارلوگوں کے درمیان نہ ہوگا بلکہ اس نجات یاتباہی کا معاملہ اورچھان پھٹک اولین وآخرین یعنی اربوں کھربوں لوگوں کے سامنے ہوگی۔اس چندروزہ زندگی کے کم تعداد میں لوگوں کے سامنے رسوائی کو ہم میں سے ہرایک اپنے لیے بےعزتی،ہتک اوراہانت سمجھ کرایسے

مواقع سے محفوظ رہنے کی کوشش کرتا ہے۔رب مخلوقات کے سامنے حاضری کے موقع پر خدانہ کرے ذلت ورسوائی سے بچنے سے آج ہم میں سے اکثر ایسے غافل ہیں جیسے اگلے عالم میں ہمارا کسی کے سامنا ہی نہ ہوگا، دنیا کے جج اور قاضی کے سامنے عیاری، چالاکی، مکاری، چرب زبانی اور رشوت وغیرہ سے اپنا کام ناجائز طریقہ سے نکالا جاسکتا ہے اور زیادہ یہی کچھ ہورہا ہے۔مگر احکم الحاکمین کو تو نہ دھوکا دیا جاسکتا ہے نہ اور کوئی لالچ کارآمد ہوسکتی ہے۔

بارگاہِ احکم الحاکمین میں پیشی

اس دنیا کا ایک معمولی افیسر جب اپنے ماتحت کو جوابدہی کیلئے اپنے آفس بلاتا ہے توہزار بار آپ نے دیکھا ہوگا کہ ماتحت پر ہیبت طاری ہوکر ہونٹ اور ہاتھ کانپنے لگتے ہیں، ٹانگوں میں لرزہ پیدا ہوکر کھڑا ہونا مشکل ہوجاتا ہے تو جس دن جسے قیامت کہاجاتا ہے جس میں ہزار ہادہشت، خوف وپریشانیوں کا ہجوم ہوگا اور پھر بادشاہوں کے بادشاہ رب العالمین جسکے رعب ودبدبہ کے سامنے دنیا کے بڑے بڑے افیسر کے رعب اور دبدبہ کی کوئی حیثیت اور وقعت ہی نہیں ا سکی پُرجلال بارگاہ میں کھڑے ہونے والوں کا کیا عالم ہوگا،اس مرحلے کی آسانی کا نسخہ ''مرشد اعظم صلی اللہ علیہ وسلم'' نے بیان فرماکرامت پر اپنے شفقت اور مہربانی کا اظہار جس انداز سے فرمایا۔اسکی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی اس فرمان میں موجود ہے:

وعن ابی سعید ن الخدریؓ انہ اتیٰ رسول اللّٰہ صلی اللہ علیہ وسلم فقال اخبرنی من یقویٰ علی القیام یوم القیامۃ الذی قال اللّٰہ عزوجلّ یوم یقوم النّاس لرّب العالمین فقال یخفف علی المؤمن حتی یکون علیہ کالصلوۃ المکتوبۃ.

''حضرت ابوسعید الخدریؓ روایت کرتے ہیں کہ ایک دن میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہا کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے یہ تو بتائیے کہ قیامت کے دن جس کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: کہ جس دن تمام لوگ ایک ایک کائنات کے مالک یعنی اللہ تعالیٰ کے سامنے کھڑے ہوں گے، کسی فرد کو (محاسبہ) کے لیے رب العالمین کے سامنے کھڑے ہونے کی سکت اور ہمت ہوگی، آنحضرت صلی اللہ علیہ

وسلم نے فرمایا: قیامت کا دن مومن کے لیے آسان کر دیا جائے گا حتی کہ وہ دن اس پر فرض نماز کی ادائیگی کے وقت کے برابر ہو جائیگا۔

آخرت کی ہولناکیاں

محترم حضرات! ہم نے اس ہیبت ناک منظر کے بارہ میں اپنے صبح وشام کیمصروفیات اور شور وغل میں مشغول رہنے کے ساتھ کبھی کچھ وقت نکال کر غور بھی کیا ہے، کہ اس سخت دن کیلئے ہم کیا تیاری کر رہے ہیں جو مسلمان کیلئے فرض نماز ادا کرنے کے مقدار کر دیا جائے گا اور کافر کیلئے پچاس ہزار سال کے برابر ہوگا، یعنی حقیقت میں تو وہ دن نہایت طویل تو ہوگا مگر ایمان کے نعمت سے مالا مال خوش قسمت کیلئے باوجود لمبا اور مصائب سے بھر پور ہونے کے اللہ اتنا آسان کر دے گا، جتنا وقت فرض نماز کی مختصر مدت میں گزرتا ہے، دنیا کی زندگی میں بھی ہم اور آپ اس کیفیت سے گزرتے ہیں اور اذیت اور مصیبت میں گرفتار شخص پر ایک گھنٹہ، سال کے برابر طویل اور لمبا ہو جاتا ہے کبھی کبھی شب کے دوران دانت یا کسی اور عضو میں تکلیف جب شروع ہوتی ہے تو تکلیف میں مبتلا شخص سمجھتا ہے کہ رات تو ختم ہونے کا نام ہی نہیں لیتی جبکہ سکون وراحت کی نیند سونے والا یہی رات ایسا محسوس کرتا ہے کہ لمحوں اور سیکنڈوں میں گزر کر نیند کا کوٹا پورا نہ ہونے کی شکایت کرتا ہے۔ جس شخص کا عقیدہ اور اعمال کامل و مکمل ہونگیں اس کیلئے یہ سخت لمحات بہت زیادہ مختصر، اور جس کے اعمال و کردار میں شریعت کے اعتبار سے کمی اور کمزوری ہو اس کیلئے ہیبت واذیت سے یہ معمور دن ذرا کم مختصر کر دیا جائیگا۔

حضرت ابن عمرؓ کا خوف آخرت

حضرت ابن عمرؓ جب سورت تطفیف کی تلاوت کرتے وقت اور آیت "یوم یقوم النّاس لرّب العالمین"، پر پہنچتے تو اللہ تعالیٰ کے سامنے کھڑے ہونے کے خوف سے بدحال ہو جاتے۔ حالت ایسی ہو جاتی کہ اس آیت کے مزید آیات کا پڑھنا بھی ناممکن ہو جاتا۔ اور دوسری طرف ہم ہیں۔ کہ زبانی کلامی عقیدہ تو یہی ہے۔ کہ ہم میں سے ہر ایک کو روز مقررہ اپنے ہر عمل کے لیے اللہ تعالیٰ کے سامنے پیش ہونا ہے مگر عملاً حقوق اللہ کی پاسداری اور نہ حقوق العباد کے ادائیگی کا خوف ہے۔ شاید اس غلط فہمی میں مبتلا ہیں کہ بس

ہمارے لیے صرف کلمہ شہادۃ پڑھنا ہی کافی ہے نہ سماجی زندگی میں اسلامی احکامات کی پابندی اور نہ معاشرتی زندگی اللہ ورسول صلی اللہ علیہ وسلم کے احکامات کے مطابق گزر رہی ہے۔ عمل سے تو ایسا معلوم ہوتا ہے جیسے ہم میں اکثر لوگوں نے اس بڑے اور خوفناک دن اور عظیم الشان ذات حق تعالیٰ جل جلالہ کے روبرو کھڑے ہونے کو بھلا دیا ہے اس غم وفکر کی جگہ نابالغ سے لیکر شیخ فانی تک حضرات ایک ہی مقصد لئے ہوئے ہیں کہ اس مادی وفانی دنیا کے اسباب تعیش کیسے حاصل کیے جائیں، سب کچھ اسی چند سالہ زندگی ہی کو سمجھ بیٹھے ہیں۔

حضرت ابوذر غفاریؓ

حضرت ابوذر غفاریؓ جو کہ آسمان رشد وہدایت کے ستاروں یعنی صحابہؓ میں ان اکابر صحابہؓ میں سے ہیں جو اپنے زہد وقناعت فقر واستغناء کی وجہ سے دنیا کے تمام لذتوں، اسباب عیش وعشرت سے دور رہے جن کے بارے میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

عن أبی ذرؓ قال قال رسول اللّٰہ صلی اللہ علیہ وسلم ما اظلت الخضراء ولا اقلت الغبراء من ذی لھجۃً اصدق ولا اوفی من ابی ذریشبہ عیسی بن مرین یعنی فی الزھد (رواہ الترمذی)

''حضرت ابوذرؓ سے روایت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کسی ایسے بولنے والے پر نہ تو نیلے آسمان نے سایہ کیا اور نہ زمین نے اسکو اٹھایا جو ابوذرؓ سے زیادہ راست گو ہو۔ اور اللہ اور اللہ کے رسولؐ کا حق ابوذرؓ سے زیادہ ادا کرنے والا ہو، وہ ابوذرؓ جو حضرت عیسی ابن مریمؑ کے ساتھ زہد میں مشابہ ہیں یعنی وہ حق وسچ کے بیان میں کسی مصلحت، چشم پوشی اور مداہنت کا شکار بھی نہیں ہوئے ان کے زہد وتقویٰ اور دنیا اور اسباب دنیا سے لاتعلقی کی حالت ایسی تھی کہ اس فانی دنیا کے جائز ومباح اعمال ولذتوں سے بھی احتراز کرتے حضرت عیسیٰؑ سے مشابہت کی وجہ بھی ان کا زہد وتقویٰ اور مجرد یعنی بغیر شادی کے زندگی گزارنا تھا۔

حضرت ابوذر غفاریؓ کی ایک تمنا

اس عظیم المرتبت اور اوصاف جلیلہ پر فائز صحابیؓ کے خوف خدا کی وجہ سے اپنے بارے میں کیا رائے ہے:

عن ابی ذرؓ قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم انی اریٰ مالاترون واسمع مالاتسمعون أطت السماء وحق لھا ان تأطّ والذی نفسی بیدہٖ مافیھا موضع اربع

اصابع الا وملک واضع جبهتہ ساجداً للّٰہ واللّٰہ لاتعلمون مااعلم لضحکتم قلیلاً ولبکیتم کثیراً وماتلذّذتم باالنساء علی الفرسات ولخرجتم الی الصعدات تجارون الی اللّٰہ قال ابوذرؓ یلیتنی کنتُ شجرۃ تعضد (رواہ احمد والترمذی)

''حضرت ابوذرؓ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کررہے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو کچھ میں دیکھتا ہوں تم نہیں دیکھتے اور جو کچھ میں سنتا ہوں تم نہیں سنتے، آسمان میں سے آواز نکلتی ہے اوراس سے آواز کا نکلنا بجاہے قسم ہےاس ذات کی جسکے ہاتھ میں میری روح ہے آسمان میں چار انگلیوں کے مقدار ایسی جگہ نہیں جہاں فرشتے خدا کے حضور اپنا سر سجدہ ریز نہ کیا ہو، خدا کی قسم اگر تم اس چیز کو جان لو جسکو میں جانتا ہوں (یعنی روز قیامت کی اذیت، عذاب قبر ودوزخ کی شدت، اللہ کے حضور پیش ہونا وغیرہ) تو یقیناً تم لوگ بہت کم ہنسو گے بلکہ زیادہ تر روؤ گے، اپنی عورتوں سے بستروں پر لذت حاصل کرنا ترک کر کے جنگلوں کی طرف فرار اختیار کرلو گے۔ حضرت ابوذرؓ نے یہ روایت سنانے کے بعد کہا کہ کاش! میں ایک درخت ہوتا جس کو کاٹا جاتا یعنی روز قیامت کی سختیوں، عذاب قبر، اور مالک الملک کے دربار میں ان کے سامنے اعمال کی جوابدہی جیسے سخت مراحل سے گزرنا نہ پڑتا۔ اور دنیا کے رہنے والوں کو شیطان جن گناہوں کے داؤ پیچ میں گھیر کر معاصی کے ارتکاب پر مجبور کردیتا ہے ان گناہوں کی رسوائی وذلت سے میں محفوظ رہتا۔ یہ میرے اور آپ جیسے ایک عام گناہوں میں مبتلا شخص کی آرزو نہیں بلکہ ایک عظیم انسان کی دردناک تمنا ہے جس کے بارے میں رحمت للعالمین نے گواہی دی جو ابھی آپ سن چکے ہیں کہ آپؐ نے فرمایا کہ آسمان کے نیچے اور زمین پر ابوذرؓ سے زیادہ راست گو اور حق پر قائم رہنے والا زاہد و مستغنی جسکی تشبیہ جلیل القدر پیغمبر حضرت عیسیٰ سے دی کوئی اور زیادہ نہیں۔

اُم المومنین حضرت سیدہ عائشہؓ

اُمھات المومنین میں حضرت عائشہؓ کو رب کائنات نے اہم مقام اور فضائل سے نوازا، شیخی ووالدی حضرت مولانا عبدالحق نوراللہ مرقدہ اپنے وعظ میں ان کے فضائل بیان کرتے وقت ان کی عظمتوں پر بے شمار دلائل پیش فرماتے جن میں ایک یہ بھی ہے کہ حضرت عائشہؓ پر

منافقین نے تہمت لگانے کی جرات کی اور اللہ تعالیٰ نے ان کی برأۃ کے لیے دس آیات قرآنی نازل فرمائے، یہ فضیلت اور کسی صحابیؓ یا صحابیہؓ کو حاصل نہیں۔حضرت جبرائیل جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس وحی لیکر آتے حضرت عائشہؓ پر سلام پیش کرتے۔جیسے روایت ہے :

عن ابی سلمۃؓ ان عائشۃؓ قالت قال لی رسول اللّٰہ یاعائشہ ھذا جبرائیل یقرئک السلام قالت وعلیہ السلام ورحمۃ اللّٰہ وھو یُریٰ مالااریٰ(رواہ بخاری ومسلم)

''حضرت ابی سلمۃؓ سے روایت ہے کہ ام المومنین حضرت عائشہؓ نے کہا کہ ایک روز حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا عائشہ یہ جبرائیل علیہ السلام تمکو سلام کہتے ہیں، عائشہ نے جواب میں کہا وعلیہ السلام ورحمۃ اللّٰہ ، عائشہ فرماتی ہیں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جبرائیل کو دیکھ رہے تھے اور میں ان کو نہیں دیکھ رہی تھی یہ اعزاز کسی اور بیوی کو حاصل نہ تھا،علمی کمال کی حالت یہ تھی کہ ابوموسیٰ اشعریؓ کے بقول ہم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہؓ کو جب بھی کسی دینی مسئلہ میں مشکل پیش آتی ہم حضرت عائشہؓ کے پاس جاکر مسئلے کا حل ان سے پوچھ لیتے اور انہی سے معلوم کر کے اپنے مشکل ترین مسائل کو حل کر دیتے،سخاوت اس حد تک رہی،ستر اور ایک لاکھ درہم جب ہاتھ میں آتے،سارے دراہم کو مساکین ، یتامیٰ وفقراء پر فوراً تقسیم کردیئے اور خود لباس میں کئی پیوند لگے ہوئے تھے،افطار کے وقت جب کھانے کے لیے اور کچھ موجود نہ تھا، جو کی خشک روٹی اور زیتون کے تیل سے افطار فرمایا۔وہ عائشہؓ جن کے بارہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ''**فان الوحی لم یأتنی و انا فی ثوب امرأۃ الاّعائشہ**'' یعنی وحی میرے پاس اس وقت نہیں آتی جب کسی بیوی کے لحاف یا چادر میں ہوں، ماسوائے عائشہؓ کے کہ اگر ان کے ساتھ ایک ہی چادر میں رہوں تو بھی وحی کا سلسلہ جاری رہتا ہے۔سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا عائشہؓ سے محبت کا عالم یہ تھا کہ آپ نے ایک موقع پر فرمایا:''**الا تحبین مااحبُّ قالت بلیٰ قال فاحبّی مااُحبّ**'' اپنی بیٹی حضرت فاطمہؓ سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا تو اس سے محبت نہیں رکھتی جس سے میں محبت کرتا ہوں، فاطمہؓ نے کہا کیوں نہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: پھر تم عائشہ سے محبت رکھو۔

حضرت عائشہؓ کا فکر آخرت

محترم حضرات! حضرت عائشہؓ کے مناقب اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ان سے بے انتہاء تعلق ومحبت کے بارے میں احادیث بھرے پڑے ہیں ان کے بیان کے لیے طویل وقت بھی بہت کم ثابت ہوگا، ان کے زہد وتقویٰ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ان سے خصوصی محبت کے ذکر سے۔ غرض یہ ہے کہ ان لاتعداد خصوصیات کے باوجود خدا کا خوف وخشیت اتنا تھا کہ فرماتیں کاش! میں پیدا نہ ہوتیں یا کاش! میں ایک پتھر ہوتی، درخت کا ایک پتہ ہوتی تا کہ قیامت کے دن حساب کتاب سے بچ جاتی۔ امیر المومنین سیدنا حضرت عمر فاروقؓ جن کے بارے میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے "لو کان بعدی نبیاً لکان عمر ابن الخطابؓ" اگر میرے بعد کسی اور نبی کا دنیا میں ورود ہوتا تو وہ عمر ابن الخطابؓ ہوتے۔ زندگی میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جنتی ہونے کی خوشخبری دی۔

عن ابی سعید الخدریؓ قال قال رسول اللّٰہ صلی اللہ علیہ وسلم ذاک الرجل ارفع امتی درجة فی الجنة قال ابو سعید واللہ ماکنا نری ذلک الرجل الاعمرؓ بن الخطاب حتی مضی لسبیلہ (رواہ ابن ماجہ)

حضرت ابوسعید الخدریؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: وہ شخص میری امت میں جنت کا بلند ترین مرتبہ رکھنے والا ہے، ابوسعیدؓ نے فرمایا اس شخص کے بارے میں قسم ہے اللہ تعالیٰ کی ذات پر اس کے علاوہ اور کچھ نہیں تھا کہ اس سے حضرت عمرؓ بن خطاب کی ذات مراد ہے حضرت عمرؓ جب تک دنیا میں رہے ہم اپنے اسی خیال پر قائم رہے۔ حضرت عمر کے منقبت وعظمت پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے یہ دو ارشادات بطور نمونہ عرض کر دیئے ورنہ ان کی خصائص، کمالات اور دین حقہ پر مضبوطی سے قائم رہنے کے واقعات کے بیان کے لیے کئی دن بھی ناکافی ہیں۔

حضرت عمرؓ اور ایک بڑھیا کی خبر گیری

ان تمام اوصاف کے باوجود اللہ تعالیٰ کے سامنے حاضری اور جوابدہی کا اتنا خوف کہ حسب معمول خلافت کے دوران مدینہ کی گلیوں میں رعایا کی احوال کی خبر گیری کے دوران ایک بوڑھی سے واسطہ پڑا

جو اپنے بھوکے بچوں کو خالی ہنڈیا چولہے پر رکھ کر بہلا رہی تھی، نہ ہانڈی میں پکنے کے لیے کچھ تھا، نہ اس کے گھر میں کھانے کے لئے کوئی چیز موجود تھی' بڑھیا اپنی بھوک سے زیادہ بچوں کی بھوک کی وجہ سے رونے پر پریشان تھی۔ بولنے لگی کہ حضرت عمرؓ سے مل کر یہ بتانا چاہتی ہوں کہ بحیثیت امیر المومنین ہمارے بچوں کے بھوک وافلاس کو ختم کرنے کی ذمہ داری آپ پر تھی، اپنی ڈیوٹی انہوں نے کیوں پوری نہیں کی۔ روزِ محشر بھی ان سے یہی پوچھوں گی۔ وہ یہ نہ پہچان سکی کہ ان سے مکالمہ کرنے والا شخص ہی عمرؓ ہے فوراً واپس گھر روانہ ہوئے، کھانے پینے کے اشیاء خود اپنے کمر پر اٹھائیں، غلام نے اصرار کیا کہ آپ یہ بھاری سامان نہ اٹھائیں میں اٹھانے اور سنبھالنے کے لیے حاضر ہوں مجھے اٹھا کر بڑھیا کے گھر لے جانے دیں۔ حضرت عمرؓ نے انکار کرتے ہوئے فرمایا: قیامت کے دن جب اللہ تعالیٰ کے سامنے حاضری ہوگی بحیثیت امیر المومنین مجھ سے پوچھا جائے گا نہ آپ سے۔ خوراک پہنچا کر خود پکانے کے بعد ان بچوں اور بڑھیا کو کھلا کر اطمینان حاصل ہوا، حضرت عمرؓ کی خبر گیری اور رعایا کی دادرسی کو دیکھئے اور اس دور کے مسلمان حاکموں کی رعایا کی خبر لینا اور مشکلات دور کرنا تو دور کی بات ہے اگر ان کا بس چلے تو بھوک وافلاس اور مہنگائی کی چکی میں تمام رعایا کو مار ڈالیں، ایسے سنگدل کہ نہ روزگار کی فکر نہ تعلیم وصحت اور فلاح وبہبود کا کوئی کارنامہ۔ صحابہ کرامؓ کے کرامات وکمالات کی یہی وجہ تھی کہ ان کے قلوب میں ہر وقت اللہ کے سامنے پیش ہونے کا خوف اور نفس کے خواہشات کو شکست دینے کا مصمم ارادہ وعزم تھا۔ اور اس دور کے حکمران ان دونوں جذبات سے بالکل عاری ہیں، یہی کیفیت عام مسلمانوں کی بھی ہے۔ خوفِ خدا نہ ہونے اور نفس کی پیروی کو اپنا اوڑھنا بچھونا بنا کر اصلاحِ احوال کی کوئی صورت ہی نظر نہیں آتی، اگر آج امت کا ہر فرد اللہ تعالیٰ کے بتائے ہوئے راستوں کو اختیار کرلے تو پھر نہ اصلاح کے لیے ڈنڈے کی ضرورت ہے نہ فوج اور پولیس کی۔ دنیا میں ظلم کا سلسلہ ختم ہو کر امن وامان کا راج ہوگا۔ اور آخرت میں بھی جنت الفردوس اور دو عالیشان باغات بطور اجر وانعام ملیں گے۔

مالک الملک مجھے اور آپ سب کو خوفِ خدا کا جذبہ نصیب فرما کر نفس امارة بالسوء جو تمام معاصی کا منبع وسرچشمہ کے اتباع سے محفوظ رکھے۔ آمین

دنیا: کھیل تماشہ، مردار لاشہ اور چند لمحوں کا خواب

نحمده ونصلی ونسلم علی رسوله الکریم امابعد فاعوذ باللہ من الشیطان الرجیم☆ بسم اللہ الرحمن الرحیم ☆ وماھذہ الحیوۃ الدنیا الالھو ولعب وان الدار الآخرۃ لھی الحیوان لو کانوا یعلمون (عنکبوت.)

''یہ دنیا کی زندگی ماسوائے کھیل اور تماشے کے کچھ نہیں اور اصل زندگی آخرت کی ہے (کاش) انہیں اس چیز کا علم ہوتا تو ایسا نہ کرتے''

عن سھل بن سعد قال قال علیه الصلوۃ والسلام لو کانت الدنیا تعدل عنداللہ جناح بعوضۃ ماسقی کافرا منھا شربۃ ماء (رواہ الترمذی)

''حضرت سہل بن سعدؓ سے راویت کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کہ اگر دنیا کی قدر وقیمت اللہ کے نزدیک ایک مچھر کے برابر بھی ہوتی، تو اس پانی کا ایک گھونٹ بھی کافر کو نہ پلاتا''

دنیا کھیل تماشا

محترم حضرات! ذکر کردہ آیت وحدیث میں رب العالمین نے دنیا کی حقیقت کا ذکر فرمایا ہے فانی وعارضی ہونے کی حیثیت سے اس کی حقیقت دنیا کے کھیل وتماشا سے زیادہ نہیں،

جیسے یہاں کے کھیل و کود کا مزہ چند لمحوں تک محدود رہتا ہے۔ وہ ساعات ختم ہو کر نہ مزہ رہتا ہے نہ اس کا کوئی فائدہ۔ رب العالمین نے قرآن مجید میں عجیب و غریب انداز سے دنیا کی حقیقت بیان فرمائی کہ اس کی بے رونقی، فانی اور تباہی کی مثال بارش اور اس سے پیدا ہو کر انسانی دل و دماغ کو متاثر کرنے والے باغ و بہار اور سرسبز و شادابی کی طرح ہے۔ بے آب و گیاہ بنجر زمین پر بادل سے بارش برس کر چند دن میں زمین کے اسی خشک ٹکڑے پر طرح طرح کے پھل میوے اناج و گھاس اور سبزے اُگتے ہیں جس سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ خطے پر ایک عظیم الشان سبز قالین بچھا دیا گیا ہے۔ نہ صرف زمینوں کے مالکان اور علاقہ کے تمام مرد و زن ان لہلہاتی فصلوں سے لطف اندوز ہوتے ہیں بلکہ خوشیوں کی لہر اس پورے علاقے کو اپنی آغوش میں سمیٹ لیتی ہے۔ نہ صرف انسانوں بلکہ چوپایوں کے کھانے اور بہترین معاش کے تمام اسباب مہیا ہونے کے آثار نمودار ہونے شروع ہو جاتے ہیں۔ زمین سے پیدا ہونے والے ہزارہا انواع و اقسام کی نعمتوں کے لئے وقت سے پہلے منصوبہ بندیاں کرنے میں اہل علاقہ مصروف ہو کر خیالی تصورات، توقعات، آرزوؤں کی نہ ختم ہونے والی فہرست میں لحہ بہ لحہ اضافہ ہوتا رہتا ہے۔

چند لمحوں کا خواب

ہم اور آپ اکثر اس کیفیت سے گزرتے رہتے ہیں کہ بارش وقت پر ہو چکی ہے، گندم بہت زیادہ ہوگی، باغات میں میوہ جات کی فراوانی ہوگی، جانوروں کو قحط سالی کا سامنا نہ کرنا پڑے گا۔ فصلوں کی آمد سے کمائی اور آمدنی میں زیادتی ہو کر فلاں منصوبہ شروع کروں گا محل و بنگلہ بناؤں گا عیش و عشرت کے سامان خریدوں گا۔ (نہ انشاء اللہ کہنا اور نہ ان میں زکوٰۃ و صدقات کی ادائیگی کا ارادہ) بس ہوسِ سیم و زر اور محبتِ دنیا میں صرف دنیا ہی کے آرام و آسائش اور دوڑ میں سبقت حاصل کرنے کے ذوق و شوق کو اپنا مقصدِ اعظم اور ہدف بنا کر خوشیوں کے تازیانے بجنے شروع ہو جاتے ہیں کہ اچانک شدید ترین آندھی یا موٹے موٹے اولے یا جڑی بوٹیوں کی بیماری یا کیڑے نازل اور حملہ آور ہو جاتے ہیں کہ آنکھ کی جھپک میں غلہ تو کیا کہ درخت اور سبزوں کے

پتے بھی نیست ونابود ہوجاتے ہیں' کچھ دیر پہلے جو ہر طرف تازگی' لہلہاتے درخت نظر آتے ہیں۔ سیکنڈوں میں ایسا معلوم ہوتا ہے جیسے اس ٹکڑۂ ارضی پر کسی سبزاُگنے والے جڑی بوٹی کا نام ونشان ہی نہ تھا۔ ایسا محسوس ہوتا ہے جیسے چند دن قبل زرخیزی اور فصلوں جو کی فراوانی تھی وہ ایک خیال وہم تھا' حقیقت میں کچھ بھی نہ تھا۔ خواہشیں' امیدیں' اور منصوبے سب دم توڑ گئے۔ آدمی نیند میں کبھی کبھی خواب میں اپنے آپ کو شاہی تخت پر دیکھتا ہے۔ اردگرد ہزاروں خدام اور چشم مودبانہ انداز میں موجود رہتے ہیں۔ مگر جب آنکھ کھل جاتی ہے، وہ اپنے آپ کو اسی پھٹے پرانے بستر پر پاتا ہے' نہ شاہی تخت ہوتا ہے نہ کروفر اور نہ بادشاہی۔ چند لمحوں کا خواب دنیا کا ایک کھیل کی مانند ہوتا ہے، جس کو نہ دوام ہے اور نہ اس کی خوشی کی کوئی حقیقت۔ گویا سرے سے اس کا وجود ہی نہ ہونے کے برابر تھا یہی وجہ ہے کہ بارش کے برسنے اور فصلوں کے پیدا ہونے سے جس عشق ومحبت کو اس نے اپنا مطمحِ نظر بنایا، اس کے ختم ہونے پر اس کی ساری امیدیں بھی خاک میں مل گئیں، جس مقام پر بارش کے نزول سے پہلے کھڑا تھا اب پھر اسی جگہ پر کھڑا ہے۔

جب خواہشات کا محل دھڑام سے گر جاتا ہے

انسان شادی کرتا ہے پھر بچے کا انتظار' بچے کے پیدا ہونے پر اس کے جوان ہونے' بہترین معاش وملازمت کی طلب' پھر اس کے ذریعے لاکھوں کروڑوں روپوں کے آمد کی توقعات' دنیاوی زندگی میں عیش وعشرت کی تمناؤں کے پورا ہونے کی فرضی خیالی پلاؤ کے تصورات کہ اسی بچے کے اچانک فوت ہونے کی خبر مل جاتی ہے' کئی عشروں پر محیط ان فرضی تمناؤں پر قائم کردہ بے حقیقت کمزور بنیاد پر قائم مکان لمحہ بھر میں دھڑام سے گر کر سب کچھ تہس نہس ہوجاتا ہے۔ نہ بیٹا ہے' نہ اس کے ذریعے حاصل ہونے والے مال وزر اور نہ اس کے ذریعہ دنیاوی عیش وعشرت کے دور کو حاصل کرنے کے تصورات۔

روح کی بیماریاں اوران کا علاج

آپ نے کبھی سوچا ہے کہ یہ سب کچھ ہم کیا کررہے ہیں۔ آج ہم سب اپنے بدنی

بیماری کا رونا رو رہے ہیں۔ مگر بدنی بیماری سے خطرناک ایسی بیماری جن میں نہ کبھی راحت ہے اور نہ سکون وہ روح کی بیماری ہے، جس کو گناہ سے تعبیر کیا جاتا ہے، اس سے ہم سب غافل ہیں۔ بدنی بیماری میں وقتی تکلیف کے ساتھ بے شمار فوائد بھی ہیں اور روحانی امراض میں فائدہ کا تصور تک نہیں اذیت ہی اذیت ہے۔ سب سے بڑھ کر بیماری میں مبتلا وہ شخص ہے جو دنیا کی محبت میں مبتلا ہو کر ایک وقت ایسا بھی آ جاتا ہے کہ اس کے تمام آئندہ ملنے والے دینوی خواہشات اسے ملنے سے پہلے چکنا چور ہو جاتے ہیں۔ دنیا کے چاہنے والوں پر اللہ کے نیک بندے اس طرح رحم کرتے ہیں جس طرح ایک تندرست شخص کسی شدید بیماری میں مبتلا فرد کو دیکھ کر اس پر ترس اور رحم اور صحت کی دعائیں کرنے لگ جاتے ہیں۔ دنیا کی محبت کینسر کی بیماری سے بھی بدترین بیماری ہے۔ اللہ والوں کو اندازہ ہوتا ہے۔ حب مال نہ صرف دنیا میں پریشانی اور سرکشی اور دین سے غفلت ہے بلکہ اس میں آخرت کے خسران کا عنصر بھی غالب ہے۔

آخرت کو دنیا پر ترجیح دینا

سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

عن ابی موسیٰؓ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من احب دنیاہ اضرّ باٰخرتہٖ ومن احب آخرتہ اضر بدنیاہ فا ثروا مایبقی علی مایفنیٰ (رواہ احمد)

''حضرت ابوموسیٰؓ سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص اپنی دنیا کو درست رکھتا ہے تو وہ اپنی آخرت کو نقصان پہنچاتا ہے اور جو شخص اپنی آخرت کو درست رکھتا ہے وہ اپنی دنیا کو نقصان پہنچاتا ہے۔ (اے مخاطب) تمہیں چاہیے کہ دنیا جو جلد ختم ہونے والی شی ہے، اس پر آخرت جو باقی رہنے والی چیز ہے کو ترجیح دو''

جب استغنا آ جائے

اس میں کوئی شک نہیں کہ جو شخص اپنی دنیا کو دین کے حدود اور بتائے ہوئے راستوں کے بغیر حاصل کرنے اور محبوب و مطلوب بنانے کے درپے ہو اس میں اللہ اور رسول کی محبت

اوراطاعت کا جذبہ مغلوب ہوکر سرد ہو جاتا ہے۔جیسے فرمان باری تعالیٰ ہے:

ان الانسان لیطغی ان رآہ استغنی

''یقیناً انسان اپنے آپے سے باہر ہو جاتا ہے اس لئے کہ وہ اپنے آپ کو بے پرواہ سمجھتا ہے۔''

ویسے یہ اندازہ تو آپ حضرات کو بھی ہے کہ جب کسی مفلس کے پاس چند روپے آجاتے ہیں، اپنے آپ کو ہر کسی سے اعلیٰ حتیٰ کہ (نعوذ باللہ) پیدا کرنے والے اور یہی روپے دینے والے رب العالمین سے بھی بے پرواہی کی بدترین حرکت کا مرتکب ہوکر غرور' اللہ سے غفلت اور خود پسندی میں مبتلا ہو جاتا ہے یہی وہ کیفیت ہے جس کے بارے میں مرشد عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کہ وہ اپنی آخرت کو نقصان پہنچاتا ہے' اس کے مقابلے میں وہ انسان جو زندگی کی تمام گھڑیاں امور آخرت کے شغل اور فکر میں گزارے۔ دینوی ہوس اور محبت سے پہلو تہی کرے تو یقین کریں کہ ایسے شخص نے اپنی دنیا کو جو بہت قلیل مدت پر محیط ہے کو نقصان پہنچا کر ابدی' سرمدی' نہ ختم ہونے والی زندگی یعنی آخرت کی فوز و فلاح کو حاصل کرلیا۔

دنیا کی وسعتیں

دنیا کی زندگی کی مثال تو ایک چڑیا جیسی ہے اگر سمندر سے ایک قطرہ پانی کا' چونچ میں لے' اس قطرہ کی جو نسبت سمندر سے ہے' آخرت کے مقابلہ میں چند روزہ فانی دنیا کی حقیقت اس سے بھی کم ہے۔اس کی رعنائیاں' چمک دمک' چند روزہ ہے۔اس کی عجیب فطرت ہے' جو اس پر فریفتہ ہوکر اس کے حاصل کرنے کیلئے اس کے پیچھے دوڑتا ہے' یہ اپنے طلبگاروں سے دور بھاگتی ہے اور جو اسے حقیر اور ذلیل سمجھ کر اس سے منہ موڑے خود بخود اس کے قدموں میں آکر اس سے لپٹتی ہے' دنیا کے حصول کیلئے ناجائز دولت اور عیش وعشرت کا سامان اگر اس کے چاہنے والے کے پاس آیا بھی تو ہزار' پریشانیوں اور مشکلات کے ساتھ'۔ کبھی حکومت کا خطرہ' ڈاکو اور لٹیرے کے خوف سے تو رات کا سکون و آرام غارت ہو جاتا ہے۔فسق و فجور اسراف و بے حیائی وغیرہ گناہوں کا تو مال و دولت کیساتھ موجود ہونا کوئی نئی بات نہیں۔

دنیامسافرخانہ ہے

دنیاپرآخرت کوترجیح دینے والایہاں زندگی اس مسافر کی طرح گزارتا ہے، جیسے اکوڑہ خٹک سے لاہوریاکراچی جانے والا راستے میں کسی سٹاپ یاہوٹل میں چندلمحوں کے لئے اترے۔ ضروریات انسانی سے فارغ ہوکرفوراًوہاں سے چلتا ہے۔یہ کبھی نہیں سوچتا کہ اس محدوداور مختصر اقامت گاہ میں عالیشان محل اور کمرہ جو ہرقسم کی آسائشوں پر مشتمل ہو بنایا جائے۔نہ چوروڈاکوکا خوف اورنہ ذہنی پریشانی و بے چینی۔اگرکسی عقل سے عاری فرد نے یہ ارادہ بھی کیاہوتوجاہل آدمی بھی اسے ناسمجھ اور بےوقوف سمجھے گاکہ ارے کمبخت!مختصروقت گزرانے کے لئے ان لمبے چوڑے منصوبوں کاتمہیں فائدہ کیا حاصل ہوگا۔یہ تووہ دنیا ہے جس میں جوکمایااس کابھی آخرت میں حساب دینا ہےاورجس راہ میں خرچ کیا' پیسے پیسے کامصرف بھی پیش کرنا ہے۔ضرورت سے زیادہ تعمیربھی اسراف میں شامل ہوکراس کی سزاکابھی سامنا کرناپڑے گا۔

ضرورت سے زائدتعمیرکاحکم

ارشادنبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے:

عن انس رضی اللہ عنہ قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم النفقه كلها فى سبيل الله الاالبناء فلا خيرفيه (رواہ الترمذی)

حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ حضورصلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کہ انسان اپنی ضروریات زندگی (جو جائز ہوں) پر جو کچھ خرچ کرتا ہے اس پر اسے اللہ تعالیٰ ثواب دے گا۔البتہ ضرورت اور حاجت سے زیادہ تعمیرپرخرچ کرنے میں کوئی ثواب اورخیرنہیں۔خلاصہ یہ ہے کہ فخرومباہات اور نفس کوتسکین کے لئے نہ صرف تعمیربلکہ تمام مواقع پراخراجات کواگرنادار' مسکین' فقیر' بیوہ' آسمان کے نیچے رہنے والے بغیرمکان' اپنے علاج سے عاجزمریض وغیرہ مستحق پرخرچ کیاجائےتو یہی عمل مالک حقیقی کےخوشنودی کاذریعہ ہوگا۔

صبر وقناعت

انسانی حرص اور لمبی امیدیں آخرت کو بھول جانے کا سبب بنتی ہیں۔ پھر حرص کی وجہ سے نہ تو انسان میں قناعت باقی رہتی ہے اور نہ اس کی کبھی تمام خواہشات پوری ہوتی ہیں۔ عمرِ عزیز کا یہ مختصر عرصہ آخرت کو چھوڑ کر دنیاوی اسباب کے حاصل کرنے میں صرف کر دیتا ہے۔ بدقسمتی سے ہم نے اسلام کا یہ اہم تصور چھوڑ دیا ہے کہ انسان کی تقدیر میں اس دنیا کے مال ومتاع کا جو حصہ اللہ نے مقرر فرما دیا ہے وہ جیسے اور جہاں ہو اللہ ضرور میسر فرمائے گا۔ اور جلد ختم ہونے والی زندگی کے سازوسامان جو اکثر گمراہی اور معاصی کا سبب بن جاتے ہیں کے پیچھے جہدِ مسلسل میں لگے ہوئے ہیں۔ صبر وقناعت جو کہ بے شمار گناہوں سے انسان کو محفوظ رکھنے والی صفت ہے، اپنے اندر پیدا کرنے کا کبھی اہتمام ہی نہیں کیا۔

حصولِ رزق میں اعتدال

جبکہ فرمودہ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے:

ان نفسا لن تموت حتی تستکمل رزقها الا فاتقوالله واجملو فی الطلب ولا یحملنکم استبطاء الرزق ان تطلبوه بمعاصی الله فانه لایدرک ماعندالله الا بطاعته (مشکوۃ شریف)

"تحقیق ہر کوئی شخص (تب تک) نہیں مر سکتا جب تک وہ اپنی روزی پوری نہیں کرتا۔ پس اللہ جل جلالہ سے ڈرو، اور رزق حاصل کرنے میں اعتدال کا دامن مت چھوڑو اور رزق کی دیری تم کو اس بات پر آمادہ نہ کرے کہ تم لوگ گناہ کے ذریعہ رزق کو حاصل کرنے کی کوششیں شروع کر دو۔ اللہ تعالیٰ کے ہاں جو کچھ ہے وہ (صرف) اطاعت اس کی فرمانبرداری سے حاصل ہو سکتا ہے"

دنیوی فراخی اور ہماری حالت

رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو ہماری جلد بازی اور بے صبری کا اندازہ تھا کہ رزق کی معمولی سی تنگی اور کمی ہمیں کہاں سے کہاں لے جاتی ہے، ایسے وقت بعض لوگ زبان سے بھی ایسے

کلمات نکالنے شروع کر دیتے ہیں جو کبھی کبھی اسلام کے دائرہ سے نکلنے کا سبب بھی بن سکتے ہیں ،صرف اسی پر اکتفانہیں کرتے بلکہ جہاں سے جو کچھ ملا اس کو شیر مادر سمجھ کر استعمال میں لانا شروع کر دیتے ہیں۔خدا وانسان کا خوف دل سے معدوم ہو جاتا ہے اور ہم میں کئی سادہ لوح ایسے مواقع پر اسلام کو مورد الزام ٹھہرانے میں جاہلانہ رویہ اختیار کرتے ہیں یہ تک کہہ جاتے ہیں کہ ہم سے کفار بہتر ہیں کہ ان کے پاس مال و دولت' دنیاوی لذت اور عیش و عشرت کے تمام اسباب موجود ہیں اور ہم محروم ہیں۔یہ انداز تکلم اختیار کرنے والا اس قسم کے مال دولت رکھنے والوں کے بارہ میں قرآنی تعلیمات فرمودات رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے نابلد ہے یا وقتی لالچ اور حرص نے اس کی آنکھوں پر شیطانی پردے ڈال دیئے ہیں کہ جان بوجھ کر جہنم کے گڑھے میں داخل ہونے کی کوشش کر رہا ہے۔غیر مسلموں کے اسباب عیش و عشرت و مال و دولت کے بارہ میں احکم الحاکمین کا فرمان سنئے:

فلما نسوا ماذکر وابه فتحنا عليهم ابواب کل شئ حتی اذا فرحوا بما اوتو اخذنا هم بغته فاذاهم مبلسون

''جب کافر اس وعظ کو بھول گئے جو انہیں کی گئی تھی،تو ہم نے ان پر ہر چیز یعنی (دنیاوی نعمتوں) کے دروازے کھول دیئے،یہاں تک جب وہ ان چیزوں پر خوشحال ہوئے جو ان کو دی گئی تھیں تو ہم نے ان کو اچانک ایسے عذاب میں گرفتار کرلیا کہ وہ انتہائی حیران و سرگرداں رہ گئے۔

استدراج

اسی طرح سردار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد ہے:

وعن عقبه بن عامرؓ عن النبی صلی الله عليه وسلم قال اذا رأيت الله عزوجل يعطی العبد من الدنيا علی معاصيه ما يحب فانما هو استدراج الحديث (رواه احمد)

''حضرت عقبہ بن عامرؓ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے روایت کر رہے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کہ جب کسی بندہ کو دیکھو جسے باوجود فسق و فجور اس کی پسندیدہ چیزیں (یعنی

جن اشیاء کی خواہش دنیا میں کرتا ہے) اللہ جل شانہ دیتا ہے تو سمجھ لو کہ یہ اس کی استدراج ہے۔"

گویا اللہ جل جلالہ ایسے لوگوں کو تدریجاً تمام تر دنیاوی رعنائیاں' دنیوی مناصب' مال و دولت' اقتدار' عیش وعشرت کے تمام وسائل مہیا کر دیتا ہے، جسے اپنے اوپر مالک وخالق کا کرم سمجھے اس خرمستی میں منہمک ہو کر نہ کبھی توبہ کی توفیق' اور نہ گناہ چھوڑنے کا خیال دل میں آتا ہے اس ظاہری ترقی کے اعلیٰ مقام پر پہنچنے کے بعد رب العالمین اچانک اسے نیچے پھینک کر گناہوں کے دلدل میں پھنسنے والوں کا جو انجام ہے' وہاں پہنچا دیتا ہے۔ دنیاوی اور خیالی تخت سے تختۂ جہنم اس کا ٹھکانہ بن جاتا ہے۔ جس سے مالک الملک مجھے اور آپ سب کو محفوظ رکھے۔

دنیا کافر کیلئے جنت، مومن کیلئے قید خانہ

کئی بار ایسا بھی ہوتا ہے کہ مسلم یا غیر مسلم کے تمیز بغیر جب کسی ملک یا علاقہ پر آفت مثلاً زلزلہ' سیلاب' بیماری کی وباء' بھوک وافلاس کی کثرت یا اور مصائب آجاتے ہیں' تو غیر مسلم قومیں رفاہی اور انسانی بنیادوں پر بطور ہمدردی مختلف ذرائع سے امداد کرتی رہتی ہیں۔ اسے بھی "حسنہ" اور اچھے کام سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تعبیر فرمایا ہے۔ اب مسلمان اگر نیکی کرے ،تو ارحم الراحمین اسے اس کا بدلہ دنیا و آخرت دونوں میں دیتا ہے۔ یہ بھی اس کے کریم ورحیم ہونے کے اوصاف جلیلہ کا تقاضا ہے۔ ورنہ دنیاوی حاکم تو اپنے ساتھ کئے گئے اچھے سلوک کا بدلہ بمشکل ایک دفعہ ہی دینے پر اکتفا کرتا ہے' کافر کی بعض انسانی بنیاد پر روا رکھنے والی اچھائیاں آخرت میں تو بغیر ایمان کے اس کے کام نہیں آسکتیں، نہ ثواب نہ اس کا وہ آخرت میں مستحق ہے۔ اس وجہ سے کافر کے وہ اعمال جو اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کا ذریعہ بن جاتے ہیں' اس کا بدلہ دنیا ہی میں عطا فرما دیتے ہیں۔ یہی حکمت سید الرسل صلی اللہ علیہ وسلم کے اس حدیث سے واضح ہو جاتی ہے۔

عن انسؓ قال قال رسول اللہ صلی الله علیه وسلم ان الله لایظلم مؤمنا حسنة یعطی بها فی الدنیا یجزیٰ بها فی الآخرة واما الکافر فیطعم بحسنات ما عمل بها لله فی الدنیا حتی اذا اقضیٰ الی الآخرة لم تکن له حسنة یجری بها (رواہ مسلم)

''حضرت انسؓ روایت کرتے ہیں کہ حضور اکرمؐ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ مومن کی نیکی کا اجر ضائع نہیں کرتا۔اس کی نیکی کے سبب دنیا میں آسانیاں فراہم کردی جاتی ہیں اور آخرت میں بھی اجروثواب دیا جائے گا اور کافر خدا کی خوشنودی کے لئے جوفلاحی' رفاہی کام کرتا ہے اس کو اس کے بدلے اس دنیا میں بھی (خوب) کھلا پلا دیا جاتا ہے۔

کافر کا مشن بابر بہ عیش کوش

محترم حضرات! غیر مسلموں نے اس دنیا کو ہی اپنا اصل مقصد حیات سمجھ کر اپنے اول وآخر کو اسی تک محدود کرنے کے بعد تمام عیاشیوں کو اسی زندگی کا مطمح نظر قرار دیا جبکہ مسلمان کا عقیدہ ہے کہ اس زندگی کے بعد ایک لامحدود عالم اور ہے، جہاں کی عیش حقیقی عیش ہے اور جہاں کی مصیبت بھی ختم ہونے والی نہیں۔متقی اور خوف خدا کے عقیدہ کا حامل انسان تو اس دنیا کو اپنے لئے قید خانہ سمجھتا ہے، البتہ کافر جس کا فلسفہ یہی ہے کہ موت کے بعد قصہ ختم' وہ دنیا کو اپنے لئے جنت سمجھ کر جو مطالبہ اس سے خواہش اور نفس کرتا ہے فوراً اس کے پورا کرنے میں تن من قربان کردیتا ہے۔وہ شاعر کے اس قول کہ ''بابر بہ عیش کوش کہ عالم دوبارہ نیست'' کو اپنی زندگی کا فریم ورک بنادیتا ہے۔کسی مسلمان کو یہ غلط فہمی نہیں ہونی چاہیے کہ دنیا میں کفار کی آسودگی اور مال ودولت کی بھرمار اللہ کی ان سے محبت اور قرب کا نتیجہ ہے' اگر دنیاوی دبدبہ اور آسائشیں عزت وعظمت کا سمبل ہوتیں تو جو لوگ اللہ کی وحدانیت اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کے منکر ہوں' آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کے مطابق پانی کا ایک قطرہ بھی ان کو پینے کے لئے نہ ملتا۔نعمتیں تو تمام کی تمام مالک الملک کی ہیں تو کیسے ممکن ہے کہ اس کے وجود کے انکاری کو انعامات واعزازات سے نوازا جاتا۔خواہ مخواہ اس کو نعمتیں دینے میں منعم حقیقی کے کچھ رموز واسرار پنہاں ہوں گے۔جن میں سے بعض کا ذکر پہلے آپ کے سامنے عرض کردیا ہے۔شریعت میں دنیا کے کروفر کی کوئی حیثیت نہیں۔

دنیا کی قدر وقیمت

عن سهل بن سعدؓ قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم لو كانت الدنيا تعدل

عنداللّٰہ جناح بعوضۃ ماسقیٰ کا فرامنھا شربۃ (رواہ احمد والترمذی وابن ماجہ)

حدیث کا ترجمہ خطبہ کے ابتداء میں ذکر کردیا ہے جس کا مفہوم یہ کہ اللہ جل شانہ کی نظر میں دنیا کی کوئی وقعت نہیں اگر مچھر کے پَر کے برابر بھی اس کی اہمیت ہوتی تو کفار کو ایک قطرہ آب یعنی ایک گھونٹ پانی بھی نہ دیتے۔

دنیا ایک مُردار لاشہ

محسنِ انسانیت صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک دنیا کی قدر و قیمت کا اندازہ آپ اس واقعہ سے خوب معلوم کرسکتے ہیں دنیا کے' بے ثبات اور بے حیثیت ہونے کے لئے یہ فرمان مشعل زندگی ہے:

عن جابرؓ ان رسول اللّٰہ صلی اللہ علیہ وسلم مَرّ بجدی اسک میت قال ایکم یحب ان ھذا لہ' بدرھم فقالو مانحب انہ' لنا بشیٔ قال فو اللّٰہ للدنیا اھون علی اللّٰہ من ھذا علیکم (رواہ مسلم)

''حضرت جابرؓ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں فرمارہے ہیں کہ ایک دفعہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا گزر بکری کے ایک مردہ بچے جس کے کان بھی کٹے یا چھوٹے تھے' کے پاس سے ہوا۔ فرمایا: صحابہؓ سے کیا تم میں کوئی ایسا ہے جو اس مردہ بچے کو ایک درہم کے بدلے خرید لے۔ صحابہؓ نے عرض کیا ہم تو اسے کسی چیز کے عوض بھی خریدنا نہیں چاہتے۔ (حضور صلی اللہ علیہ وسلم امت اور صحابہ کو دنیا کی بے عظمت ہونے کی تعلیم دے رہے تھے) فرمایا ''اللہ کی قسم جس طرح تمہاری نظروں میں یہ دنیا ہیچ ذلیل ہے۔ (اگر مفت بھی کوئی دینا چاہیے آپ لوگ لینے کے لئے آمادہ نہیں ہو)

دنیا کی لذات پر ہونے والے کا انجام

اس دنیا کی تمام لذات اور آرام و سکون پہنچانے والے اسباب و ذرائع اس مردہ اور بغیر کان بکری کے بچہ سے بھی کہیں زیادہ حقیر اور ذلیل ہیں۔ اگر اللہ تعالیٰ کے نزدیک قدر و منزلت ہے تو وہ آخرت کی ہے اور آخرت میں ان بڑے بڑے محلات' سونے و چاندی کے خزانوں' قیمتی موٹروں اور سواریوں میں پھرنے والے ایسے اغنیاء و رؤساء جن کا رہن سہن معاشرہ شریعت کے

خلاف' دل ذکر اللہ وخوف آخرت سے خالی اور روزمحشر حساب کتاب سے بے پرواہ ہوں' کوئی قدر و قیمت نہیں بلکہ قرآن کے الفاظ میں'' ان ھم الا کا الانعام بل ھم اضل '' کی حیثیت سے ان کو حق تعالیٰ نے ذکر فرمایا ہے کہ ایسے لوگ حیوانات بلکہ ان سے بھی بدتر ہیں۔اللہ تعالیٰ کے ہاں آسودگی کا دارومدار اس پر نہیں کہ بندہ دنیا میں اہل ثروت اور متمول لوگوں میں اپنے آپ کو شامل کردے۔دنیاوی مال و دولت کو اسی دنیا میں رہنا ہے' کسی نے مرنے کے بعد اپنے ساتھ نہ ایک کوڑی قبر میں لے جانے کی خواہش کی اور نہ ساتھ لے جانے کا کوئی فائدہ ہے۔یہ کرنسی اور مال و دولت تو ایسا سکہ ہے،جن سے دنیا میں تو فائدہ حاصل ہوسکتا ہے مگر آخرت میں یہ سکہ بالکل کھوٹا ہے' جس کی وقعت مٹی کے برابر نہیں۔

آخرت کا سکہ

آپ حضرات نے کئی دفعہ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان سنا ہے کہ ہر مرنے والے کے ساتھ تین اشیاء قبر تک موجود رہتی ہیں۔اس کے عزیز اقارب' مال اور اعمال' کسی عزیز نے کبھی اس خواہش کا اظہار نہیں کیا کہ مجھے اس میت کے ساتھ دفن ہونا ہے۔اور نہ کسی نے میت کے ساتھ اس کے مال کو دفن کرنے کا تصور کیا ہے' بلکہ یہ دونوں چیزیں واپس آجاتی ہیں' میت کے ساتھ جس چیز کی موت کے بعد رفاقت ہوتی ہے،وہ صرف اس کے اعمال ہیں۔وہ رشتہ دار' اور مال و دولت جن کے راضی رہنے اور حاصل کرنے کے لئے اس نے زندگی کے انتہائی قیمتی لمحات اور متاع عزیز کو انتہائی بیدردی سے ضائع کردیا۔انہوں نے بھی سخت موقع پر منہ موڑا اور وہ اعمال حسنہ جن میں سے کچھ پر عمل کیا اور بعض سے غافل رہا،وہی تیرے ساتھ قبر میں بھی ساتھی بن گئے۔

محترم حضرات!میرے آج کے بیان سے کوئی یہ نہ سمجھے کہ اسلام ترک دنیا اور ترک خواہشات پر مبنی مذہب ہے بلکہ دین متین دنیا کے تمام علائق اور نعمتوں کو اسلام کے بتائے ہوئے سنہرے اصولوں پر چل کر استعمال اور حاصل کرنے کے مجموعہ کا نام ہے۔

ان شاء اللہ اس سلسلہ میں مزید گزارشات اگلے جمعہ کو عرض کرنے کی کوشش کروں گا۔احکم

الحاکمین مجھےاورآپ کوحبِ دنیا کی بیماری سے بچا کراپنے مرضیات پر چلنے کی توفیق نصیب فرماویں۔

رزقِ حلال، کسبِ معاش

اوراکابرین امت کامعمول

نحمدہٗ و نصلی ونسلم علی رسوله الکریم امابعد فاعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم بسم اللہ الرحمن الرحیم وماھذہ الحیوٰۃ الدنیا الالھو ولعب وان الدار الآخرۃ لھی الحیوان لوکانوا یعلمون ☆ (عنکبوت)

''یہ دنیا کی زندگی ماسوائے کھیل اورتماشے کے کچھ نہیں اوراصل زندگی آخرت کی ہے (کاش) انہیں اس چیز کاعلم ہوتا تو ایسانہ کرتے''

وقال علیه الصلوۃ والسلام ما اکل احد طعاما قط خیر من ان یأکل من عمل یدیه وان نبی اللہ داؤد علیه السلام کان یاکل من عمل یدیه (بخاری)

''انسان زندگی میں جوکھانا کھاتا ہے ان میں سب سے بہتر وہ کھانا ہے جواپنے ہاتھ سے کمائے اوراللہ تعالیٰ کے نبی حضرت داؤد علیہ السلام اپنے ہاتھوں سے کماکرکھاتے تھے''

معرکہ خیروشر

محترم حضرات! گزشتہ جمعہ کوتلاوت شدہ آیت کے ضمن میں دنیا کی حقیقت بیان

کرنے کی کوشش کی جس کا خلاصہ یہ ہے کہ رب العالمین نے دارِآخرت کو عالم دنیا کے مقابلہ میں بیان فرمایا' دنیا کی زندگی کو لہو ولعب سے تشبیہ دی کہ دنیا ایک ایسا مشغلہ ہے جو کہ عبث اور بے نتیجہ ہے اس پر فائدہ دینے والا کوئی نتیجہ مرتب نہیں ہوتا جیسے بچے زندگی کا ایک معتد بہ حصہ کھیل کود میں گزار کر اپنی زندگی کو بے نتیجہ بنا کر ضائع کر دیتے ہیں۔ یہی حصہ زندگی اگر بالغ ہونے کے بعد فضول کاموں میں خرچ کی جائے قابل مذمت ہے، اگر یہی چند سالہ دور عبادات الٰہی اور ایسے اعمال میں صرف کردی، جو انسان کی مقصد تخلیق ہے وہی حصہ حیات نہ صرف قابل مدح وستائش ہے بلکہ آخرت کا نتیجہ بھی اجور کی شکل میں دائمی اور بے انتہاء مسرتوں اور شادمانیوں کا ذریعہ ثابت ہوگا۔ دنیا کے ممکنہ مضر اثرات سے کوئی یہ نہ سمجھے کہ دنیا کے تمام اسباب واشیاء بے کار لغو اور قابل مذمت ہیں۔ انہیں اختیار کرنا بھی شجرہ ممنوعہ ہے۔ نہ کمانا ہے نہ شادی کرنی ہے، نہ معاشرہ میں رہنا ہے بلکہ لوگوں سے الگ تھلگ کسی کمرہ یا غار میں دنیا سے فرار اختیار کرکے دنیا سے ہر قسم کی بے رغبتی ہی نجات وفلاح کا ذریعہ ہے۔ بلکہ انسانوں کو فرشتوں جیسے پاک وروحانی مخلوق پر اکرم و اشرف المخلوقات کا بلند مقام اسی وجہ سے دیا گیا ہے کہ فرشتے دنیا اور اس کے مضر اثرات کو استعمال کرنے سے عاجز ہیں۔ صرف حق تعالیٰ کی تسبیح وتقدیس اور اطاعت کی قوت ان میں موجود ہے۔ ان میں نافرمانی کی نہ قوت ہے اور نہ تصور۔ اس کے مقابلہ میں انسان جس کو راہ راست سے ہٹانے کی ابلیس لعین نے مصمم ارادہ کیا ہوا ہے اور انسان میں خیر وشر کو اختیار کرنے کی استطاعت بھی دی گئی ہے اسی معرکہ خیر وشر میں دنیا کی اس مختصر زندگی میں یہ اپنے ازلی دشمن شیطان ملعون کو اپنے محنت ومشقت اور رب کی خوشنودی کے لئے شکست دے کر جس کامیابی سے ہمکنار ہوتا ہے یہی اس کے اشرف المخلوقات ہونے کی ایک وجہ ہوسکتی ہے۔ یہ اعلیٰ مقام تب حاصل ہوگا کہ اسی دنیا جس کو الدنیا ملعونۃ کہا گیا میں رہ کر بدی کی قوتوں سے قدم قدم پر مقابلہ کیا جائے نہ کہ اس سے فرار کو اپنے نجات کا ذریعہ سمجھا جائے۔

تمام انبیاء کی چار سنتیں

انبیاء کرامؑ نے اسی عالم میں رہ کر شادیاں بھی کیں۔ حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری تک تقریباً ہر شریعت میں شادی کو مشروع قرار دیا گیا۔ یہ صرف اس دنیا میں نہیں بلکہ عقد و معاہدہ کا یہ سلسلہ وتعلق جنت میں بھی رہے گا۔ارشادِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے:

اربع من سنن المرسلین الحیاء والتعطر والسواک والنکاح(ترمذی)

''یعنی چار امور ایسے ہیں جو تمام رسولوں کی سنت ہیں۔ایک حیاء، حیاء انسان میں ایسی فطرت ہے جو اسکے اور گناہ کے درمیان حائل ہو کر اسے گناہ سے روکتی ہے۔ دوم سنت خوشبوئی کا استعمال، سوم مسواک کا استعمال' چہارم نکاح۔''

سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم دنیا سے رخصت ہوتے وقت تک اسی عبادتِ نکاح پر قائم رہے۔ یہ تصور کر لینا کہ عورت سے نکاح کرنا بھی دنیا ہی دنیا ہے' بالکل غلط ہے بلکہ یہ انبیاء اور بالخصوص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت وعبادت ہے، جب سنت وعبادت ہے تو شریعت میں عورت کے حقوق اور اس کے ساتھ زندگی گزارنے کے طریقے بھی بیان کئے گئے کہ اس کیلئے مہر' روٹی' کپڑا' اور مکان کا بندوبست کرنا ہے' ظاہر ہے کہ لوازمات کو جو حقوق العباد ہیں، کے لئے جائز طریقے سے دنیا کے اسباب کو اختیار کرنا ہوگا۔صرف ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر بیٹھنے سے ان حقوق میں سے کسی حق کی بھی ادائیگی نہیں ہو سکتی۔ بھوک سے بدحال آدمی اگر سارا دن صرف روٹی روٹی کا زبان سے ورد کرتا رہے یا غذا کا تصور ہی کرے۔ زندگی گزر جائیگی۔ بھوک سے مزید نڈھال ہو کر دنیا سے رخصت ہو جائے گا۔

رزق حلال کی تلاش

بھوک سے مرنا ممکن ہے، ایک نوالہ حاصل کرنا محال ہے، جب تک حصول کے ذرائع واسباب روبہ کار لا کر محنت و تگ و دو نہ کرے، شریعت مطہرہ اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے امت کو اسی طرح ترغیب دیتے ہوئے فرمایا: کہ انسان زندگی میں جو کچھ کھاتا ہے، اس میں سب

سے اعلیٰ و بہتر کھانا وہ ہے جو اپنے ہاتھ سے کمائے۔ اسلام نے کسی جگہ تیار اور مفت خوری کو ترجیح نہیں دی۔ جمعہ کی نماز سے فراغت کے بعد فرمایا:

فاذا قضیت الصلوۃ فانتشروا فی الارض وابتغوا من فضل اللہ(سورۃ جمعہ)

جب نماز (جمعہ) سے فارغ ہو جاؤ تو زمین پر پھیل جاؤ اور اللہ کا فضل (رزق) تلاش کیا کرو۔

مال و دولت یعنی رزق کا دینا نہ دینا۔ زیادہ دینا کم دینا۔ یہ اللہ کی مرضی اور اختیار میں ہے۔ مگر انسان اس پر مکلف ہے کہ یہ حلال طریقہ سے رزق حاصل کرنے کی راہیں تلاش کرے۔ اب اگر کام کرنے والا آٹھ گھنٹے کام کر کے مثلاً سو روپے کماتا ہے اور دوسرا چار گھنٹے کام کر کے ہزار کماتا ہے۔ تو سو روپے کمانے والے کو یہ حق نہیں کہ مالک الملک پر اعتراض کرے کہ فلاں کو زیادہ او رمجھے کم کیوں ملتے ہیں۔ تقسیم دولت اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے فرمان الٰہی ہے:

نحن قسمنا بینھم معیشتھم فی الحیوٰۃ الدنیا ورفعنا بعضھم فوق بعض درجات. (سورۃ الاحزاب)

''ہم نے لوگوں کے رزق کو (ان کے درمیان) دنیا میں تقسیم کردیا ہے کسی کو اونچا مقام دیا کسی کو کچھ کم۔

اللہ تعالیٰ علیم اور حکیم ہے ہر آدمی کے ظرف' دماغ اور قلب کے اندر جو کچھ تصورات و خیالات ہیں، ان سے وہ خبردار ہے کہ زیادہ لینے والا اس رزق کا استعمال کیسے کرے گا اور کم لینے والا' دینے والے کے بارہ میں کیا تصور قائم کرے گا' دونوں کا امتحان ہے' ایک کیلئے شکر کی تعلیم ہے' دوسرے کیلئے صابر اور شاکر رہنے کی۔ کیا یہ دونوں امتحان میں کامیابی سے ہمکنار ہوتے ہیں' یا زیادہ حاصل کرنے والا کثرت مال کی وجہ سے گناہوں کی دلدل میں پھنس کر منعم اور دینے والے کے ناشکری کا مرتکب ہوتا ہے اور کم مال والا صبر اور قناعت کی جگہ شکوے شکایت شروع کر کے اپنی آخرت کو خراب کر رہا ہے۔

تقسیم مال میں لامتناہی حکمتیں

اسکے علاوہ اس تقسیم مال و دولت میں اللہ تعالیٰ کی لامتناہی حکمتیں ہو سکتی ہیں' ان حکمتوں

کا سمجھنا ہرنتھو خیرو کا کام نہیں، یہ تو اس کا کام جو ظاہری علم کیساتھ ساتھ خداوندی اعانت بھی اس کے ساتھ شامل حال ہو' آج کئی عقل کے مارے' روشن خیال' اپنے آپکو دین کے خودساختہ ماہر سمجھنے اور تعبیریں کرنے والے درحقیقت اپنے دین کے بھی دشمن اور آخرت کو بھی گنوا بیٹھ کر ''نہ ادھر کے رہے نہ ادھر کے رہے'' کا مصداق بن کر ''هباءً منثورا'' ہو گئے۔

امام بیہقی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل کرر ہے ہیں کہ ''کسب الحلال فريضة بعد الفريضة'' 'مفہوم یہ کہ الٰہی فریضہ ادا کرنے کے بعد رزق حلال کے لئے کوشش کرنا بھی اہم اور ضروری ہے۔ جیسے پہلے آیتِ جمعہ کے ذیل میں رب کائنات نے حکم دے دیا ہے کہ میرے فریضہ یعنی نماز جمعہ کی ادائیگی سے فارغ ہوتے ہی حلال معاش کی تلاش کے لئے زمین میں نکل پڑو۔

انبیاء اور کسبِ معاش

آپ نے سنا ہوگا کہ ہمارے جتنے بھی انبیاء کرام' صحابہ' تابعین' اولیاء، صلحاء' محدثین' فقہاء' مجتہدین اکابر نے جو اسلامی و دینی کارنامے سرانجام دیئے۔ ان میں سے ہر ایک اپنے اپنے منصب اور رتبے کے مطابق آسمانِ اسلام و علم و عرفاں کے آفتاب و ماہتاب گزرے۔ اگر وہ چاہتے تو بغیر محنت کے ان کے قدموں میں سونے چاندی کے انبار لگ جاتے۔ نہ کسی کو اشارۃً کنایۃً راغب کرنا پڑتا۔ اور نہ کبھی اس کی حاجت تھی اور نہ خواہش۔ دوسری طرف حالت یہ بھی رہی کہ نہ کبھی دنیا کے حلال حوائج سے فرار اختیار کیا اور نہ اپنے ماننے والوں یا معتقدین کو یہ سبق دیا' بلکہ اپنے عمل سے ثابت کیا جائز حاجات کو پورا کرنے کا بہترین ذریعہ وہ ہے جو اپنے ہاتھوں سے حاصل کی جائے ابوالبشر حضرت آدمؑ زراعت میں مصروف رہ کر حلال معاش کا بندوبست خود فرماتے حضرت نوحؑ نے کشتی رانی میں مہارت حاصل کی، حضرت ابراہیمؑ نے اپنے معاش کے بندوبست کیلئے کپڑے کے کاروبار کو اپنا ظاہری وسیلہ معاش چن لیا تھا۔ حضرت اسماعیلؑ تیر بنانے کے ماہر' تیر بیچ کر حلال کمائی سے مستفید ہوتے۔ سیدالرسل صلی اللہ علیہ وسلم جو انبیاء کے سردار

اوراس دنیا کا وجود بھی رب کائنات نے انہی کے دم خم سے قائم کی' اوران کا فاقہ مجبوری نہ تھی بلکہ خوداختیار کردہ تھی' بچپن میں جانور چراتے' عمر زیادہ ہوئی تو تجارت کا پیشہ اختیار فرمایا' ام المومنین حضرت خدیجۃ الکبری جو سچی پکی اوراسلام کی آمد سے پہلے دین حقہ کی متبع تھی' مالداراور صاحب ثروت بی بی تھی' حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے شادی کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے اموال سے تجارت کرتے۔

معاش بھی عبادت بھی

اسی غرض کیلئے شام' یمن' بحرین اور حبشہ کے تکلیف دہ اور صبر آزما اسفار اختیار کئے امت کو بھی تلقین کی کہ

من طلب الدنیا حلالاً و تعففا عن المسئلة و سعیا علی عیاله و تعطفاً علی جاره لقی الله و جهه کا القمر لیلة البدر (بیهقی)

''جودنیا کوحلال طریقوں سے کما کر (اس سے) اپنی اولاد کی پرورش کرنا چاہےاوراپنے (لاچار) پڑوسیوں پر (بطور مدد) خرچ کرنا چاہےتو خدا سے روزِ قیامت اس طریقے سے ملے گا کہ اس کا چہرہ چودھویں کے چاند کی طرح چمکتا دمکتا رہے گا'' مدینہ منورہ کے نزدیک مقام جُرف میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے باقاعدہ زراعت کا مشکل ترین کام خود اپنے ہاتھوں سے فرمایا، یہ تمام مشاغل جو انبیاء کرام نے اختیار کئے اگر اس نیت سے کئے جائیں کہ انبیاء کی سنت اور بالخصوص سرور کونین صلی اللہ علیہ وسلم انہی پر کارفرما رہے تو یہی دنیوی اور معاش کا ذریعہ بھی عبادت کی شکل اختیار کرجاتا ہے۔اس پر انشاءاللہ کسی اور موقع پر عرض کروں گا کہ مومن کیلئے۔ارحم الراحمین نے جنت کا داخلہ اتنا آسان کردیا ہے کہ اسکا حلال دینوی کام بھی صحیح نیت کی وجہ سے دین بن جاتا ہے۔بدقسمتی مسلمانوں کی ہے کہ خود اس آسان اور بے جاسختیوں سے خالی دین کو اپنے لئے بارگران سمجھ لیا ہے۔

حصول رزق حلال بھی دین کا حصہ ہے

یہ بات حتمی ہے کہ رزق حلال کو حاصل کرنا بھی دین کے اور شرعی امور کی طرح دین ہی

کا حصہ ہے۔ یہ عقیدہ اگر ذہن میں مستحکم ہو جائے تو کئی قسم کے وساوس مثلاً دنیا کو بالکل ترک کرنا نجات اخروی کیلئے ضروری شرط ہے' سے انسان محفوظ رہ سکتا ہے۔ دینوی اسباب اختیار کرنا صرف انبیاء نے نہیں بلکہ صحابہ رضوان اللہ علیہم نے انبیاء اور سید الرسل علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اتباع کرتے ہوئے اسلام کے اعلاء کیلئے کوششوں کے ساتھ دینوی زندگی گزارنے، حقوق اللہ اور حقوق العباد کی ادائیگی کیلئے مختلف پیشوں کا انتخاب کیا۔

صحابہ کرام اور تجارت

حضرت سیدنا امیر المومنین ابوبکر صدیقؓ کپڑے کے بہت بڑے تاجر اور ''التاجر الصدوق الأمين مع النبين و الصديقين و الشهداء '' کے مصداق تھے۔ اسی تجارت کے طفیل جب بھی غزوات میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم صحابہؓ سے تعاون کی اپیل کرتے تو حضرت عمرؓ سمیت تمام اجلہ صحابہ پر اس عظیم دینی کارنامہ میں سبقت حاصل کرتے۔ امیر المومنین سیدنا عمر فاروقؓ تجارت میں کثرت سے مصروفیت کی وجہ سے احادیث نبوی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے روایات کم نقل کرنے کے بارہ میں خود فرمارہے ہیں کہ حدیث رسولؐ مجھ سے اس وجہ سے مخفی رہے کہ میں کثرت سے امور تجارت میں مصروف رہتا۔ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف کا کاروبار مکہ اور پھر مدینہ ہجرت کے بعد بھی جاری رہا۔ احادیث نبویؐ پر سختی سے عمل کرنے والے عبداللہ بن عمرؓ نے اونٹوں کے خرید و فروخت کو اپنے رزق حلال کا ظاہری وسیلہ بنایا۔ یہ تو صرف چند صحابہ کا ذکر ہے، اکثر صحابہؓ اپنے گزر بسر کیلئے خود ہی ذریعہ معاش پر عمل کرنا جزو ایمان سمجھتے، فقہاء امت، مجتہدین کرام اور محدثین عظام نے بھی مانگے تانگے پر اکتفاء کرکے زندگی گزارنے کی بجائے تجارت زراعت، صنعت و حرفت جیسے کاروباروں میں اپنے معاش کا بندوبست کیا۔ کسی کسب کو انہوں نے اپنے لئے باعث توہین نہ سمجھا کوئی تاجر تھا، تو کوئی موچی، کسی نے اپنے لئے فن کپڑا فروشی اختیار کیا تو کسی نے درزی کا فن سیکھ لیا۔

ائمہ کرام اور پیشہ رزق حلال

سیدنا امام ابو اعظم ابوحنیفہؒ کپڑے کے تاجر اور ذریعہ معاش میں ان کے احتیاط وتقویٰ کے واقعات آپ کو عرض کرتا رہتا ہوں، اصح الکتب بعد کتاب اللہ تعالیٰ کے مؤلف یعنی مصنف امام بخاریؒ اپنے تصنیف بخاری شریف کے تدوین کے مصروف ترین مشاغل سے ہوتے ہوئے زندگی گزارنے کیلئے بزاز یعنی کپڑا فروش کی ڈیوٹی بھی ادا کرتے رہے۔ مؤرخین نے امام قدوری کے بارے میں لکھا ہے کہ آپ برتنوں کے کاروبار کرتے تھے۔ یہ چند نام ''مشت نمونہ بطور خروار'' کے ذکر کردیئے، ورنہ امت مسلمہ کی تاریخ ان ہیروں اور جواہرات سے بھری پڑی ہے کہ دین کی اشاعت امت مسلمہ کے بارہ میں ہمہ وقتی، فکرانگیزی، دن رات مسلمانوں کے صلاح وفلاح کیلئے زبانی، قلمی، جانی اور مالی اور ذہنی مصروفیات میں بھی اپنے اہل وعیال کے رزق حلال کے لئے دینوی اسباب اور ذرائع کے کسی نہ کسی شاخ سے منسلک رہے۔

اپنے ہاتھ کی کمائی

ان میں سے ہر ایک علم وتقویٰ کا پہاڑ، ذہانت ومتانت کا بیش بہا خزانہ، علوم شرعیہ کے کلیات وجزئیات کے عظیم دائرۃ المعارف اور بے شمار اوصاف کے حامل تھے، جب انہوں نے خطبہ کے ابتداء میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد مقدس کہ انسان زندگی میں جو کچھ کھاتا ہے، اس میں سب سے بہتر وہ کھانا ہے جو اپنے ہاتھ سے کمائے۔ اور حضرت داؤد جیسے برگزیدہ پیغمبر بھی اپنے ہاتھوں سے زرہیں بنا کر بازار میں بیچنے کے بعد اس کی آمدنی سے کھاتے۔ حکومتی خزانہ سونے چاندی سے بھرا تھا مگر اس سے کچھ نہ لینے کو اپنا فریم ورک اور مطمح نظر بنادیا تھا تو ہمارے جیسے ایرے غیروں کیلئے کیسے جائز ہے کہ نہ اہلیت وصلاحیت، بس توکل کا نام لیکر بنا کسی سبب اختیار کئے آسمان سے روزی آنے کا انتظار میں بیٹھ جائیں۔

زکوٰۃ حج اور صدقات

آپ کو معلوم ہے کہ دنیا دار العمل ہے اور آخرت میں دنیاوی اعمال کی جانچ اور ان پر نتائج کا مرتب ہونا اُخروی زندگی کی کامیابی کا دارومدار اس چند روزہ زندگی کے اعمال پر

ہے۔زیادہ تر حسنات ایسے ہیں کہ ان کیلئے دنیا کی زندگی میں وسائل کا جائز اختیار لازمی ہے۔رزق حلال کیلئے سعی کرکے اور کھانا کھا کر ہی بدن میں قوت پیدا ہونے کے بعد اسلامی عمارت کے بنیادی ستون نماز کی ادائیگی پر قدرت حاصل ہوگی۔حلال مال دولت کما کر زکوٰۃ جیسے اہم عبادت کی ادائیگی اور حاجت مندوں کی حاجت روائی ہوسکتی ہے۔اعزہ اقارب پڑوسیوں اور فقراء ومساکین کے حوائج کو پورا کرنے کا جو حکم شریعت نے دیا ہے وہ بغیر محنت ومزدوری اور مال حاصل کرنے کے بغیر قطعاً ناممکن ہے۔حج جیسے ارکان اسلام میں وہ عظمت اللہ تعالیٰ نے عطا فرمایا اور اس کے حقوق وشروط کے ساتھ ادائیگی کرنے والے کو رب العالمین تمام گناہوں سے پاک فرمادیتے ہیں مگر یہ عظیم فضیلت بغیر زادوراحلہ اور ضروری اخراجات کے حاصل ہونا صرف ایک خواب ہی ہوسکتا ہے۔اسلام جس میں بار بار رفاہ عامہ اور حقوق العباد کے پورا کرنے پر زور دیا گیا ہے، بیوی،اولاد،والدین،ملازمین حتی کہ بے زبان جانوروں کو بھی اپنے اپنے حق سے محروم کرنا قابل مواخذہ جرم ہے اس جرم سے بچنے کی ایک صورت کہ دنیا کے میسر اسباب سے مستفید ہوکر ان نیکیوں کو حاصل کیا جائے

مسلمانوں کا ہدف کیا ہونا چاہئے

دین حقہ کی سربلندی اور مسلمانوں پر اپنے حفاظت اور دفاع کیلئے جہاد فی سبیل اللہ کی ذمہ داری کا سلسلہ تا روز قیامت اللہ جل جلالہ نے جاری رکھنے کے حکم دیا ہے،دشمن کے مقابلہ میں ہر ممکن قوت وطاقت آلات حرب جدید سے جدید تر حاصل کرنا،مہارت کا حصول مسلمانوں کا ہدف ہونا چاہیے۔یہ تب ہوگا کہ مسلمان ہر قسم جائز علمی ومادی اور روحانی کمالات سے مالا مال ہوں ان میں اگر کمی ہو کامیابی ناممکن ہے۔

حبّ مال کی مضرتیں

معزز حاضرین! خلاصہ یہ کہ تمام دنیوی وسائل اور کاروبار زندگی قابل مذمت نہیں بلکہ وہ حیات قابل مذمت ہے جو بے مقصد ہو جیسے کئی بار عرض کرچکا ہوں کہ ہر فرد کی اپنی اپنی

ضروریات ہوتی ہیں ،جن کے پورا کرنے کیلئے دنیا کے جائز ذرائع اوروسائل اختیار کرنے کی اجازت تو ہے مگر شرط یہ کہ حاجات کے آڑ میں تکبر،فخر،نمائش دوسروں پر سبقت یعنی آگے بڑھنے کی نیت نہ ہو۔زندگی گزارنے کیلئے یہاں کے اسباب ووسائل اس قدر ضروری ہیں جیسے کشتی چلانے کیلئے نہر یا دریا کا پانی،اگر پانی ہی موجود نہ ہو تو کشتی کا چلانا ناممکن ہے لیکن پانی کی اہمیت وضرورت اس وقت تک ہے جب پانی جہاز یا کشتی سے باہر ہو۔اگر کشتی میں سوراخ ہوکر پانی اندر داخل ہوجائے تو کشتی بھی غرق اوراس میں سواری بھی دریاو سمندر کے موجوں کے نذر ہوجائیں گے۔یہی حال مال ودولت کا ہے،حیات مستعار کا قلیل عرصہ گزارنے کیلئے حصول مال ضروری ہے مگر شرط یہ کہ اس کے ساتھ تعلق ظاہری دنیا تک رہے نہ کہ اس کا محبت دل میں سوراخ کرکے اندر داخل ہوجائے۔

صحابہ کرام اورمزاح ودل لگی

امت مسلمہ کے راہنمایاں ومقتدی صحابہؓ اسی دنیا میں رہ کر ہنسنے کے موقع پر ہنستے لیکن انکا ہنسا میرے اورآپکے ہنسنے کی طرح نہ تھا کہ ایسے وقت میں دلوں پر غفلت کے پردے آخرت کو بھلا دیتے۔صحابہؓ کے ہنسنے کے بارے میں حضرت قتادہؓ کا ارشاد ہے:

عن قتادةؓ قال سئل إبن عمر هل كان أصحاب رسول الله صلى الله عليه وسلم يضحكون قال نعم والايمان فى قلوبهم اعظم من الجبل وقال بلال بن سعدادر كتهم يشتدون بين الاغراض ويضحك بعضهم إلى بعض فإذا كان الليل كانوا رُهباناً (رواه فى شرح السنة)

حضرت قتادہؓ سے روایت ہے کہ حضرت ابن عمرؓ سے پوچھا گیا کہ کیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہؓ کبھی ہنسا بھی کرتے تھے۔جناب ابن عمرؓ نے فرمایا ہاں(ہنستے وقت) ان کے دلوں میں پہاڑ سے بھی بڑا ایمان(قائم ودائم) رہتا۔اورحضرت بلال بن سعدؒ تابعی فرماتے ہیں:صحابہؓ کو اس حال میں پایا کہ وہ تیر کے نشانوں کے درمیان دوڑتے اورایک دوسرے کے باتوں پر ہنسا

بھی کرتے مگر جب رات ہوجاتی تو وہ اللہ سے سب سے زیادہ ڈرنے والے ہوجاتے۔اگر ہم اپنے گریبان میں جھانکیں تو حالت یہ ہے کہ معمولی سی دنیوی خوشی کے وقت آپے سے باہر ہو کر شرافت وحیاء اور ایمان کے تمام حدود کو الوداع کہہ دیتے ہیں۔یہ سمجھ جاتے ہیں کہ شاید اس دنیا میں آنے کا غرض ہی یہی فضولیات اور لہوولعب میں دنیا کے قیمتی اوقات کو ضائع کرنا ہے۔ان مواقع پر ہم اپنے لئے کسی دینی فریضہ اور شرط کو اپنی ذمہ داری ہی نہیں سمجھتے۔یہاں اکثر احادیث پڑھنے والے طلبہ بھی بیٹھے ہوئے ہیں،ان کو معلوم ہے کہ جب مذاق ومزاح کا موقعہ آیا تو سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم نے خوش طبعی کا بھی ایسے شرعی حدود وقیود کے دائرہ میں اظہار فرمایا،جو رہتی دنیا کے مسلمانوں کیلئے سبق آموز اسوہ اور نمونہ ہے۔

بوڑھی عورت جنت میں نہ جائے گی

ایک بڑھیا نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دربار میں آکر عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے لئے جنت کی دُعا فرمایئے روایت ہے:

وعن أنسؓ عن النبی صلی الله علیه وسلم قال لإمرأة عجوزة انه لا تدخل الجنة عجوزاً قالت ومالهن وكانت تقرأ القرآن فقال لها ماتقرئين القرآن إنا أنشأنهن أنشاء فجعلنا هن ابكاراً (رواہ رزین)

''حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بڑھیا کے اس استدعا کے جواب میں فرمایا: کہ بوڑھی عورتیں جنت میں داخل نہیں ہوں گی،وہ بوڑھی عورت قرآن پڑھی ہوئی تھی،آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کہ تم نے قرآن میں یہ نہیں پڑھا کہ (اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے) ہم جنت کی عورتوں کو پیدا کریں گے جیسا (جنت کے مناسب) پیدا کیا جاتا ہے ،پس یہ سب عورتیں کنواری بنادیں گے''

یہ ایک عجیب حقیقت پر مبنی مذاق اور مزاح تھا کہ پہلے تو وہ بوڑھی نہ سمجھ سکی ،فوراً پوچھا کیا وجہ ہے کہ بوڑھی عورتوں کا داخلہ ممنوع ہے،وہ رونے لگی مگر جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے

قرآنی آیت کا مطلب کہ دنیا کی بوڑھی عورتیں اس بڑھاپے کی حالت میں جنت میں داخل نہ ہوں گی بلکہ اورانہی بڑھیا عورتوں کو جوانی کی اعلیٰ ترین شکل وجسم دیکر داخل فرمائیں گے،خوشی سے پھر پھولے نہ سماسکی۔آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا مزاح نہ کبھی جھوٹ پر مبنی ہوتا،نہ کسی دوسرے انسان کی توہین وتحقیر پر۔ہم بھی ایک دوسرے کیساتھ مذاق کرتے رہتے ہیں،شریعت کی حدتو دور کی بات ہےانسان کوانسانیت کے مقام سے گراکر دنیا میں سے اسفل السافلین پہنچانے کے تمام گُر استعمال کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔

دنیا کی حقیقت

تومحترم بھائیو!بات بہت دورنکل گئی،اگر کوئی سمجھے کہ مذہب دنیا کو چھوڑنے کا نام ہے بالکل غلط تصور بلکہ اسلام کا غرض یہ ہے کہ دنیا کے ساتھ راستے پر سفر کرنے والے ایک راہ گزر کا رشتہ وتعلق جوبعض سرائے اور ہوٹل سے ہوتا ہے،وہی معاملہ دنیا سے بھی کرنا ہے،ناسمجھ اورضدی بچہ کی طرح یہ ضد کرنا کہ میرے لئے ادھرایک محل اورسکونت بنانا ہے،اس جہالت پر مبنی عقیدہ کے باطل اورلغو ہونے کیلئے رب کائنات نے دنیا کی حقیت بیان فرمادی۔کہ نیک بخت یہ دنیا ہمیشہ رہنے کی جگہ نہیں بلکہ لہوولعب ہےاس کیساتھ دوسرے جملہ میں دائمی اور مستقل رہنے والی زندگی کی حقیقت بھی بیان فرمائی۔اب یہ حضرت انسان پر منحصر ہے کہ فانی زندگی کوترجیح دیتا ہے یا دائمی کو۔

رب کائنات مجھے اورآپ سب کوایسی زندگی حاصل کرنے کی توفیق دے جو دائمی اورجنت کے اعلیٰ ترین ثمرات پر منتج ہو۔آمین

☆☆☆☆☆

☆☆☆

نماز کے فضائل ومسائل

حکمت وفلسفہ' برکات وثمرات اوراجتماعی زندگی میں اثرات

نحمدہٗ و نصلی ونسلم علی رسوله الکریم امابعد فاعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم بسم اللہ الرحمن الرحیم قل لعبادی الذین امنوا یقیموا الصلوة و ینفقوا مما رزقنٰھم سرا و علانیة من قبل ان یاتی یوم لا بیع فیه و لا خلال (سورۃ ابراھیم)

''(اے رسول صلی اللہ علیہ وسلم) آپ مجھ پر ایمان لانے والے بندوں سے کہہ دیں کہ وہ نماز کی پابندی کریں اورخرچ کریں (میری راہ میں) وہ مال جوہم نے ان کودیا ہے(اس مال کا کچھ حصہ) خفیہ اورعلانیہ طور پر۔اس دن (یعنی قیامت) کے آنے سے پہلے پہلے کیونکہ اس دن نہ کوئی خرید و فروخت ہوگی اورنہ کسی کی دوستی کام آئے گی''

نمازیں گناہوں کا کفارہ

وقال رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم: الصلوات الخمس والجمعة الی الجمعة کفارة لما بینهن مالم تغش الکبائر (رواہ الترمذی)

''پانچوں نمازیں اور جمعہ سے جمعہ تک ان گناہوں کا کفارہ ہیں جوان کے درمیان کسی شخص

سے سرزد ہوں جب تک بڑے گناہوں (خصوصاً حقوق العباد کی ادائیگی میں کوتاہی جیسے جرائم ہیں) مبتلا نہ ہوا ہو''

مقصد تخلیق کائنات

محترم سامعین ! آج اسلام کے ایک مہتم بالشان اور بنیادی ارکان میں اہم ترین رکن نماز کی اہمیت' فضیلت اور اس پر مرتب ہونے والے ثمرات کے سلسلہ میں مذکورہ بالا آیت کریمہ اور حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی تلاوت کردی ہے۔ آپ جانتے ہیں کہ اس کائنات اور اس میں پیدا ہونے والی بے شمار اشیاء مثلاً پہاڑ' دریا' جنگل' جمادات' نباتات' حیوانات' سیم وزر وغیرہ انسان کی خدمت کے لئے رب کائنات نے پیدا فرمائے۔ گویا اس سارے کائنات کا آخری مقصد انسان ہے' انسان ان تمام مخلوقات کو اپنی ضرورۃ کے مطابق استعمال میں لا کر ان سے مختلف الانواع فوائد حاصل کرتا ہے۔ تمام کائنات کی پیدائش انسان کے لئے کی گئی ہے۔ اب غور کی بات یہ ہے کہ انسان کے لئے جب اتنا عظیم کارخانہ عالم وجود میں آیا تو آخر اس انسان جو تمام مخلوقات میں اشرف وعظمت کی حیثیت حاصل کر چکا ہے۔ اسکا مقصد تخلیق کیا ہے؟

مقصد تخلیق انسان

تو اس انسان کا معرض وجود کی غرض اللہ تعالیٰ نے خود اپنی کتاب میں بیان فرمادی ہے کہ **وما خلقت الجن والانس الا لیعبدون**۔ مفہوم یہ ہے کہ میں نے انسان و جنات کو صرف عبادت کے لئے پیدا کیا۔ دنیا میں پیدا کی گئی ہر چیز اپنے اپنے انداز میں اپنے خالق ومالک کی تسبیح وعبادت میں مصروف رہتے ہیں۔

دنیا کی ہر شئے مصروف ذکر ہے

فرمان باری تعالیٰ ہے:

وان من شئ الا یسبح بحمدہ ولکن لا تفقھون تسبیحھم (الآیۃ)

مطلب یہ ہے کہ مخلوقات کا ہر فرد اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا میں مصروف ہے۔ پرندے' چرندے' جمادات'

نباتات، پہاڑ، دریا، زمین وآسمان تمام ذکرالٰہی میں مشغول ہیں

اگر چہ ہم ان کے ذکرواذکار، تسبیح وتقدس کرنے کے عمل سے ناآشنا ہیں۔ یادرکھیں ہمارے کسی کی حال یا قال نہ سمجھنے سے یہ لازم نہیں آتا کہ وہ چیز اللہ تعالیٰ کے ذکر سے غافل ہے۔ دنیا میں کئی زبانیں انسانوں میں مروج ہیں جن کو نہ ہم جانتے ہیں نہ سمجھ سکتے ہیں، جس کا یہ مطلب نہیں ہوتا کہ وہ لوگ بولتے ہی نہیں۔ مگر انسان ودیگر مخلوقات کے عبادت میں فرق یہ ہے کہ انسان کے علاوہ مخلوقات میں جو عقل سے عاری ہیں، ان میں عبادات کا ذوق وشوق ان کے سرشت میں شامل اور فطری ہے، اور انسان عقل کے زیور سے آراستہ ہے۔

تارک صلوٰۃ مقصد تخلیق سے غداری کرتا ہے

اس کی عبادت خصوصاً نماز اختیاری ہے۔ اگر اس نے اپنے اختیار کو غلط استعمال کرتے ہوئے نماز جیسی اہم عبادت کو ترک کردیا تو اس نے اپنے مقصد تخلیق سے غداری اور بےوفائی کی۔ ہمیں نماز سیکھنے، سکھانے، پڑھنے کے لئے تربیت، ترغیب اور وعدوعید کی ضرورت ہے اور دیگر مخلوقات کو ان چیزوں کی ضرورت نہیں پڑتی۔ جیسے ہم پیدا ہوتے ہی سانس لینا شروع کرتے ہیں اس کیلئے کسی استاذ، واعظ اور ناصح کی تربیت ضرورت نہیں ہوتی، اسی طرح فرشتے اور مخلوقات کی عبادات بھی ان کی فطرت ہی کا حصہ ہیں۔ ہر مسلمان کو ترغیب اور حکم دیا گیا ہے

اولاد کو اہتمام صلوٰۃ کی تاکید

عن عمرو بن شعیب عن ابیه عن جده قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم: مروا اولادکم بالصلوة وهم ابناء سبع سنین واضربوا هم علیها وهم ابنأ عشرسنین. (رواه ابوداؤد)

''حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاصؓ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کررہے ہیں کہ آپ نے فرمایا: اپنی اولاد کو سات سال کی عمر میں نماز کا حکم دو۔ دس سال کی عمر میں (اگر نہ پڑھیں) تو پھر ان کو معمولی مارو۔''

اللہ تعالیٰ کی ذات سب سے بالا و برتر اس سے زیادہ عزت، عظمت والا کوئی نہیں، تمام تعریفات کی انتہا اس پر ہو چکی ہے، وہ کسی کا محتاج نہیں۔ ہر کوئی اسی کا محتاج ہے۔ وہ اگر کسی کو عزت، قدرت اور طاقت دینا چاہے، کوئی اس کو اس سے روک بھی نہیں سکتا۔ اور جس سے وہ طاقت وعزت لینا چاہے کوئی طاقت کائنات میں ایسی نہیں جو اس ذات عالی کو اپنے ارادے سے روک دے۔ وہ تکبر اور اکڑنے والے کو اوندھے منہ گرا کر جہنم کے نچلے طبقے میں پہنچا دیتا ہے، مگر جو اس کے سامنے عجز، انکساری، تواضع اور خاکساری سے پیش ہوا اس کے درجات بڑھا دیتا ہے۔ جو مسلمان اس کے سامنے اپنے آپ کو عبد اور غلام کی حیثیت سے پیش کرے اس سے وہ بے انتہا خوش ہو کر مراتب عالیہ پر پہنچا دیتا ہے۔

نماز کی عظمت و اہمیت

نماز کی عظمت و اہمیت بھی اور عبادات کے مقابلہ میں اس لئے زیادہ ہے کہ اس میں نمازی حد درجہ تذلیل، انکساری، اور عاجزی کی حیثیت سے مالک الملک کے سامنے پیش ہوتا ہے۔ نماز درحقیقت اپنے مولیٰ و مالک جل جلالہ کی بندگی کا حق ادا کرنے کی انسانی کوشش ہے، کھڑے ہو کر ناف پر دست بستہ ہو کر ہاتھ باندھنا، رکوع کے لئے سر جھکانا، سجدہ کے وقت ناک و پیشانی زمین پر رکھنا اللہ تعالیٰ کے کروڑوں انعامات کا شکر اور معبود ہونے کا عملی اقرار ہے۔ آپ نماز میں جو کچھ پڑھتے ہیں اور جن حرکات کا سامنا کرتے ہیں، ہر ایک پر غور کریں تو ساری کی ساری نماز اللہ تعالیٰ کی کبریائی، وحدہ لاشریک ہونے اور نمازی کے تعلق مع اللہ ہونے کا واضح ثبوت ہے، مگر شرط یہ کہ نماز کی حالت میں جو اعمال ادا کئے جاتے ہیں ادائیگی کے وقت ربط و کنکشن بھی معبود کیساتھ قائم ہو، تصور یہ ہو کہ میں بحیثیت مجرم اپنے مالک اور شہنشاہ حقیقی کے سامنے کھڑا ہوں۔

نماز تمام عبادات کی قبولیت کا مدار ہے

نماز کے اسی اہمیت کے پیش نظر امیر المؤمنین سیدنا عمر بن الخطابؓ نے جو پہلا حکم نامہ جاری فرمایا وہ یہ تھا: کہ

ان اهم امور دینکم عندی الصلوة فمن اقامها فقد اقام الدین و من ضیعها فهو لما سواها اضیع

" میرے نزدیک دینی امور میں سب سے زیادہ اہم امر نماز ہے۔ جس نے اس کی محافظت کی اس نے (اپنے) دین کو قائم رکھا اور جس نے نماز ضائع کی تو وہ دوسرے دینی کام اس سے بھی زیادہ ضائع کرنے والا ہوگا۔ حضرت عمرؓ کے فرمان کا خلاصہ یہ ہے کہ جس مسلمان کی نظر میں نماز جیسی بنیادی عبادت کی اہمیت نہ ہو' جبکہ اس کی ادائیگی کے لئے نہ کسی تھکاوٹ کی ضرورت پڑتی ہے نہ زیادہ وقت درکار ہے نہ مال خرچ کرنے اور قربانی کی ضرورت ہے' نہ اس کا پڑھنا کسی خاص مقام کے ساتھ مخصوص ہے' حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کے مطابق کہ: **جعلت لی الارض مسجدا و طهورا**۔ جہاں بھی پاک زمین میسر ہو نماز پڑھی اور پڑھائی جا سکتی ہے۔ سابقہ امم کو تو یہ سہولت بھی میسر نہ تھی۔ بلکہ عبادت کے لئے اپنے معابد میں ادائیگی لازمی تھی۔ اتنی سہولتوں کے باوجود بھی اگر کوئی بدقسمت نماز ادا کرنے میں لاپرواہی' سستی کا مظاہر کرے تو عبادات' معاملات و دیگر دینی امور میں تو اس سے بھی زیادہ لاپرواہی اور غفلت کا مظاہرہ کرے گا۔ اس سے آپ کو یہ بھی اندازہ ہوا ہوگا کہ دین کے دوسرے کاموں کے بقاء اور عدم کا دارومدار بھی اسی نماز پر ہے' نماز ہے تو باقی دین اور دینی احکامات بھی ہیں نماز نہیں تو کچھ بھی نہیں اگر کوئی یہ کہے کہ میں صرف نماز پڑھنے کا عادی نہیں' باقی تمام دینی عبادات کی ادائیگی کا پابند ہوں' لہٰذا کسی کی ملامت کا مستحق نہیں ایسا شخص غلط اور خود ساختہ گمان میں مبتلا ہو کر اپنے دین و ایمان کی تضییع کر رہا ہے' یہ ایسی عبادت ہے جو بعض اعذار مخصوصہ جو عورتوں کے ساتھ خاص ہیں کے علاوہ ہر مرد و زن پر جب تک زندگی کی رمق باقی ہو ادائیگی لازمی ہے۔ اگر کھڑے ہو کر نہ پڑھ سکے بیٹھ کر پڑھے' بیٹھنا ممکن نہ ہو تو پہلو پر لیٹ کر سر کے اشارے سے ادا کرے۔ اس کی قدرت بھی نہ ہو تو پھر موخر کردے۔ عذر جاری ہو تو نماز کا وقت داخل ہوتے ہی وضو کر کے عذر کی موجودگی کے باوجود اس وقت جتنی نمازیں پڑھنا چاہے پڑھ سکتا ہے۔

نماز درس مساوات

اس عبادت میں نہ امیر وغریب کا فرق ہے، نہ رنگ ونسل کا' دنیا کے کسی کونے میں رہنے والا مرد ہو یا عورت ،نماز کی ادائیگی اس کے لئے ضروری ہے۔مسلمان وغیر مسلم کا فرق وامتیاز نماز ہی کے ذریعے ہوتا ہے،اسی لئے سرکار دو عالم نے فرمایا:

عن جابرؓ قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم بين العبد وبين الكفر ترک الصلوة(رواه الترمذی)

" حضرت جابرؓ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت فرمار ہے ہیں کہ آدمی کو کفر سے ملانے والی چیز نماز کا چھوڑ دینا ہے"

یہی نماز تو مسلمان وغیر مسلم کے درمیان امتیاز اور فرق کا اہم ذریعہ ہے۔مسلمان **حی علی الصلوة** اور **حی علی الفلاح** کی صدائیں سن کر نماز' مسجد،جماعت اور صف اول کے حصول کے لئے دوڑتا ہے'اور کافر اپنے غلط عقیدہ اور بے بنیاد مذہب پر عمل کرتے ہوئے نماز جیسے ضروری عمل جو قیامت کے دن نور ہوگا سے محروم ہوگا۔

محترم حضرات !آج بدقسمتی سے ہم مسلمان تو شکل وصورت ،لباس وغیرہ میں غیر مسلموں سے مشابہت اختیار کر چکے ہیں۔جس کی وجہ سے مسلمانوں کا کافروں سے فرق کرنا بھی مشکل ہو گیا۔ اگر جدائی کا یہی ذریعہ نماز ہم نے بھی ترک کر دیا تو پھر ہمارے اور غیر مسلموں کے درمیان حد بندی اور شناخت کا ذریعہ کیا رہے گا۔

سب سے پہلے نماز کے بارے میں پوچھا جائے گا

ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے:

اول مايحاسب به العبد يوم القيامة الصلوة فان صلحت صلح سائر عمله وان فسدت فسد سائر عمله(طبرانی)

''قیامت کے دن (حقوق اللہ میں) سب سے پہلے باز پرس نماز کی ہوگی، اگر نماز کا معاملہ درست (ثابت) ہوا (باقی) تمام اعمال وعبادات درست پائے جائینگے اگر نماز کا معاملہ درست نہ ہوا تو دیگر تمام اعمال بھی خراب ہوں گے۔

ایک اور مقام پر سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے سخت تنبیہ کرتے ہوئے فرمایا :

ولادین لمن لاصلوۃ له' انماموضع الصلوۃ من الدین کموضع الرأس من الجسد

''اس (شخص) کا دین ہی نہیں جس کی نماز نہیں' دین میں نماز کو وہ حیثیت حاصل ہے جو کہ سر کو ایک جسم میں حاصل ہے۔ اگر سر نہیں تو کچھ بھی نہیں۔

یہ اسلام کا ایسا ستون ہے جس کے نعوذ باللہ گرانے اور پابندی نہ کرنے سے اسلام کی بلڈنگ کا پورا ڈھانچہ منہدم ہونے کے یقینی خطرہ سے دوچار ہو جاتا ہے۔

تارک صلوۃ کا حکم

رب کائنات اور سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے نماز کے بارے میں زور دار تاکیدات اور اصرار ہی کی وجہ ہے کہ فقہاو علمائے امت کا اجماعی فیصلہ ہے کہ جو شخص نماز کی فرضیت کا منکر ہو وہ اسلام سے خارج ہے۔ اور جو فرض مانتے ہوئے بلا عذر قصداً اُسے ترک کردے تو امام مالکؒ اور امام شافعیؒ کے نزدیک ایسا شخص فاسق اور اس کی سزا اس کو قتل کرنا ہے۔ البتہ امام ابو حنیفہؒ کے بقول ایسے فرد کی سزا دائمی جیل میں ڈالنا ہے کہ یا تو بہ تائب ہو کر نماز پڑھنے پر آمادہ ہو جائے یا جیل ہی میں اسے موت اپنی لپیٹ میں لے لے۔ امام احمدؒ کی بھی ایک روایت یہی ہے کہ عملاً بغیر عذر نماز نہ پڑھنے والا کافر ہے۔

حضرت عمرؓ کا اہتمام صلٰوۃ وارشاد

حضرت عمرؓ جب زخمی ہونے کے بعد بے ہوش ہوئے' افاقہ ہونے پر کسی نے نماز کے بارہ میں عرض کر دیا تو اس کی تائید میں آپؓ نے فرمایا:

نعم ولا حظ فی الاسلام لمن ترک الصلوۃ ایسے شخص کا اسلام میں کوئی حصہ نہیں جو نماز جیسے عظیم فریضہ کو چھوڑ دے۔سیدنا عمرؓ کی مرض وفات میں بھی نماز کی پابندی کی یہ حالت تھی کہ زخم سے خون رس رہا ہے عذر دائمی میں مبتلا ہیں' مگر پابندی سے نماز پڑھنے کا سلسلہ تاوفات جاری رکھا۔

نماز قرب کا وسیلہ ہے

اس عبادت کی ایک اہم خصوصیت یہ ہے کہ اس میں بندہ اپنے رب کے قرب سے مالا مال ہوتا ہے۔اس لئے اسے مومن کے معراج کے نام سے یاد فرمایا گیا۔نمازی اگر نماز کے تمام شرائط کے ہوتے ہوئے نماز کے دوران یہ تصور واحساس دل و جان سے کرے کہ اللہ تعالیٰ مجھے دیکھ رہے ہیں' ظاہر بات ہے اگر یہ تصور موجود ہے تو پھر رکوع وسجدہ بھی اطمینان سے ہوگا' خشوع وخضوع بھی ہوگا۔آج اگر ایک حاکم استاذ یا والد اپنے ماتحت' شاگرد یا بیٹے کو کسی کام کرنے کا حکم دے پھر اس محکوم کو یہ یقین بھی ہو کہ مجھے حکم دینے والا کام کرتے وقت مجھے دیکھ بھی رہا ہے۔تو کتنے احتیاط اور توجہ سے وہ یہ حکم بجالائے گا۔جب یہ عقیدہ ہو کہ میرا مالک حقیقی یعنی اللہ اس عبادت کو جو اس کے ساتھ تعلق کا مظہر اتم ہے کی ادائیگی میں اس کے سامنے دست بستہ کھڑا ہو یا رکوع وسجود میں ہو۔پھر اس نمازی کی نماز کا ایک ایک رکن بھی قابل رشک اور عنداللہ قبولیت کے بہت قریب ہوگا۔ایسے شخص کے رگ وریشہ میں پانچوں نمازوں کی پابندی' اوقات صلوۃ کا اہتمام رکوع وسجدہ اچھی طرح ادا کرنے کی عادت رچ بس جائے گی' یہی وہ نمازی ہے جس پر رب العالمین نے جہنم کی آگ حرام کرنے کی ذمہ داری لی ہے' دین سے اگر نماز کو جدا کیا جائے تو وہ مکمل دین نہ ہوگا بلکہ خالی جسد بلا روح رہ جائے گا

نماز جہاد سے بھی افضل ہے

نماز کا درجہ انتہائی اہم ہونے ہی کی وجہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا۔

عن عبداللہ بن عمرؓ ان رجلا اتی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فسالہ عن افضل الاعمال؟ فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم:" الصلوۃ" قال ثم

مہ؟ قال: ثم الصلوۃ ‘قال ثم مہ؟ قال: ثم الصلوۃ ،ثلاث مرات. قال: ثم مہ؟ قال الجھاد فی سبیل اللہ. (رواہ احمد)

’’حضرت عبداللہ بن عمرؓ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کررہے ہیں کہ ایک آدمی نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آکر پوچھا (دین کے اعمال میں) سب سے بہتر عمل کون سا ہے؟ رحمت دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ’’نماز‘‘ انہوں نے پھر سوال کیا (نماز کے بعد) کون سا عمل (بہتر ہے)؟ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دوبارہ فرمایا: ’’نماز‘‘ (تیسری مرتبہ) اسی سائل نے پھر پوچھا۔ پھر کون سا عمل؟ مرشد انسانیت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ’’نماز‘‘ چوتھی مرتبہ پھر وہی سوال کیا کہ پھر کون سا عمل؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ’’جہاد‘‘ یعنی اعلاء کلمہ اللہ کے لئے اللہ تعالیٰ کی راہ میں لڑنا۔

تینوں مرتبہ سائل کے سوال پر ختم الرسل صلی اللہ علیہ وسلم کا نماز ذکر فرمانا اس کی اہمیت اور افادیت کا برملا اظہار ہے۔ غور وفکر کے لئے یہی کافی ہے کہ جہاد جیسی اہم عبادت جس میں انسان اپنی قیمتی متاع جان کو بھی گنوادیتا ہے مگر عام حالات میں جان کی قربانی جیسے عظیم قربانی سے بھی صلوۃ کا درجہ اعلیٰ وافضل ہے۔ البتہ جب علمائے امت اور شرائع دین پر چلنے والے ارباب اقتدار خاص حالات میں جہاد عام جسے علماء کے اصطلاح میں نفیر عام کہاجاتا ہے اعلان کریں پھر جہاد لازم وفرض ہوکر بیٹے کو باپ اور بیوی کو خاوند سے جہاد میں شرکت کرنے کی اجازت بھی ضروری نہیں ہوتی۔ ان حالات میں اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کی اہمیت اور فوقیت سے انکار اپنے دین کو برباد کرنے کے علاوہ اور کچھ نہیں۔ اس راہ میں پھر سفر کرنا‘ خرچ کرنا‘ نیند‘ بیداری‘ پہرہ داری حتیٰ کہ ایک ایک لمحہ ساری رات کی عبادات‘ عمر بھر کے ذکر واذکار اور دینی معمولات سے کئی گنا زیادہ بہتر عبادت اور جنت میں داخلہ کا سرٹیفکیٹ اور پروانہ ہے۔

نماز عبدیت کا مظہر ہے

اللہ جل جلالہٗ کی صفات کمالیہ میں جلال و جمال بھی ہیں‘ دنیا میں رب العالمین کے

تخلیق کردہ ہر چیز میں خیر و شر کے دونوں پہلو موجود ہیں۔ جہاں سرکشی اور نافرمانی موجود ہو تو اس کے اصلاح کے لئے صفت جلال کی موجودگی اہم تقاضا ہے اور جو لوگ خیر و اطاعت کے جذبہ سے مالا مال اور اطاعت گزار ہوں ان کے لئے رحمت و شفقت کا مظاہرہ اور انعام و اعزاز کا اظہار فرمایا گیا۔ مالک کائنات کے ان دونوں اہم صفات کے جو تقاضے تھے اُنکے مطابق بنی آدم کو نماز و دیگر عبادت کا پابند کر دیا گیا۔ یہی وجہ ہے کہ نماز جو کئی ارکان و اعمال پر مشتمل عبادت ہے اسکے ہر عمل میں اللہ کی عبدیت، عجز و انکساری اور اپنے آپ کو حقیر و ناچیز سمجھنے کا اظہار بدرجہ اتم موجود ہے۔ فقہاء و علماء کے درمیان اس پر تو اتفاق ہے کہ مکمل نماز میں نمازی اپنے انتہائی ادب اور اللہ وحدہ لاشریک کی نسبت سے زیادہ فضیلت و اہمیت کا حامل ہے، احادیث کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ تمام اجزائے نماز کا ایک درجہ نہیں بلکہ ان میں تفاوت اور ہر ایک کے جدا جدا تاثیر و خصوصیات ہیں۔ مثلاً قیام جس میں قرأت قرآن کیا جاتا ہے، اس کے بارہ میں سردار انبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے:

عن جابرؓ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: افضل الصلوۃ طول القنوت. (رواہ الترمذی و ابوداؤد)

''حضرت جابرؓ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کر رہے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کہ نماز کے اعمال میں سب سے بہتر عمل قیام کو طویل کرنا ہے۔

جو خوش قسمت باقاعدگی سے نماز ادا کرنے کے پابند ہیں ان کو معلوم ہے کہ قیام میں سورۃ فاتحہ اور قرآن پڑھا جاتا ہے، جتنا کھڑا ہونا یعنی قیام لمبا ہوگا اتنا قرآن کی تلاوت بھی زیادہ کرنے کا موقع ملے گا۔ قرآن کے ایک ایک لفظ پڑھنے پر جس اجر و انعام کا اللہ نے وعدہ فرمایا: ہے۔ اگر ان کا تصور کیا جائے تو اس حیثیت سے قیام کا درجہ بھی اہم و افضل ہونے کا فرمان اپنی جگہ اہم اور رب العزت کی خوشنودی کا باعث ہے۔ اور ہاتھ سینے پر باندھ کر اس حالت میں کسی کے سامنے ادب و احترام سے کھڑے ہونے کو انتہائی عجز و انکساری سے تعبیر کیا جاتا ہے۔

نماز کا ہر رکن رب کی حاکمیت اور بندہ کی عبدیت کا اظہار ہے

اور پھر رکوع اور سجدہ میں تو انسان اپنی مکمل ذلت' کمزوری اور عجز وانکساری کا اظہار کر کے اللہ کی مالکیت اور قدرت کا برملا اعلان ہے۔ سر جو انسانی اعضاء میں انتہائی عزت وعظمت کی نشانی ہے۔ آدھے بدن سمیت سر کو اللہ تعالیٰ کے حضور رکوع میں جھکا کر' ناک اور پیشانی کو زمین پر سجدہ میں رکھنا بھی احکم الحاکمین کی عظمت اس بات کا اعلان ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ذات سب سے اعلیٰ و برتر ہے۔ قعدہ میں اپنے تمام قولی' عملی اور مالی عبادات کو صرف اللہ تعالیٰ کیلئے خاص کرنا' اور اس کے وحدہ لاشریک ہونے کی گواہی' سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت ورسالت کا اقرار اور اس مقدس ہستی پر عجز وانکساری سے درود وسلام بھیجنا' اور آخر میں انتہائی خشوع وخضوع سے اپنے لئے دنیوی واخروی سلامتی وعافیت کی دعا صرف اسی ذات باری تعالیٰ سے کرنا' یہ تمام ارکان بزبان حال وقال دلالت کر رہی ہیں کہ اس کا ہر رکن نمازی کی ذلت ومسکنت سے بھرپور اور اللہ تعالیٰ کی صفات معبودیت' حاکمیت اور بادشاہت کا مکمل واتم اظہار واقرار اور اپنے حقیقی مولیٰ سے غلامی کا تعلق تازہ ہو جاتا ہے۔ نماز کی ادائیگی کا وقت ہو چکا ہے' ان شاء اللہ اگلے جمعہ مزید گزارشات عرض کرنے کی کوشش کروں گا' خصوصاً یہ کہ ایک آیت کریمہ میں نماز کی خاصیت بیان کی گئی ہے کہ نمازی نماز کی وجہ سے منکرات اور گناہوں سے محفوظ ہو جاتا ہے۔ جبکہ ہم جیسے لوگ نماز ادا کر کے بھی گناہوں کی دلدل میں مزید دھنستے جا رہے ہیں۔ آخر کیوں۔

رب کائنات مجھے اور آپ کو نماز کی ادائیگی کی توفیق سے نواز کر اس کے حقیقی ثمرات اور اجور سے مالا مال فرمائیں۔ آمین

اہل قلوب اور اہل ذوق کی طاقت اور نشاط ذکر وعبادت سے قائم ہے

جب تک ہمارے دل پہ کسی کی نگاہ تھی
غم تھا بھی تو لذت غم بے پناہ تھی

(ساعتے با اولیاء ص ۳۲)

نماز ۔ اہمیت اور خاصیتیں

نـحـمدہٗ و نصلی ونسلم علی رسولہ الکریم امابعد: فاعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم بسـم اللہ الـرحـمٰن الرحیم ۔اتل ما اوحی الیک من الکتاب واقم الصلوٰۃان الصلوۃ تنھیٰ عن الفحشآء والمنکر ولذکر اللہ اکبر واللہ یعلم ماتصنعون (سورۃ العنکبوت)

"(اے پیغمبر) اللہ تعالیٰ کی طرف سے آپ کو جو کتاب وحی (کے ذریعہ) دی گئی اسے پڑھا کریں اور نماز کو اہتمام سے پڑھا کریں، بے شک نماز بے حیائی اور بری بات سے روکتی ہے اور اللہ تعالیٰ کا ذکر سب سے بڑھ کر ہے اور جو کچھ تم کرتے ہو اللہ تعالیٰ جانتا ہے"

وعـن جابر رضی اللہ عنہ قال قال رجل للنبی صلی اللہ علیہ وسلم ان فلانا یصلی فاذا اصبح سرق قال سینھاہ مایقول

"حضرت جابرؓ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کررہے ہیں کہ ایک شخص نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ فلاں شخص (رات) کو نماز پڑھتا ہے، پھر صبح کے وقت چوری کرتا ہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس کی نماز اس کو برے کام سے عنقریب روک دے گی"

نماز اسلام کا اہم ستون

اسلام کے اہم ستون نماز کا بیان گزشتہ جمعہ بھی کر چکا ہوں جس کی ابتداء میں آیت و

حدیث تلاوت کی ،مگر وقت کی کمی کی وجہ سے تفصیلی ذکر نہ ہوسکا، جس کا خلاصہ یہ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی توسط سے امت کو تلقین کرتے ہوئے رب کائنات نے سختی سے نماز کی پابندی کا حکم دیا' قیامت اور موت کے آنے سے پہلے اللہ تعالیٰ کی راہ میں انفاق اور اعمال حسنہ پر کاربند رہ کر ان امورخیر میں تاخیر سے منع فرما کر انسان کو اس طرف متوجہ فرمایا کہ اس وقت یعنی موت وقیامت کا انتظار کئے بغیر اپنے عمر قلیل کو دین کے رنگ میں رنگا جائے، کیونکہ اس وقت پھر نہ کوئی نیکی کارگر ثابت ہوگی اور نہ کسی بڑی قوت سے دوستی اللہ تعالیٰ کے عذاب سے بچاسکے گی۔ ذکر کردہ حدیث کا مفہوم یہ کہ ''ایک جمعہ سے دوسرے جمعہ کے درمیان پڑھنے والی نمازیں اس ہفتہ کے دوران انسان سے سرزد ہونے والے گناہوں کے ختم کرنے کا ذریعہ بن جاتی ہیں'' لیکن جیسا کہ گزشتہ جمعہ کو عرض کیا تھا کہ اس سے وہ گناہ مراد ہیں جن کا تعلق حقوق اللہ سے ہو' حق العبد تو جب تک وہ بندہ جس کا حق ضائع کیا گیا ہو اس کو ادا نہ کرے یا معاف نہ کرائے ان کا ختم ہونا ناممکن ہے۔

نماز کی خاصیتیں

آج کی تلاوت کردہ آیت وحدیث مبارکہ کا نچوڑ یہ ہے کہ ''نماز اپنی خاصیت کے اعتبار سے نماز پڑھنے والے کو گناہوں سے روک دیتی ہے اور کیوں نہ روکے گی جبکہ نماز کا ہر ہر رکن انسان کی روحانی قوتوں میں نکھار پیدا کر کے شیطانی قوتوں کو کم کرنے میں نسخہ اکسیر کی حیثیت رکھتی ہے۔ یہی نفسانی وشیطانی خواہشات انسانی دشمن کی صورت دھار کر اسے گناہوں کے اندھے گڑھے میں گرانے میں کلیدی کردار ادا کرتی ہیں۔ نماز کے تمام ارکان جو کہ رحمانی قوتوں پر مشتمل ہوں جب ان کا غلبہ ہو تو یقینی بات ہے شیطانی سازشوں کو شکست کا سامنا کر کے ان میں ضرور کمی آئے گی۔ آیت کریمہ میں تین عبادات مذکور ہیں: (۱) تلاوت (۲) نماز (۳) اللہ کا ذکر۔ نماز ایسی عظیم الشان عبادت ہے کہ اس میں یہ تینوں اعمال انتہائی خوبصورت انداز میں موجود ہیں۔

تلاوت

قرآن کی تلاوت سے دل ایمانی قوت سے منور ومعمور ہوگا' ایک ایک حرف پر دس دس

اجور وثواب اور اگر اس کے معنی ومفہوم پر غور کرنے کی ہمت وصلاحیت حاصل ہو تو ایمان افروز اور عقیدہ میں پختگی لانے والے رموز واسرار' معارف اور حقائق کے انعام واکرام سے بھی مالا مال ہونا انشاءاللہ یقینی ہے

نماز

اور نماز اللہ تعالیٰ کے حکم کی پابندی' عبادت کے ساتھ ساتھ خالق ومخلوق' عابد ومعبود کے درمیان رابطہ قائم کرنے کا سب سے بہترین ذریعہ ہے' یہی وجہ ہے کہ شرائط اور خضوع وخشوع سے پڑھی ہوئی نماز پر **الصلوۃ معراج المؤمن** کا اطلاق فرمایا گیا ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ذکر

جہاں تک ذکر اللہ کا تعلق ہے اس کے ایک ایک جزء اور رکن میں اللہ تعالیٰ کی یاد بدرجہ اتم موجود ہے' پھر ایسی عبادت کیونکر گناہوں سے روکنے والی نہ ہو۔

رب کائنات کے فرمان کے مطابق نماز کی خاصیت یہ ہے کہ نمازی کو گناہوں سے روک دیتی ہے' جبکہ ہم میں اکثر نمازیوں کی حالت یہ ہے کہ نماز پڑھنے کے باوجود گناہوں میں کمی اور اصلاح کی کوئی صورت نظر نہیں آرہی۔ اکابر علماء اور مفسرین نے اس پر تفصیل سے بحث کی ہے۔ محترم سامعین! آپ کو ہمیشہ بار بار عرض کرتا ہوں کہ بیماری کی دو قسمیں ہیں ایک جسمانی' دوم روحانی۔ جسمانی بیمار تو جسم کے تکالیف مثلاً بخار' درد وغیرہ کی اصلاح کی طرف فوراً متوجہ ہو جاتے ہیں۔ یہ بھی یاد رکھیں کہ ان دنیاوی امراض میں بعض تکالیف کے ساتھ بے شمار فوائد بھی موجود ہیں جبکہ بیماری کی دوسری قسم جن سے مراد معاصی' مالک وخالق حقیقی کے احکامات سے روگردانی ہے اس کی دوائی اور علاج سے ہم بے پرواہ رہتے ہیں' جس طرح جسمانی بیماریوں کے علاج کے لئے حکماء اطباء سے ادویہ تجویز کئے جاتے ہیں' جن کا استعمال ایک خاص مقدار' مدت' بیماری کو بڑھانے والے اشیاء کے پرہیز ودیگر شرائط سے مقید کی جاتی ہیں۔ مگر حکیم وطبیب کی ہدایات میں ذرہ برابر کمی' زیادتی' افراط' تفریط مریض کو فائدہ تو کیا اکثر نقصان کا باعث بن سکتی ہیں۔

یہی صورتحال گناہوں جو کہ خطرناک اور سراسر نقصان پر مبنی ہیں کے ہوتے ہوئے فوائد کا تصور بھی ناممکن ہے کے علاج کے لئے رب کائنات اور پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے ادویہ مقرر فرمائے ہیں۔ان دودواؤں کو اللہ تعالیٰ کے بتائے ہوئے اصول وقواعد کے مطابق روبعمل لانے کے بعد یقیناً گناہوں کے اندھے کنویں سے بچا جاسکتا ہے۔اللہ ورسول صلی اللہ علیہ وسلم کے بتائے ہوئے علاج میں نہ صرف آخرت بلکہ دنیا کے لاتعداد فوائد موجود ہیں۔اسلام کے بنیادی اور اہم رکن نماز میں یقیناً گناہوں سے روکنے کا اثر بلکہ اس سے بڑھ کر ہزاروں اور بھی دنیوی و اخروی فوائد موجود ہیں۔مگر شرط یہ کہ اس نسخہ کو رب العالمین کے بتائے ہوئے اصول وہدایت کے مطابق استعمال کیا جائے۔اب یادرکھیں نماز کی ادائیگی میں ایک اساسی اور بنیادی شرط یہ ہے کہ اس کی ادائیگی انتہائی خشوع وخضوع سے ہو تب انسان میں وہ اوصاف پیدا ہوں گی جن کا ذکر خطبہ کے ابتدائی آیت میں ہوا۔قرآنی آیات سے معلوم ہوتا ہے کہ خشوع کے بغیر نماز کو نماز کہنا اپنے آپ کو دھوکہ دینا ہے۔ارشاد باری تعالیٰ ہے:

قد افلح المومنون الذین هم فی صلوتهم خاشعون (سورة المؤمنون)

''کامیاب ہوئے (وہ) ایمان والے جو اپنی نماز میں جھکنے والے ہیں''

دوسری جگہ ارشاد ہے:

وانها لکبیرة الا علی الخٰشعین (سورة بقرہ)

''مگر تحقیق وہ (نماز) البتہ بڑی (یعنی بارگراں) ہے مگر عاجزی کرنے والوں کے (ان پر مشکل نہیں)''

خشوع کا معنی

خشوع کا معنی کسی کے روبرو خوف وہیبت اور اپنے آپ کو حقیر سمجھتے ہوئے پیش کرنا ہے۔اصل خشوع دل کا ہے۔اعضائے جسم کا خوف' ہیبت وغیرہ کا لانا دل کے خشوع کے تابع ہے۔یعنی ایسا انداز اختیار کرنا کہ سر جھکا ہو' دونوں ہاتھ سینہ پر باندھ کر باادب کھڑا ہو نظر نماز میں

جہاں جہاں مرکوز کرنا ہوتی ہے وہاں ٹکی ہے، ہاتھوں اوراعضائے جسم کے بلاضرورت حرکت دینے سے اپنے آپ کومحفوظ رکھے،دل مکمل طور پراول سے آخر تک اللہ کی طرف متوجہ ہوکر مالک الملک سے بات چیت کررہا ہو' کئی طالبانِ اصلاح اپنی روحانی اصلاح کے لئے بزرگان دین و صوفیائے کرام کی طرف رجوع کر کے ان سے اپنی اصلاح کیلئے روحانی دوا کے طلبگار رہتے ہیں' صوفیاءکرام ان کی حالات کے مطابق مختلف معمولات واذکار کی تلقین فرما کراس کے ساتھ گناہوں جسے جسمانی علاج کے اصطلاح میں پرہیز کہا جاتا ہے پربھی زور دیتے ہیں۔اگراپنے مصلح کے بتائے ہوئے معمولات پران اصولوں کے مطابق عمل کرتا رہے توایک وقت ایسا آجاتا ہے کہ مرید راہ راست پرآ کراپنی مراد کو حاصل کرلیتا ہے۔یہی صورتحال نماز کی بھی ہے' خشوع وخضوع والی نماز پرمواظبت کرنے سے روحانی مریض کوخود بخود اندازہ ہوجائے گا کہ عرصہ دراز سے برائیوں میں گرفتار فرد کی بدی اور برائیوں کا کس عجیب انداز سے ازالہ بتدریج ہورہا ہے۔

نماز کی ادائیگی

اب آیئے ہماری نمازوں کی طرف اسکی ادائیگی ہم کس کیفیت سے کررہے ہیں۔اول تو سب سے پہلے نماز کی لازمی شرط طہارت میں فرائض وسنن اور مستحبات کا علم ہی نہیں' اگر بالفرض خوش قسمت دوستوں کوعلم ہے تو وضو کرتے وقت لاپرواہی برتتے ہیں' پھر جب نماز شروع کردیتے ہیں' جماعت سے ادائیگی کا موقع ہوتو سب کچھ امام کے ذمہ ڈال کر کبھی یہ تصور نہیں کیا کہ ہم احکم الحاکمین کے حضور میں کھڑے ہیں۔دنیا کے قسم قسم کے مسائل میں ہمارا دماغ اوردل ڈوب جاتا ہے' امام کے اچانک رکوع کرنے سے ہم بھی جھک جاتے ہیں، گویا ہمارا جھکنا اوراٹھنا اورایک رکن سے دوسرے رکن کی طرف منتقل ہونا امام کی تکبیر پرموقوف ہے۔کبھی یہ غورنہیں کیا کہ امام نے کیا پڑھا ہے۔اس کا مطلب ومفہوم کیا ہے۔فاتحہ وتلاوت قرآن میں ہم نہ غوروفکر کرتے ہیں' نہ زبان ودل میں موافقت' زبان سے جو کچھ کہہ رہے ہیں، یا سنایا جارہا ہے اس سے دل بےخبراوردل میں جوخیالات وتصورات موجزن ہیں ان سے زبان لاتعلق ہے' نماز میں ہاتھ پاؤں بلاضرورت ہر

طرف گھوم رہے ہیں کبھی ناک میں انگلی داخل کرتے، تو کبھی بلاضرورت اور عبث انداز میں کان و سر میں کھجلی کرنے لگ جاتے ہیں۔ فقہاء نے اتنی احتیاط کی کہ یہاں تک بتادیا کہ قیام میں نظر کہاں رکھنی ہے، رکوع، سجود اور قعدہ میں نظر کہاں رکھنی چاہیے۔ ہم قیام میں جہاں تک نظر کی رسائی ہو ان مناظر کے مشاہدہ میں مصروف رہتے ہیں۔ دائیں بائیں حتیٰ کہ پیچھے بھی اپنی نظر کو گھمانے سے اپنے آپ کو محروم نہیں رکھتے۔ کان امام کی قرأت تک محدود رکھنے کی بجائے دور دور کی باتیں بھی سننے کی فضول کوشش سے بھی اپنے آپ کو نہیں بچاتے۔ نماز میں شرط یہ ہے کہ جو الفاظ زبان سے نکلیں صرف آٹو میٹک اور یاد سے نہ نکلیں بلکہ ہر لفظ مستقل ارادہ سے زبان سے پڑھا جائے ' جب ارادہ کر کے ہر لفظ پڑھے تو لازمی بات ہے کہ پھر فضول خیالات کا آنا خود بخود بند ہو جائے گا۔ ہم میں سے کئی دوست تو نماز کے ارکان کی رعایت سے زیادہ اپنے لباس کو مٹی و غبار سے بچانے کی سعی میں مصروف رہتے ہیں۔

حضرت والد صاحبؒ کی حکایت

حضرت والدی وسیدیؒ اپنے وعظ میں واقعہ سنایا کرتے تھے، کہ ایک ظاہری اہتمام اور لزوم سے جماعت میں شرکت کرنے والے دکاندار سے ایک دفعہ نماز باجماعت فوت ہوئی اس کا بہت زیادہ رونا دھونا اور آہ وزاری دیکھ کر لوگ اس کی باجماعت نماز پڑھنے پر عش عش کرنے لگے کہ کیسا نیک بخت اور جماعت سے نماز پڑھنے کا شوقین مسلمان ہے، کہ ایک ہی جماعت فوت ہونے پر کس قدر پریشان و نادم ہے۔ اس دکاندار نے جب لوگوں کی یہ باتیں سنیں تو کہنے لگا مجھے جماعت کے فوت ہونے سے اتنا افسوس نہیں بلکہ ایک اور مشکل میں پھنس گیا ہوں۔ ایک جماعت اور دوسرے جماعت کے درمیان میں جتنا کاروبار کرتا نقد ہوتا یا قرض۔ کاروبار کے وقت تو مجھے حساب کتاب کا وقت نہیں ملتا۔ جب امام کے ساتھ نماز میں شامل ہوتا وہ سارا حساب اسی دوران دل میں کر لیتا۔ نہ مجھے کچھ پڑھنے کی ضرورت تھی نہ تکبیرات کی' تمام ذمہ داری امام کی تھی' خود کار طریقہ سے اٹھک بیٹھک کرتا۔ جماعت فوت ہونے پر اب جب اکیلے نماز پڑھوں گا سب کچھ

مجھے خود کرنا ہوگا۔ میرے حساب و کتاب کا وقت مجھ سے ضائع ہوا۔ اب مجھے اس کے لئے مستقل وقت دینا ہوگا۔ جبکہ اب میرے پاس دو جماعتوں کے درمیان جو دکانداری ہوئی امام کے ساتھ نماز پڑھنے کے وقت کے مناسب وقت حساب کتاب کیلئے اب کچھ وقت دوکانداری کے اوقات میں سے نکالنا ہے، جس سے میرا وقت ضائع ہوگا۔ اندازہ کریں جب نماز جیسا اہم لمحہ دکانداری کیلئے مختص ہو جائے اس میں بھی وہی ناپ تول، پیمائش اور دنیاداری کا تصور۔ تو کیسے رب کے بتائے ہوئے نسخۂ اکسیر سے ہمارے گناہوں میں کمی آئے گی۔ یہ سب کارستانی شیطان کی ہوتی ہے جس نے مسلمان کے راہِ راست پر چلنے اوراس کے عبادات میں سے اصل روح اخلاص، تقویٰ، خشوع وخضوع ختم کرنے کی قسم اٹھا رکھی ہے' ایسے موقع پر مسلمان کی آزمائش ہے کہ وہ شیطان کے بتائے ہوئے فضول اور لاحاصل تصورات کا شکار ہو کر اپنی عبادت کو جسد بلاروح بنانے میں اس کی اطاعت کرتا ہے، یا ربِ کائنات کے بتائے ہوئے اصولوں کے مطابق عبادت ادا کرکے اپنے لئے نجات کا ذریعہ بنا دیتا ہے۔ شیطان تو کسی موقع پر مسلمان کو راہِ راست سے روکنے سے تھکتا نہیں، وہ اپنا ہر حربہ جو اس کے بس میں ہو استعمال کرتا ہے۔

اذان نماز کی ابتدائی تیاری

نماز کی ابتدائی تیاری اذان سے ہوتی ہے مسلمان کا یہ ازلی دشمن اسی وقت اپنی خباثت شروع کر دیتا ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

عن أبی هریرةؓ أن رسول اللّٰه صلی الله علیه وسلم قال إذا نودی باالصلوٰة ادبر الشیطان وله ضراط حتی لایسمع التاذین فاذا قضی النداء أقبل حتی إذا ثوّب باالصلوٰة أدبر حتی إذاقضی التثویب أقبل حتی یخطر بین المرء ونفسهٖ ویقول أذکر کذا أذکر کذا لما لم یکن یذکر حتی یظل الرجل ان لایدری کم صلیٰ. (رواہ أبوداؤد)

''حضرت ابو ہریرہؓ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کہ جب نماز کے لئے اذان شروع کی جاتی ہے تو شیطان پیٹھ موڑ کر بھاگتا ہے (اس

حالت) میں کہ اس سے آواز کے ساتھ ہوا خارج ہوتی ہے (یہ اس لئے) کہ اسے اذان سنائی نہ دے، اذان کے ختم ہونے پر پھر واپس آجاتا ہے جب نماز کیلئے اقامت شروع ہوجاتی ہے پھر وہاں سے دوڑتا ہے جب اقامت ختم ہوجائے پھر واپس پہنچ جاتا ہے پھر نمازی کے دل میں قسما قسم نت نئے خیالات پیدا کرنا شروع کردیتا ہے اسے کہتا ہے فلاں بات کو یاد کر، فلاں بات کو یاد کر (جو اس سے پہلے) اسے یاد نہیں ہوتی (ان عبث خیالات میں مصروفیت کی وجہ سے) نمازی یہ بھی بھول جاتا ہے کہ اس نے کتنی (رکعات) نماز پڑھی ہے''

آپ غور کریں کہ لعین شیطان پر اذان کی کلمات جو اللہ تعالیٰ کی وحدانیت، شہادۃ، رسالت اور دعوت الی الصلوٰۃ والفلاح پر مشتمل ہیں، اتنے ناگوار اور ناقابل برداشت ہوتے ہیں کہ ان کلمات کے سننے سے بچنے کیلئے تیز آواز سے گوز مارتا ہے، کہ ان جملوں کو سن نہ سکے، صرف اس پر اکتفا نہیں کرتا بلکہ نماز پڑھنے والے کی نماز کو صرف ظاہری نماز کی شکل دیکر اس کی حقیقت غرض ثواب اور قبولیت تک کو ختم کرنے کا ذریعہ بنتا ہے، حالانکہ نماز کے بارے میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے: لو علم المصلی من ینا جی ماالتفت'' اگر نمازی یہ جان لے (یقین ہو) کہ کس کے ساتھ سرگوشی کررہا ہوں وہ (اللہ تعالیٰ) کے علاوہ کسی اور کی طرف توجہ نہ دیتا''

نماز ذریعہ مناجات

نماز دراصل رب العالمین اور نمازی کے درمیان سرگوشی (راز ونیاز) کا سلسلہ ہے۔ دنیا ہی کو لیجئے اگر دو افراد آپس میں راز و نیاز کی گفتگو اور سرگوشی میں مصروف ہوں اور ان میں سے ایک دوسرے کی طرف متوجہ نہ ہو تو اخلاق، عرف، تہذیب کے خلاف سمجھتے ہیں۔ تو مالک الملک سے مناجاۃ شروع ہوا اور اللہ تعالیٰ کے بجائے تصور وخیال دوسری طرف منتقل ہوجائے تو وہ کیا نماز ہوئی اور اس کے اثرات کیا مرتب ہوں گے، پھر ہم ایسی نماز اور اس کے اجر وثواب کے روادار ہوں گے؟ نماز تو وہ ہے جس کے بارے میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

عن عقبة بن عامرؓ أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال مامن أحد يتوضأ

فيحسن الوضوء ويصلی رکعتين يقبل بقلبه ووجهه عليها إلا وجبت له الجنة (رواہ أبو داؤد)

''حضرت عقبہ بن عامرؓ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص اچھی طرح وضو کرتا ہے (یعنی فرائض، سنن، مستحبات کا اہتمام کرے) پھر دو رکعت اس حالت میں پڑھے کہ دل نماز کی طرف متوجہ ہو اور ظاہر یعنی اعضاء بھی سکون سے ہوں تو اس کیلئے یقینی طور پر جنت لازم ہو جاتی ہے''

گویا نماز کی قبولیت اور اس پر جنت کا حاصل ہونا تب ہے جب نماز میں دنیا و مافیہا سے مکمل انقطاع اور دل میں عزم مصمم ہو کہ جو کچھ الفاظ میرے زبان سے صادر ہو رہے ہیں رب العالمین کے سامنے کھڑے ہو کر اس سے براہ راست دل کیساتھ میں مخاطب ہوں، یہی وہ کیفیت ہے اگر نماز اس حال میں ادا کی جائے تو حتمی طور پر اس سے معاصی اور فحشاء کا خاتمہ ہوگا ورنہ اگر نمازی رٹے ہوئے الفاظ و حرکات پر تلفظ اور عمل تو کر رہا ہے مگر ذہن دنیا کے اگلے پچھلے واقعات پر غور و فکر میں مبتلا ہے تو بقول آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم

عن أبی ذرؓ قال قال رسول اللّٰه صلی الله عليه وسلم :لايزال اللّٰه مقبلاً علی العبد فی صلوته مالم يلتفت فاذا صرف وجهه إنصرف عنه (رواہ نسائی)

''حضرت ابوذرؓ روایت کرتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ اپنے بندے کی طرف اس وقت تک توجہ فرماتے ہیں جب تک وہ نماز میں کسی اور طرف متوجہ نہ ہو جب بندہ اپنی توجہ نماز سے ہٹا لیتا ہے تو اللہ تعالیٰ بھی اس سے اپنی توجہ ہٹا لیتے ہیں''

ہر نماز گویا آخری نماز ہونی چاہیے

نبی رحمت اور بزرگان دین نے نماز میں خشوع حاصل کرنے کیلئے کئی طریقے اختیار کرنے پر زور دیا ہے سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: **فصلِّ صلوة مودّع** (ہر نماز یہ سوچ کر پڑھنا چاہئے) کہ یہ میری زندگی کی آخری نماز ہے کسی فرد کو اپنی موت کا حتمی وقت معلوم نہیں۔ چلتا پھرتا آدمی لمحوں میں اس دنیا سے رخصت ہو جاتا ہے۔ پہلے سے نہ کسی بیماری کا وجود

اور نہ کسی کے وہم وگمان میں موت کاواقع ہونا ہوتا ہے۔ پھانسی گھاٹ میں پھانسی کے منتظر آدمی کو کہا جائے کہ دس منٹ بعد تمہیں سولی پر چڑھانا ہے اگر زندگی کے آخری دو رکعت پڑھنا چاہتے ہو پڑھ سکتے ہو۔ جس عجز وانکساری سے وہ نماز پڑھے گا اس کا اندازہ اسی کو ہوگا یہی کیفیت ہر نماز میں انسان اپنے اوپر حاوی کردے کہ یہ میری زندگی کی آخری نماز ہے تو پھر سوال پیدا نہیں ہوتا کہ اس کے خشوع میں کمی آکر اپنے مالک حقیقی سے رابطہ کٹ جائے۔ یہ سلسلہ مرحلہ وار ہر نماز میں جاری رہے تو ایک وقت ایسا بھی آجائے گا کہ لامحالہ تمام خیالات واوہام کا سلسلہ بند ہو جائیگا اور نہ ذہن دنیاوی امور کی طرف منتقل ہوگا۔ پہلے بھی عرض کر چکا ہوں۔ کہ ہماری نماز تو صرف شکل وصورت نماز کی ہے،ہم اقبالؒ کے اس شعر کے مصداق بن گئے:

ع رہ گئی رسم اذان روح بلالی نہ رہی   فلسفہ رہ گیا تلقین غزالی نہ رہی

اگر آج ہم نے اپنی نمازوں کو اس کی روح اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے طرز اور طریقوں پر پڑھنی شروع کریں تو آخرت کے بہترین نتائج ،گناہوں سے بچنا اور دنیوی فوائد کا حصول جس کا بیان انشاءاللہ آئندہ کروں گا یقینی ہو جائے گی۔

رب کائنات مجھے اور آپ سب کو نماز جیسی عظیم الشان عبادت کو صحیح طریقہ سے ادا کرنے کی توفیق نصیب فرماویں۔ آمین

خواجہ معین الدین حسن سنجریؒ کا ارشاد ہے لوگ منزل گاہ قرب کے نزدیک صرف اسوقت جاسکتے ہیں۔ جب نماز میں مکمل فرمانبرداری کریں۔ کیونکہ مؤمن کی معراج یہی نماز ہے۔ (ساعتے با اولیاء ص ۳۱)

نماز میں خشوع وخضوع کی اہمیت، فضیلت اور برکات

حضور صلی اللہ علیہ وسلم وصحابہؓ اور سلف صالحین کے خشوع وخضوع کے دلچسپ واقعات

نحمدهٗ و نصلی ونسلم علی رسوله الكريم امابعد فاعوذ بالله من الشيطٰن الرجيم بسم الله الرحمٰن الرحيم قد افلح المومنون الذين هم فی صلاتهم خٰشعون (سورة المومنون)

''یقیناً وہ ایمان والے کامیاب ہو گئے جو اپنی نماز میں خشوع وخضوع کرنے والے ہیں۔

عن ابی الدردا رضی الله عنه ان النبی صلی الله علیه وسلم قال اول شیء یرفع فی هذه الامة الخشوع حتیٰ لاتریٰ فیها خاشعاً (رواه الطبرانی)

''حضرت ابودرداءؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس امت میں سب سے پہلے خشوع اٹھایا جائے گا یہاں تک کہ تم کو اس امت میں ایک بھی خشوع کرنے والا نہ ملے گا''

محترم حاضرین! غالباً آج چوتھا خطبہ ہے جس میں تسلسل سے نماز کی فضیلت، اہمیت، ضرورت اور فوائد وغیرہ کا ذکر ہو رہا ہے

توحید کے بعد نماز کا درجہ

اہم ترین عبادت یہی نماز ہے۔ جس کی ادائیگی کے لئے نہ کسی نصاب کی ضرورت اور

نہ مرد و زن کا فرق، نہ سفید و سیاہ، مالدار اور غریب میں امتیاز۔ بلکہ ہر کلمہ گو خواہ دنیا کے جس کونے میں پیدا ہوا اسلام کی نعمت سے مالا مال ہو اس پر ادائیگی فرض اور اس پر ملنے والا اجر و ثواب اگر صحیح انداز سے ادا کیا جائے، بادشاہ و فقیر دونوں کے لئے مساوی ہے ادائیگی کے لحاظ سے آسان اور نتائج کے لحاظ سے اس عظیم المرتبت عبادت پر بولنے کے لئے چند ہفتے تو کیا اگر عمر کا سارا حصہ اس عبادت کے خصائص، فوائد اور اسرار و رموز کے بیان پر خرچ کر دیا جائے تو تمام کیا بلکہ حق بیان کی سعی بھی ناکافی ہوگی۔

خشوع و خضوع

بہر حال گزشتہ جمعہ کو نماز کی خاصیت کہ فحشاء و منکرات سے یہ عبادت بچانے والی ہے بیان کی گئی۔ لیکن وہ نماز تب خاصیت کی حامل ہوگی جو اول سے آخر تک خشوع و خضوع کا مجموعہ ہو۔ جس کی مثالیں مرشد عالم، سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کرامؓ اور اللہ کے نیک بندوں کی تاریخ میں ہمیں بکثرت ملتی ہیں۔ اپنے اور آپ حضرات کی عبرت کیلئے دو چار واقعات کے ذکر پر اکتفاء کر کے نماز، دنیوی و اخروی فوائد ذکر کرنے کی حتی المقدور کوشش کروں گا۔

آغاز میں خشوع کا انداز

نماز ہو تو ایسی ہو کہ نمازی نیت باندھتے وقت یہ تصور کرے کہ میں اللہ تعالیٰ کو دیکھ رہا ہوں۔ شیطانی حملہ سے بچنے کی ایک بہتر صورت یہ بھی ہے کہ جب ذہن نماز میں دوسرے طرف منتقل ہو، فوراً یہ تصور کرے کہ میں کس آفت میں مبتلا ہو گیا ہوں، کیا کر رہا ہوں؟ جبکہ میں مالک حقیقی کو دیکھ رہا ہوں اور نماز جیسا اعلیٰ عمل اس کے سامنے ادا کر رہا ہوں اور وہ ذات میرے اعضاء تو کیا دل میں جو خیال گزرتا ہے اس سے واقف ہے، ابلیس لعین کے ساتھ اگر چند بار یہ مقابلہ جاری رہے تو ان شاء اللہ ایسا وقت بہت جلد میسر ہوگا کہ ازلی دشمن شکست خوردہ ہو کر بندہ اللہ کیساتھ مناجات میں ہوگا دور دور تک بھاگے گا۔ یہی بندہ نماز میں اپنے مالک و خالق سے نماز کی صورت میں جو بات چیت کریگا اس کی لذت میں ایسا منہمک ہوگا کہ نماز کے درمیان نمازی کو دنیا و مافیہا کا تصور ہی نہ ہوگا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد " ان تعبد اللہ کانک تراہ فان لم

تکن تراہ فانہ یراک "کا بہترین نمونہ بن جائے گا۔

امام زین العابدینؓ کا خشوع

امام زین العابدینؓ کے بارے میں مشہور ہے کہ وہ جب نماز کے لئے وضو شروع کرنے لگ جاتے تو گھبراہٹ کی وجہ سے چہرہ و بدن کا رنگ زرد ہو جاتا لوگوں نے وجہ پوچھی تو فرمایا:

اتدرون بین یدی من اریدان اقوم "کیا تم کو علم نہیں کس ہستی کے حضور کھڑا ہونے کا ارادہ کر رہا ہوں"

جب بارگاہ رب میں حاضری ہو

آج ایک شرم و حیاء احترام، عظمت و محبت کی صفات سے متصف فرد کو اپنے محبوب، استاذ، پیر، مرشد، والدین کی عظمت کے پیش نظر ان کے سامنے کھڑے ہو کر گفتگو کرنے کے وقت اس کی حالت کیا ہو جاتی ہے، تو رب کائنات جو مالک الملک اور تمام صفات و کمالات کا جامع بلکہ ہر کمال کی انتہا اسی پر ہے، اس کے سامنے جب ایک حقیقی عابد، عبادت کے لئے کھڑا ہو گا تو اس کی حالت کیا ہونی چاہیے۔ عالم ربانی امام غزالیؒ نے کیا خوب نسخہ بتایا ہے، جو اسباب نماز میں وساوس لانے کا ذریعہ بنتے ہیں، نماز شروع کرنے سے پہلے ان کا قلع قمع کرنا چاہیے تا کہ نماز میں پریشانی کا سامنا کرنا نہ پڑے۔ یہی وجہ ہے کہ محتاط علماء و صلحائے امت ہیں انہوں نے فرمایا: جس رخ پہ نماز پڑھنی ہو، کوشش ہونی چاہیے کہ اس طرف کوئی نقش و نگاری، گل کاری حتیٰ کہ لکھائی بھی ایسے کلمات اور جملوں کی نہ ہو جس سے نماز کے دوران نمازی کا دل و دماغ اللہ کے علاوہ کسی اور کی طرف مائل ہو۔

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا خشوع

نماز میں خشوع و خضوع کا اظہار حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اس معمول سے بخوبی ظاہر ہو رہا ہے، جس کا ذکر حضرت مطرفؓ اپنے باپ سے کر رہے ہیں۔

عن مطرفؓ عن ابیہ قال رأیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یصلی وفی صدرہ ازیز کازیز الرحی من البکاء (ابو داؤد باب فی البطاء فی الصلوۃ)

''مطرف اپنے والد حضرت عبداللہ بن شخیرؓ سے روایت کررہے ہیں کہ میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو نماز میں دیکھا کہ آپ کے سینۂ اقدس سے چکی کی آواز کی طرح رونے کی آواز آئی''

کیا میں اللہ کا شکر گزار بندہ نہ بنوں

جلیل القدر صحابی حضرت مغیرہ بن شعبہؓ سے روایت ہے:

عن المغیرہ بن شعبہؓ قال صلی اللہ علیہ وسلم حتی انتفخت قدماہ فقیل لہ' اتتکلف ھذا وقد غفر اللہ ما تقدم من ذنبک وما تاخر قال افلا اکون عبدا شکورًا

''حضرت مغیرہ بن شعبہؓ سے روایت ہے کہ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز پڑھنی شروع کردی طویل قیام' رکوع سجدہ ودیگر ارکان کی وجہ سے دونوں قدم مبارک سوجھ گئے۔ فراغت کے بعد کسی نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا آپ کیوں اپنے آپ کو اس قدر شدید تکلیف دے رہے ہیں حالانکہ رب العالمین نے آپ کو گناہوں سے پاک وصاف بنایا ہے فرمایا: کیا میں اللہ کا شکر گزار بندانہ بنو۔

حضرت ابو ہریرہؓ سے بھی اسی طرح مروی ہے۔

عن ابی ھریرۃ قال کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یصلی حتی ترم قدماہ قال فقیل لہ تفعل ھذا وقد جاء ک ان اللہ تعالیٰ قد غفر لک ماتقدم من ذنبک وما تاخر قال افلا اکون عبداً شکورا۔

اسی طرح روایت حضرت ابو ہریرہؓ سے بھی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نماز (تہجد) اس انداز میں پڑھتے کہ قدمین سوجھ جاتے' کسی نے پوچھا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو معصوم 'ڈکلیئر' کردیا ہے پھر کیا ضرورت؟ فرمایا پھر کیا اللہ تعالیٰ کے اس کرم پر زیادہ شکریہ ادا کرنے والا نہ بنوں؟

حضور صلی اللہ علیہ وسلم تمام رات روتے ہوئے

تبلیغی حضرات موجود ہیں، شیخ الحدیث حضرت مولانا زکریاؒ کی تالیف فضائل اعمال میں ہے کہ بعض حضرات حضرت عائشہؓ کی بارگاہ میں حاضر ہوئے۔ ایک شخص ام المومنین حضرت عائشہؓ سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے عجیب واقعہ اور عمل کے بارہ میں پوچھنے لگا۔ جس کے جواب

میں حضرت عائشہؓ نے سائل سے پوچھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا کون سا کام عجیب نہ تھا۔ ہر بات عظیم الشان تھی پھر واقعہ سنانے لگ گئی کہ ایک رات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم میرے پاس تشریف لاکر آرام فرمانے لگے۔ پھر اچانک اُٹھ کر رب العالمین کی عبادت (نماز) شروع فرمائی نماز شروع کرنی تھی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر رونے اور رقت کی حالت طاری ہوگئی۔ یہی کیفیت رقت اور گریہ رکوع، سجدہ، قعدہ میں بھی اس انداز سے جاری رہی کہ سینہ مبارک بھی آنسوؤں سے تر ہوگیا' طلوع فجر تک یہی خشوع وخضوع کی کیفیت جو خوف خدا، رقت قلب اور رونے پر مشتمل تھی جاری رہی فجر ہوتے ہی حسب معمول حضرت بلالؓ نے آکر فجر کے نماز کی اطلاع دی۔ فرماتے ہیں کہ میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا یا رسول اللہ! آپ تو معصوم عن المعاصی ہیں۔ اگر بالفرض ہوں بھی (جو بالکل صادر ہی نہیں ہوئی) اللہ تعالیٰ نے بخشنے کا وعدہ فرمالیا ہے۔ تو پھر اتنی شدت و تکلیف کی حالت میں ساری رات آپ نے رونے، طلب مغفرت اور عبادت میں کیوں گزاری؟ یہاں بھی وہی عجز وانکساری کا جملہ فرمایا۔ (جب اللہ تعالیٰ نے مجھ پر اتنا کرم کرلیا ہے) تو کیا میں اسکا شکرگزار بندہ نہ بنوں۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا حق نماز کی ادائیگی کا تصور

سرکار دو عالم مرشد عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کہ میری آنکھوں کی ٹھنڈک نماز میں ہے کا مشاہدہ اور عقیدہ یقینی تب ہوجاتا ہے جب حضرت حذیفہؓ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک دفعہ نماز پڑھنے کا واقعہ بیان کرتے ہوئے گویا ہیں کہ چار رکعتوں میں چار سورتیں سورۃ بقرہ سے لیکر سورۃ مائدہ کے اختتام تک جیسی عادت مبارکہ تھی تجوید و ترتیل سے پڑھیں۔ ہر آیت رحمت پر رک کر اس کے طلب کی دعا کرنا اور عذاب و مشقت کی آیت پڑھتے وقت رک کر اللہ تعالیٰ کی ذات کے ذریعہ عذاب سے پناہ مانگتے اور پھر لمبے لمبے رکوع وسجدوں کا ذکر تو آپ کئی دفعہ خطبات کے دوران سنتے چلے آرہے ہیں۔ اللہ اکبر! تنے خشوع وخضوع اور مشقت برداشت کرنے کے بعد بھی اپنی انکساری اور خاکساری سے بھرپور نماز کی فراغت پر بطور عجز وانکساری و تواضع اپنی

عبادت کومعمولی سمجھ کرروتے ہوئے دعائیں فرماتے **اللھم ما عبد ناک حق عبادتک و عرفناک حق معرفتک** لے اللہ جل جلالہ نہ میں نے آپ کی عبادت کرنے کا جوحق ہے وہ ادا کردیا اور نہ آپ کو پہچاننے کا جوحق ہے وہ ہم سے ادا ہوسکا۔

دنیا کی ہدایت کیلئے رب العالمین نے جونمونہ بھیجا اس کے کردار گفتار اعمال وکسر نفسی کا یہ عالم اور ہم اپنے آپکو محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کے عاشق کہنے والوں کے ذوق عبادت وایمان میں کتنی بڑی خلیج ہے۔ہم اتفاق سے کبھی دو رکعت پڑھ لیتے ہیں جن میں نہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے نماز کی وہ چاشنی عجز وانکساری اور نہ زبان سے جو کچھ پڑھ رہے ہیں دل سے اس کی موافقت تکبر وغور اتنا کہ فوراً اپنے آپکو جنت کے والی اور وارث سمجھ لیتے ہیں جیسے ہم نے اللہ تعالیٰ پر (نعوذ باللہ) بڑا احسان کیا جبکہ اسکے لامتناہی احسانات وانعامات کو بھی ہم اپنا ہی کمال سمجھتے ہیں۔اور ہماری نمازوں میں انہی شرائط وصفات کے نہ ہونے کیوجہ ہے کہ نمازی پر نماز کے جوانوار وبرکات مرتب ہوتے ہیں ہم اُن سے محروم ہیں۔

حضرت ابوطلحہؓ کے خشوع کا انداز

کاش ہم بھی اپنی نمازیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر اپنی جانیں نچھاور کرنے والے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ہمارے لئے اعلیٰ ترین نمونہ ہیں صحابہ کرام کی اتباع کرتے ہوئے پڑھتے۔جلیل القدر صحابی حضرت ابوطلحہؓ اپنے باغ میں نماز پڑھ رہے ہیں درختوں کے درمیان ایک پرندہ باغ سے نکلنے کیلئے راستہ کے تلاش میں ادھر ادھر اُڑنے لگا۔حضرت ابوطلحہؓ کی توجہ نماز کے دوران پرندے اور درختوں کی طرف منتقل ہوئی۔اس معمولی وقت کیلئے نماز میں اپنے خالق ومالک سے توجہ ہٹنے پر اپنا باغ ہی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوکر اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کی خاطر عامتہ المسلمین کیلئے وقف کرکے اسکی ملکیت سے دستبردار ہوگئے۔

تیر لگتے رہے مگر نماز نہ توڑی

صحابہ کے شوق نماز کا اندازہ آپ اس واقعہ سے کرسکتے ہیں جو امام ابوداوٗدؒ اپنے ایک

ترجمۃ الباب کے ضمن میں نقل فرماتے ہیں:

عن جابرؓ قال خرجنا مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یعنی فی غزوۃ ذات الرقاع فاصاب الرجل امراۃ رجل من المسلمین فحلف انی لا انتھی حتی اھریق دماً فی اصحاب محمدفخرج یتبع اثر النبی صلی اللہ علیہ وسلم فنزل النبی صلی اللہ علیہ وسلم منزلاً فقال من رجل یکلؤنا فا نتدب رجل من المھاجرین و رجل من الانصار فقال کو نابفم الشعب قال فلما خرج الرجلان الی فم الشعب اضطجع المھاجری وقام الانصاری یصلی واتی الرجل فلما رأی شخصہ عرف انہ ربیئۃ للقوم فرماہ بسھم فوضعہ فیہ فنزعہ حتی رماہ بثلثۃ اسھم ثم رکع وسجدثم انتبہ صاحبہ فلما عرف انھم قد نذرو انہ ھرب فلما رائی المھاجری مابالا نصاری من الدماء قال سبحان اللہ الا انبھتنی اول مارمٰی قال کنت فی سورۃ اقرء ھا فلم احب ان اقطعھا (ابوداؤد)

''حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ ہم ایک دفعہ غزوہ ذات الرقاع میں نکلے۔ایک آدمی نے کسی کافر کی بیوی کو قتل کر دیا۔مقتولہ کے کافر خاوند نے قسم کی کہ اسوقت تک سکون سے نہ بیٹھوں گا جب تک محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے کسی ساتھی کو شہید نہ کروں۔پس وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے قدموں کی نشانیوں کو دیکھتے ہوئے انکے پیچھے لگ گیا۔پس ایک منزل پر آرام کیلئے اترے فرمایا ہمارا پہرہ کون دے گا ایک مہاجر (جس کا نام عمار بن یاسر تھا) اور ایک انصاری (جس کا نام عباد بن بشر تھا) نے یہ ذمہ داری قبول کی۔حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ گھاٹی کے کنارے چلے جاؤ۔جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مقرر کردہ جگہ چلے گئے۔مہاجر لیٹ گیا اور انصاری صحابی نے کھڑے ہو کر نماز پڑھنا شروع کر دیا۔ایک شخص نے آ کر انکی شناخت کر لی کہ یہ اس قوم کے پہرہ دار ہیں پس اسے ایک تیر مارا جو اسے نماز پڑھتے ہوئے لگا۔انصاری نے تیر نکال دیا۔حتی کہ اس مشرک نے تین تیر مارے۔رکوع سجدہ کرنے کے بعد اس نے اپنے ساتھی کو بتایا۔تیرانداز کو معلوم ہوا کہ وہ خبردار ہو گئے تو بھاگ گیا۔مہاجر صحابی نے جب انصاری کو (خون میں لت پت) دیکھا تو تعجب سے کہا۔آپ نے پہلا تیر لگتے ہی مجھے کیوں نہ بتایا۔انصاری نے کہا میں قرآن کی ایک سورۃ پڑھ

رہا تھا جسے توڑنا میں نے پسند نہ کیا۔

ہم بھی نماز پڑھتے ہیں ایک چھوٹی سی چیونٹی کپڑوں میں داخل ہونے اور بدن پر ایک مکھی بیٹھنے سے تمام بدن میں ہلچل بپا ہو کر دور سے دیکھنے والے کو یہ امتیاز کرنا مشکل ہو جاتا ہے کہ مذکورہ شخص نماز پڑھ رہا ہے یا کھیل کود میں مصروف ہے اور ذکر کردہ واقعہ میں صحابی نماز کے اس حقیقی روح اور لذت سے لطف اندوز ہو رہا ہے کہ دشمن کی طرف سے تیر برسانے اور بدن سے خون کے فوارے چھوٹ جانے پر بھی اپنے محبوب کیساتھ ہم کلامی میں کوئی مصیبت حائل نہیں ہوسکتی۔

خشوع وخضوع کی تکمیل کب ہوگی

صحابہؓ حضور کے ہر عمل اور حکم پر حرف بہ حرف عمل کرنے کیلئے بے چین رہتے ان کو یقین تھا کہ نماز میں خشوع وخضوع کی تکمیل کے بغیر نماز حقیقی عبادت ہی نہیں بلکہ ناقص ہے جیسے کہ آپکا فرمان ہے۔

عن ابن عباسؓ رضی الله تعالیٰ عنهما مثل الصلوة المكتوبه كمثل الميزان من اوفى استوفى (رواه البيهقى)

”حضرت ابن عباسؓ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کررہے ہیں کہ آپ نے ارشاد فرمایا۔ فرض نماز کی مثال ترازو جیسے ہے جو نماز کو پوری طرح ادا کرتا ہے اسے پورا اجر ملتا ہے“

عن عثمان بن ابى دهرشؓ مرسلا (قال) لا يقبل الله من عبد عملاً حتى يحضر قلبه مع يديه (رواه الترغيب)

”حضرت عثمان بن ابی دھرشؓ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کررہے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ بندے کے اس عمل کو قبول فرماتے ہیں جس میں وہ اپنے بدن کیساتھ دل کو بھی متوجہ کررہا ہو“

نماز کا اجر وثواب میں خشوع ملحوظ ہوگا

جس نے نماز لا پرواہی اور غفلت سے پڑھی اسے قیامت کے روز فرض نماز کے تولنے کیلئے جو ترازو ہوگا وہ پورا نہیں بلکہ جس غفلت اور بے توجہی سے پڑھی اس کے مقدار ثواب ملے

گا۔امام ابی داؤد اسی سلسلہ میں ایک طویل روایت لائے ہیں جس کا مفہوم یہ ہے کہ نماز تو کئی لوگ پڑھتے ہیں مگر کسی کے نماز کا ایک تہائی نامہ اعمال میں لکھا جاتا ہے کسی کا چوتھا حصہ کسی کا پانچواں چھٹا کسی کو ساتواں کسی کو آٹھواں کسی کو نواں اور کسی کو دسواں حصہ لکھ دیا جاتا ہے۔نماز کا وہ حصہ جو خشوع کیلئے مانع ہوا اس کا اجر وثواب کاٹ دیا جاتا ہے۔

حضرت علیؓ کا خشوع

حضرت علیؓ کے بارے میں علماء نے لکھا ہے نماز کیلئے کھڑے ہو کر شروع کرنے کا ارادہ کرتے ہی کانپ اٹھتے کسی نے وجہ پوچھی کہ اس وقت آپ کا چہرہ مبارک زرد پڑجاتا ہے فرماتے! اب اس امانت کی ادائیگی کا وقت شروع ہو رہا ہے جس کے تحمل اور اٹھانے سے آسمان' زمین اور پہاڑوں نے معذرت کر لی تھی اور میں اسے اٹھا رہا ہوں۔

ہماری حالت یہ کہ ہم تو نماز اپنے اوپر ایک ایسا بوجھ سمجھتے ہیں جس سے جان چھڑانے کیلئے دو چار منٹ ہی کافی سمجھ کر اپنے پر فریضہ سے عہدہ برآ ہونے کی کوشش کر لیتے ہیں۔خلاصہ یہ کہ ہمیں اپنے نماز کو مؤثر نتیجہ خیز بنانے کیلئے ہر قسم کے وساوس سے احتراز اللہ کو حاضر ناظر سمجھ کر اسکے سامنے کھڑا ہونے اور تمام آداب کی رعایت کو ملحوظ رکھنا ہوگا۔تب ہم خود اور ہماری نماز ہمیں گناہوں سے محفوظ رکھنے میں کارآمد ثابت ہو کر ''والذین هم علی صلوتهم یحافظون '' کامیاب مسلمانوں کی اس صفت میں شامل ہو سکیں گے۔

ترکِ صلوٰۃ کے نقصانات

محترم حضرات پہلے بھی عرض کر چکا ہوں کہ نماز مسلمانوں کا امتیازی شعار اور ایسا دینی نشان ہے، جس میں اسلام کے پانچوں بنیادی ستونوں اور ارکان کی جھلک موجود ہے یہی وجہ ہے کہ اس اہم فرض کو ترک کرنے میں نہ صرف آخرت بلکہ دنیا کے بھی بے شمار نقصانات موجود ہیں اور پابندی سے ادائیگی میں صرف آخرت کی نہیں بلکہ اس حیات مستعار میں لاتعداد فوز وفلاح اطمینان وسکون کے راز موجود ہیں۔ یہ عظیم المرتبت عبادت ہے کہ اسکے خواص زندگی ہی میں ظاہر ہونا

شروع ہوجاتا ہے۔نماز نہ پڑھنے کی تباہ کاریوں میں ایک بہت بڑی بربادی وہ ہے جس کا ذکر انبیاء کے سردار آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خود ارشاد فرمایا۔

عن ابن عباسؓ قال ان رسول الله صلی الله علیه وسلم قال من ترک الصلوة لقی الله وهو علیه غضبان (رواہ البزار)

''ابن عباس رضی اللہ عنہما سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کررہے ہے کہ آپ نے فرمایا جس شخص نے (بلاعذر قصداً) نماز چھوڑی وہ اللہ سے ایسی حالت میں ملے گا کہ اللہ تعالیٰ اس سے سخت ناراض ہونگے''

محترم ساتھیو! اللہ ہم سب کو اپنی ناراضگی سے بچائے جس سے اللہ تعالیٰ ناراض ہوا گر ساری کائنات اس سے راضی ہو پھر کوئی اسے اللہ کے عذاب سے بچانے والا نہیں۔

ایک نماز کے چھوڑنے پر وعید شدید

ایک اور موقع پر رحمت دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

عن نوفل بن معاویه رضی الله عنه ان النبی صلی الله علیه وسلم قال من فاتته الصلوة فکانما وترا هله وماله (رواہ ابن حبان)

''حضرت نوفل بن معاویہؓ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص کی ایک نماز بھی (بلا عذر) فوت ہو۔ وہ ایسا ہے کہ گویا اسکے اہل وعیال، مال ومتاع ہلاک ہوئے۔

نمازی کیلئے پانچ انعامات

استاذی وشیخی والد مکرم حضرت شیخ الحدیث مولانا عبدالحق نوراللہ مرقدہ اپنے مواعظ کے درمیان احادیث کی روشنی میں فرمایا کرتے تھے نمازی کیلئے اللہ تعالیٰ نے پانچ اعزاز وانعام مقرر فرمائے ہیں۔

نمبرا:۔نمازی کا رزق بڑھادیا جاتا ہے۔

نمبر۲:۔عذاب قبر سے محفوظ رہیگا۔

نمبر۳:۔قیامت کے دن اسکا اعمال نامہ اسکے دائیں ہاتھ میں اللہ تعالیٰ دیگا جونجات کی نشانی ہوگی۔

نمبر۴:۔پل صراط پر جوقریباً تین ہزار سال کے سفر کے برابر مسافت ہوگی۔اللہ تعالیٰ اسے برق رفتاری سے گزاردیگا۔

نمبر۵:۔اللہ تعالیٰ اسے بلاحساب جنت میں داخل ہونے والوں میں شامل کردے گا۔

تارکین صلوٰۃ کیلئے وعیدات

تارکین صلوۃ کے بارہ میں احادیث بیان کرتے ہوئے فرماتے

نمبر۱:۔بے نمازی کی عمر میں برکت نہیں ہوتی۔

نمبر۲:۔اسکے رزق میں برکت کے بجائے ہمیشہ تنگی رہتی ہے۔

نمبر۳:۔صالحین اور نیکوکار خوش قسمتوں کے رجسٹر سے اس کا نام کاٹ دیا جاتا ہے۔

نمبر۴:۔نماز نہ پڑھنے والے کے دیگر اعمال صالحہ جن پر یہ عمل پیرا ہو ان پر قبولیت اور اجر مرتب نہیں ہوتا۔

نمبر۶:۔موت کے وقت سخت پیاس میں مبتلا رہتا ہے۔

نمبر۷:۔مرنے کیساتھ ہی قبر آگ سے بھرجاتی ہے۔

نمبر۸:۔قبر اس پر تنگ ہوکر پسلیاں پسلیوں میں داخل ہوجاتی ہیں ایک اژدھا اس پر قبر میں مسلط ہوجاتا ہے۔یہ تو صرف چند انعامات اور سزاؤں کا ذکر ہے۔اگر تفصیلی فوائد ونقصانات ذکر کروں تو اس کیلئے طویل وقت چاہیے۔

رب کائنات مجھے آپ اور تمام امت کو نماز کی پابندی بمعہ جملہ اداب وشرائط کرنے کی توفیق سے نوازے۔آمین

☆☆☆☆☆

اخلاص وللّٰہیت کی برکات اور ثمرات

نحمدهٗ و نصلی ونسلم علی رسوله الکریم امابعد: فاعوذ باللّٰه من الشیطٰن الرجیم بسم اللّٰه الرحمٰن الرحیم وما امروٓا الا لیعبدوا اللّٰه مخلصین له الدین حنفآء ویقیموا الصلوة ویؤتوا الزکوة وذلک دین القیمة(سورة البیّنه)

''اور حکم نہیں دیا گیا مگر یہ کہ عبادت کریں اللہ تعالیٰ کی خالص کر کے اس کے واسطے بندگی ابراہیمؑ کی راہ پر اور قائم کریں نماز اور ادا کریں زکوٰۃ اور یہ مضبوط لوگوں کی راہ ہے''

وقال اللّٰه جل جلاله و ادعوه مخلصین له الدین

''خالص اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو اور اسی کو پکارو''

وعن ابی امامة رضی اللّٰه عنه قال قال رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم ان اللّٰه لایقبل من العمل الاما کان له خالصاً وابتغی به وجهه. (رواه النسائی)

''حضرت ابوامامہؓ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آقائے نامدار صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: نیک اعمال میں سے اللہ تعالیٰ صرف اس عمل کو قبول کرتے ہیں جو صرف اللہ تعالیٰ کے رضا اور خوشنودی کے لئے ادا کئے جائیں''

عقیدۂ توحید

محترم حاضرین! عقلی ونقلی دلائل کی رو سے یہ بات مسلم ہے، کہ اس ساری کائنات کو وجود میں لانے والا ایک ہی ہے جو کہ رب العالمین اللہ تعالیٰ ہیں' یہی وجہ ہے کہ انسان تب مسلمان ہوگا جب کہ اس کے باطن وظاہر پر یہ عقیدہ راسخ ہو کہ اس کا پیدا کرنے والا' پالنے والا اور خیر وشر کا مالک' دینے اور لینے والا ایک ہے جس کے ساتھ ان کمالات وصفات میں کوئی شریک نہیں' ہم اس کے محتاج ہیں وہ کسی کا محتاج نہیں۔عزت وذلت دنیا اس کے قبضہ قدرت میں ہے۔ کسی کو ذلت ورسوائی کے اندھے گڑھے میں پہنچانا چاہے دنیا کی کوئی بڑی سے بڑی طاقت اسے بربادی سے نہیں بچاسکتی۔ کسی کو عزت کا مرتبہ دینا چاہے' دنیا کی تمام قوتیں یکجا ہو کر اس فرد کا کچھ بگاڑ نہیں سکتیں۔ انسان دنیا کی بے شمار نعمتوں سے جو استفادہ کر رہا ہے یہ تمام مخلوق اسی کے دسترخوان کے خوشہ چین ہے۔ زندگی اور موت اس کے ہاتھ میں ہے۔ اس کی مقرر کردہ زندگی سے ایک منٹ زیادہ نہ کوئی جی سکتا ہے نہ مقررہ وقت سے ایک لمحہ آگے پیچھے موت واقع ہوسکتی ہے۔

مقاصد تخلیق کی تکمیل

جب سب کچھ اسی کا ہے اور اسی کے حکم پر ایک مخصوص اور مربوط نظام سارا کارخانہء عالم رواں دواں ہے تو پھر عقل سلیم رکھنے والے کے لئے تو عقل وعرف کا تقاضا یہی ہے کہ اس ذات کے ساتھ کسی اور کو شریک نہ مانا جائے۔ کلام اللہ اور ارشادات نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں شرک کی جس شدومد سے مذمت کی گئی' قسم قسم کے دلائل اور وحدانیت رب کی عظمت واہمیت کے لئے وہ عجیب وغریب انداز اختیار کئے گئے' علم وحکمت کے وہ اسرار ورموز اور موتی کسی اور کے کلام میں موجود نہیں۔ دنیا کی تمام حوائج وضروریات کو پورا کرنے کا وعدہ جس ذات نے فرمایا اس نے انسان کے ذمہ صرف اور صرف اپنی عبادت کی ڈیوٹی سپرد کی۔ اب انسان پر لازم ہے کہ اس کی پیدائش کا جو مقصد ہے اسے صحیح اور مکمل طریقہ سے سرانجام دے۔

عبادات میں اخلاص کی ایک تمثیل

ایسی عبادت کی جائے جو ابتداء سے انتہاء تک اخلاص کا مجموعہ ہو۔ اللہ تعالیٰ ایسی عبادت کو قبول ہی نہیں کرتا جو ظاہر میں تو اچھی معلوم ہو اور اخلاص وقلبی توجہ سے خالی ہو۔ اگر کوئی مسلمان نماز، روزہ، زکوٰۃ، حج و دیگر اعمال صالحہ ریا اور دکھاوے یا کسی اور ناجائز غرض کے لئے کر رہا ہے تو اللہ تعالیٰ کے ہاں ان اعمال کا کوئی درجہ اور قدر و قیمت نہیں۔ معلوم ہوا عبادات کی صحت و فساد کا دارومدار اخلاص یعنی تصحیح نیت پر ہے اور خالص اس چیز کو کہتے ہیں جس میں اس شی کے علاوہ کسی اور چیز کو نہ ملایا جائے۔ ہم اگر بازار میں خریداری کرنے جاتے ہیں تو خریدنے والی اشیاء کو انتہائی غور سے ٹٹولنے کی کوشش کرتے ہیں کہ یہ چیز دو نمبر اور اس میں کسی اور چیز کی آمیزش تو نہیں۔ بالکل خالص ہے یا وزن اور زیادہ منافع کمانے کے لئے ناقص اشیاء تو شامل نہیں۔ بدقسمتی سے اب ایسا وقت آیا ہے کہ ہر فرد اپنے ہی مسلمان بھائی کو لوٹنے کے لئے کھانے پینے کے سامان میں بھی کئی ناقص، مضرِ صحت، ہلاکت کے سبب بننے والے مواد کو شامل کرنے میں خوفِ خدا، مخلوقِ خدا کیساتھ بے ایمانی کے تصور کرنے سے بھی محروم ہو گیا۔ لیکن جب بھی خریدار کو علم ہو کہ فلاں شخص نے مجھے خالص سودا کے بجائے جعلی اور آمیزش والا سودا دیا ہے۔ دکاندار سے نہ صرف گلہ کرے گا بلکہ خریدی ہوئی شئی کو بھی ناقابل استعمال اور ضرررساں اشیاء کی طرح کچرے کے ڈھیر میں شامل کر دیتا ہے۔ یہی صورتحال عبادات میں اخلاص کی ہے، ہر عمل اور کارِ خیر کیلئے اخلاص کی حیثیت روح کی ہے۔ دنیا میں جتنے اللہ تعالیٰ کے محبوب اشخاص، نامور ہستیاں گزری ہیں۔ دنیا سے رخصت ہونے کے بعد بھی ان کے نام سورج، چاند، ستاروں کی طرح روشن اور زندہ و تابندہ ہیں۔ ان کی زندگیوں کے مطالعہ، تتبع اور تحقیق سے ثابت ہو جاتا ہے کہ ان کے ان بلند مقام حاصل کرنے میں زیادہ عمل دخل انکے اخلاص کا ہے، اخلاص وہ اعلیٰ ترین صفت ہے جو انسان اور اس کے عمل کو دوام بخشتا ہے۔

مخلصانہ کردار کی تابندہ مثال

زمانہ قریب کی ایک مثال ہے کہ ہندوستان کے ایک چھوٹے قصبہ دیوبند میں ایک استاداورایک شاگرد نے اخلاص سے علوم دینیہ کی بنیاد رکھ دی، ان کے اخلاص بھرے عمل کو اللہ تعالیٰ نے دوام بخشا، کہ آج چاردانگ عالم میں اس شجر طوبیٰ کے باغ و بہار ہرطرف لہلہاتے نظر آرہے ہیں۔اس علمی وروحانی مرکز علمی کی شعاعوں سے اسلامی دنیا منور ہوکر دارالعلوم دیوبند حق و صداقت کی علامت بن چکی ہے۔

اخلاص کے ثمرات

بہرحال ذکر اخلاص ونیت کا ہورہا تھا نیک اعمال کے مقبولیت اوررد ہونے کا سارا انحصار نیت پر ہے کہ آیا یہ عمل اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے ہے یا لوگوں کو دکھانے کیلئے ہے اگر عمل کرتے وقت نیت یہ ہو کہ لوگ اسے عابدوزاہداور بزرگ سمجھیں یہ مقصدتو اس دنیا میں حاصل ہو جائیگا کہ لوگ اسے متقی و پرہیزگار سمجھیں اوراگر نیت اللہ تعالیٰ کی رضااوراس کے حکم کی اطاعت ہوتو قیامت کے بعد جونہ ختم ہونے والی زندگی ہے یہی اخلاص نیت وہاں کارگر ثابت ہوکر جنت بھی حیات جاودانی کے حصول کا ذریعہ بن جائے گا۔ارشادربانی ہے:

ومن یرد ثواب الدنیا نؤتہ منہا ومن یرد ثواب الأخرۃ نؤتہ منہا وسنجزی الشاکرین، (سورہ آل عمران)

"جوشخص اپنے عمل کا بدلہ دنیا میں چاہے گا یہیں اس کا بدلہ مل جائے گا (آخرت میں محروم ہوگا) اور جوشخص اپنے (نیک) عمل کا اجرآخرت میں حاصل ہونے کا طلب گار ہوتو اسے آخرت میں ثواب ملے گااورہم بہت جلد شکر یہ ادا کرنے والوں کو بدلہ دیں گے"

انبیاء کرام کا اخلاص

یادرہے جس شخص نے عمل اخلاص نیت کے بغیر کیا اسے اس کی نیت کے مطابق بدلہ صرف دنیا میں مل جائے گا۔اورنیت خالص رکھنے والے جس نے نیکی خلوص قلب سے اللہ تعالیٰ کے خوشنودی کیلئے کی ہو، اللہ تعالیٰ جو بے حدکریم ورحیم ہے اس عمل کا بدلہ آخرت میں تو انشاء اللہ

ضرور دے گا دنیا میں بھی اس بندہ کو اسکے بدلہ مزید کرم وانعام سے نوازیگا۔قرآن کریم انبیاء علیہم الصلوٰت وتسلیمات کے واقعات، اپنے قوموں کو دعوتِ تبلیغ ان کے جوابات اور پھران کے انبیاء کے ساتھ سلوک سے بھرا پڑا ہے۔ ہر نبی نے اپنی قوم کو راہِ راست پرلانے کیلئے جو دعوت دی وہ کسی غرض اور لالچ یا دنیوی فوائد کیلئے نہ تھی بلکہ ہر ایک کا نعرہ تھا کہ **مآ أسئلکم علیه من أجرٍ إن أجری إلا علی رب العالمین** (الشعراء)" میں اس تبلیغ کے بدلے آپ سے کوئی عوض لینے کا طلب گار نہیں بلکہ اس کا بدلہ مجھے اپنے (مالک) رب العالمین نے مجھے دینا ہے"

امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کا اخلاص

سرکار دو عالم سید الرسل صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی آپ کے سامنے ہے، صراط مستقیم سے بھٹکے ہوئے لوگوں کو راہِ نجات پرلانے کیلئے کتنے مصائب اور مشکلات سے دوچار ہوئے، اگر ان کی یہ تگ ودو اور محنت کسی دنیوی لالچ اور غرض کیلئے ہوتی تو کفار نے تو سونے کے ڈھیر، حسین تر عورت سے شادی کروانے اور ملک کی بادشاہت وغیرہ دینے کے پیشکش کی تھی، چونکہ ان کی تمام مساعی اللہ تعالیٰ کے حکم کی بجاآوری اور مالک کی خوشنودی کیلئے تھیں۔اسی نیک اور اخلاص کے پیش نظر کفار کے کسی جال اور فریب میں نہ آسکے، اپنے اس عظیم مقصد کے مقابلہ میں فانی دنیا کے تمام فوائد کو حقارت سے ٹھکرا کر سابقہ انبیاءؑ کے اسی نعرہ کی تائید فرمائی کہ اصلاح امت کی ساری جدوجہد کا مقصد ایک ہی ہے کہ ایسا راستہ اختیار کیا جاوے جو دل کے گہرائیوں سے خالص اللہ تعالیٰ کیلئے ہو اور اجر کے بھی اسی سے حاصل کرنے کے متمنی ہو۔

عمل شرک سے برأت کا اعلان

اپنے کسی عمل میں اللہ کے ساتھ دوسرے کو شریک کرنے والا ایسا ہے جو اللہ کے ساتھ اس کے حاکمیت اور خدائی میں بھی دوسرے کو شریک کررہا ہے یہ ایسا بدترین عمل ہے جس کا خمیازہ دنیا اور آخرت دونوں میں بھگتنا ہوگا۔

ختم الرسل صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے

عن أبی هریرۃؓ قال قال رسول اللّٰہ صلی اللہ علیہ وسلم أنا أغنیٰ الشرکاء عن الشرک من عمل عملاً أشرک فیہ معی غیری ترکتہ وشرکہٗ وفی روایۃ فانا منہ بریٔ ھو للذی عملہٗ(رواہ مسلم)

''حضرت ابوہریرہؓ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: اوراللہ تعالیٰ فرماتا ہے میں شرک کے سلسلہ میں تمام شرکاء سے بہت زیادہ بے نیاز ہوں(یعنی میں کسی کامحتاج نہیں کسی سے شراکت احتیاج کی وجہ سے ہوتی ہے کسی کواجازت نہیں کہ میرا بندہ میرے ساتھ کسی کوشریک ٹھہرائے)جوشخص کوئی ایسا عمل کرے جس میں میرے ساتھ کسی دوسرے کوبھی شریک کرلے میں اس شخص کوشرک کے ساتھ مسترد کردیتا ہوں''

اورایک اورروایت میں جوالفاظ ہیں وہ اسطرح ہیں(کہ جومیرے ساتھ کسی عمل میں دوسرے کوشریک بنانے کی کوشش کرے)میں اس شخص اوراسکے عمل سے بری ہوں اوراس عمل کرنے والے کاعمل صرف اس کیلئے ہے جس کیواسطےاس نے وہ کارِخیر کیا۔

ریاکاری کی مضرتیں

اتنی سخت وعید کے بعد بھی آج ہماری حالت ایسی ہے کہ اگر کبھی کوئی نیک عمل کرنے کا ارادہ بھی کرتے ہیں تو خواہش ہوتی ہے کہ اسکی خوب تشہیر ہو کبھی تہجد پڑھنے کا موقع اتفاق سے مل جائے، کہیں کسی مدرسہ، مسجد یا کسی مفلس ونادار کے ساتھ تعاون کا موقع ہاتھ آئے تو خواہش ہوتی ہے کہ ریڈیو، ٹی وی اوراخبارات وغیرہ میں تصویراورشہرت کا موقع ہاتھ سے نہ جائے، لوگوں میں دینداری، غریب پروری کا چرچا ہو، تشہیر کی یہ شیطانی خواہش اس حد تک پہنچ جاتی ہے کہ کئی نیکی کرنے کے دعویدار اپنے برائے نام کارخیر کومشروط کردیتے ہیں کہ اس رفاہی اورتعمیری کام پر میرے نام کا کتبہ ضرور نصب کیا جائے۔افسوس ایسے عمل پر بھی ہم رب العالمین سے اجروصلہ حاصل کرنے کے اپنے کوحقدار سمجھتے ہیں۔جبکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک ارشاد کا خلاصہ یہ ہے کہ قیامت کے دن لوگوں کوان کے نیتوں کے مطابق اٹھایا جائے گا ہرعمل والے کے ساتھ اسکی

جزاءوسزا کا معاملہ اس کے نیت کے مطابق ہوگا۔

ریا کاری کا مذموم کردار

اس سے بڑھ کر احسان فراموشی، خودغرضی کیا ہوگی کہ جس احکم الحاکمین نے پیدا کیا ایک ایک بال اور بدن کا رگ وریشہ اسی کی انعامات کی مرھون منت ہے صرف اسی کی عبادت کرنے کی بجائے دین وعبادت کا لبادہ اوڑھ کر دنیا کمانے کی خاطر ظاہری اعمال واخلاق سے دنیاوالوں کودھوکہ دیا جائے۔ارشادنبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے:

وعن ابی ھریرةؓ قال قال رسول اللّٰہ صلی اللہ علیہ وسلم یخرج فی آخر الزمان رجال یختلّون الدنیا بالدین یلبسون للناس جلودا لضّأن من اللّین السنتھم أحلیٰ من السّکر وقلوبھم قلوب الذیاب یقول اللّٰہ أبی یغترون أم علیّ یجترء ون حلفت لابعثن علی أولئک منھم فتنة تدع الحکیم فیھم حیران (رواہ ترمذی)

''حضرت ابو ہریرہؓ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا آخری زمانہ میں ایسے لوگ پیدا ہوں گے جو دینی وشرعی اعمال کو دنیا کمانے کا ذریعہ بنائیں گے (لوگوں) کی خوشنودی اوران کو اپنے کو متقی وپرہیز گار ظاہر کرنے کیلئے) دنبوں کی کھال کا لباس زیب تن کریں گے ان کی زبانیں شکر سے زیادہ میٹھی اوران کے دل بھیڑیوں کے دل کی طرح (خونخوار) ہوں گے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں (یہ لوگ لوگوں کوفریب اوردھوکہ میں مبتلا کرکے) کیا یہ لوگ میرے طرف سے ان برے اعمال کے سبب سے فوری عذاب نہ دینے کے وجہ سے غرور اورفریب میں مبتلا ہیں، حتیٰ کہ میرے عذاب سے بھی نہ ڈرنے کی جرأت کررہے ہیں یا اس خام خیالی میں مبتلا ہیں کہ ان کے برے کاموں میں میں بھی ان کا مددگار ہوں پس میں اپنی ذات پرقسم کھا کر کہتا ہوں کہ یقیناً میں ان پر انہی میں سے ایسا فتنہ،عذاب مسلط کروں گا اوروہ فتنے اورمصائب ایسے ہوں گے کہ ان سے محفوظ رہنے کیلئے بڑے سے بڑے دانشور،عقل منداوردانا بھی حیران وپریشان ہوں گے''

خلاصہ یہ کہ وہ لوگ ظاہری اعمال صالحہ کے پابند، زہد وتقویٰ کے مجسمے نظر آئیں گے، سارے تکلف وتصنّع کی بنیاد ریا پر قائم ہوگی مطلوب ومقصود مخلوق کی رضا اور ان کو جاہل بنا کر ان سے دنیاوی فوائد حاصل کرنا ہوتا ہے۔ رب کائنات ایسے ریاکاروں پر دنیا میں بھی ایسا عذاب اور اشخاص مختلف شکلوں میں مسلط فرمادیتے ہیں کہ ان کی ریاکاری اور اس کے ذریعہ حاصل کرنے والے فوائد ان کے لئے تباہ کن حالات پیدا کرنے کا ذریعہ بن جاتے ہیں، یہ الگ بات ہے کہ رب العالمین انسانوں کی طرح نہ جلد باز ہیں اور نہ اسکے فیصلے جلد بازوں کی طرح ہوتے ہیں اسکے ہاں دیر ہے اندھیر نہیں مگر جب گرفت فرماتے ہیں پھر اس سے بچانے والا کوئی نہیں ہوتا۔

نجات صرف عمل سے نہیں ہوگی بلکہ وہ عمل جس میں اخلاص وللّٰہیت ہو وہی عمل قابلِ اعتبار اور اسی پر نجات کا مدار ہے اگر کسی عمل کی ظاہری صورت بہت خوبصورت اور بادی النظر قبولیت کی صلاحیت رکھنے کا بھی یقین ہو مگر خلوص سے خالی ہو اس میں تباہی اور بربادی کے علاوہ کچھ نہیں آپ کو معلوم ہے کہ دین میں علم وسخاوت اور شہادت وہ اوصاف حمیدہ ہیں کہ قرآن و حدیث میں یہ صفات جن حضرات میں ہوں ان کے لئے بڑے بڑے اجور اور درجات کی خوشخبریاں موجود ہیں، اگر یہ اعلیٰ اعمال بھی خلوص وللّٰہیت سے خالی ہوں صرف لوگوں کے دکھاوے اپنی شہرت اور ریا کے طور پر کی جائیں تو ان اعمال سے نجات کا تصور بھی ناممکن ہے بلکہ ایسے اعمال ان کو جہنم میں پہنچانے کا ذریعہ بن جائیں گے۔

ریاکار عالم وشہید کا انجام

حضرت ابوھریرہؓ نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک طویل حدیث میں ان تینوں کے بدترین انجام کا ذکر کرتے ہوئے کہا جس کا مفہوم وخلاصہ یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کہ روز قیامت ایک شہید اللہ رب العزت کے سامنے پیش کیا جائے گا اور اللہ جل جلالہٗ اس کے سامنے اپنے انعامات کا ذکر کرتے ہوئے یہ شہید بھی انعامات کے حاصل کرنے کا اقرار کرے گا، رب العالمین پوچھیں گے کہ آپ نے ان نعمتوں کے عوض کیا بدلہ دیا، شہید جواباً کہہ دے گا۔ میں آپ کی رضا کیلئے جہاد

کر کے شہادت سے سرفراز ہوا، رب العالمین فرمائیں گے، اس دعویٰ میں جھوٹے ہو تم نے قتال میرے حکم پر عمل کرتے ہوئے نہیں کیا بلکہ تمہاری مقصد صرف یہ تھی کہ لوگ کہہ دیں کہ فلاں بڑا بہادر اور پہلوان ہے۔حدیث میں الفاظ ہیں "فـقـد قیـل" اور تمہاری بہادری کا لوگوں نے اعتراف کر لیا یعنی تم نے جس دنیاوی غرض کیلئے جنگ کی وہ تمہیں حاصل ہوا۔ میرے پاس تمہارے لئے جہنم کے سوا کچھ نہیں، پھر اللہ جل جلالہ اس کو جہنم میں ڈالنے کا حکم فرمائیں گے فرشتے اس کو الٹا گھسیٹ کر جہنم میں ڈالدیں گے۔

اللہ تعالیٰ کے حضور پیش ہونے والا دوسرا شخص عالم دین ہوگا، علم حاصل کرنے کے کئی مراحل طے کر کے معاشرہ میں ایک ممتاز عالم کی حیثیت سے نام پیدا کیا، صرف علم حاصل کرنے پر قناعت نہ کی بلکہ قرآن وحدیث کے درس وتدریس کا سلسلہ جاری رکھ کر اور لوگوں کو بھی قرآن وعلوم دینیہ پڑھائے اسے بھی پہلے والے معاملے کا سامنا کرنا پڑیگا، رب العالمین اپنے نعمتوں کا ذکر اور اس عالم کے اقرار کے بعد وہی سوال ہوگا کہ لاتعداد نعمتوں کا شکریہ اور استعمال کیلئے تم نے کون سا راستہ اختیار کیا۔ یہ شخص جواب میں اللہ تعالیٰ کے رضا کیلئے علم، اس راستہ میں مشکلات برداشت کرنا اور پھر علم پھیلانے جیسے دعوے کرے گا، احکم الحاکمین اسے جھوٹا قرار دے کر اس کے دعویٰ کو رد کریں گے کہ تو نے میری رضا کیلئے نہیں بلکہ علم اس لئے حاصل کیا اس کے واسطے محنت اور تکالیف برداشت کئے کہ تمہیں معاشرہ کے لوگ بڑا عالم کہیں اور اس نام کی وجہ سے تمہیں لوگوں کے درمیان امتیازی مقام ملنے کی بعد شہرت حاصل کر سکے اور وہ مقصد تمہیں حاصل ہوا۔اس کا خاتمہ بھی پہلے شخص کی طرح ہوگا کہ مالک الملک کے حکم سے فرشتے الٹے منہ گھسیٹ کر اسے جہنم کا ایندھن بنادیں گے۔ ہمارے لئے عبرت کا مقام ہے کہ علم جیسا عظیم عمل جسکی وجہ سے آدم علیہ السلام کو خلافت ارضی جیسے منصب جلیلہ سے نوازا گیا، وحی کی ابتداء علم حاصل کرنے کے حکم سے کی گئی اگر اس کے حصول اور پھیلانے میں اللہ تعالیٰ کی رضا نہ ہو شہرت پسندی اور دکھلاوا ہو آخرت میں وہی علم کارآمد نہیں بلکہ تباہی اور وبال کا ذریعہ ہے۔

ریاکار سخی کا انجام

تیسرے قسم کے لوگوں میں مالدار اللہ رب العزت کے سامنے پیش ہو کر مالدار سے

وہی سوالات کہ میں نے تمہیں کروڑوں ،لاکھوں سے نوازا،محلات،باغات اور بے شمار سیم وزر دیئے تم نے ہمارے لئے کیا کیا؟ وہ جواب میں اپنے صدقات وخیرات اور یتامیٰ ومساکین کی اعانت کا ذکر کریں گے کہ یا اللہ یہ سب کچھ آپ کی خوشنودی کیلئے کیا۔اللہ رب العزت اس کے دعویٰ کو غلط قرار دے کر فرمائیں گے میرے رضا کیلئے یہ اعمال نہیں کئے ''ولکنک فعلت لیقال ھو جواد ''یعنی اسلئے کئے کہ دنیا میں تمہاری شہرت ہو کہ فلاں بڑا سخی ہے اور پھر اسے بھی جہنم کا حصہ بنانے کا حکم دیا جائیگا۔

یہ تینوں عمل آپ حضرات کو معلوم ہیں کہ کتنے بڑے طاعات میں گنے جاتے ہیں مگر جب خلوص نیت نہ ہو تو انہی کی وجہ سے دخول جہنم ہوا۔

محترم سامعین! اب ان تین اعمال کی بجائے ایسے نیک اعمال کہ عنداللہ تو وہ بھی رضائے الٰہی کا بہترین وسیلہ بن سکتے ہیں مگر عام طور پر لوگوں کے خیال میں وہ معمولی عمل ہیں چھوٹے طاعات میں شمار کئے جاتے ہیں۔ویسے شکل وعمل کے اعتبار سے بھی چھوٹے ہیں اگر یہی اعمال خلوص سے ہوں تو آخرت میں تو یقیناً نجات کی صورت اختیار کر جائیں گے دنیا میں بھی اگر ان اعمال کو وسیلہ بنا کر اللہ تعالیٰ سے اپنی حاجت پورے کرنے کا سوال کیا جائے تو یہاں بھی خطرناک ترین مصائب وپریشانیوں میں اللہ تعالیٰ سرخروئی اور کامیابی سے مالا مال فرمادیتے ہیں جیسا کہ

اصحاب غار کا قصہ اور اخلاص کی برکات

عبداللہ ابن عمرؓ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک واقعہ نقل کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ امم سابقہ کے تین افراد صحرانوردی کرتے ہوئے آبادی سے دور چلے گئے رات اور اندھیرے کی وجہ سے اپنے ٹھکانوں کو واپس نہ جاسکے۔پناہ اور رات گزارنے کی خاطر غار میں گھس گئے، اچانک پہاڑی سے کئی منوں ٹنوں پر مشتمل ایک چٹان پہاڑ سے کھسک کر غار کے منہ پر آکر رک گیا،غار کا منہ بالکل بند ہوا آکسیجن کا داخل ہونا بھی ممکن نہ رہا،باوجود کوشش کے چٹان کو غار کے منہ سے ہٹانا بھی ان کیلئے ناممکن تھا،اب ان کو یقین ہوا کہ تینوں کی موت واقع ہونے والی ہے،راہ نجات کیلئے تدبیریں

نکالنے کیواسطے تینوں سر جوڑ کر سوچنے لگے،ان میں سے ایک نے کہا کہ ہم تو اسکے ہٹانے سے عاجز ہیں کھاناوغیرہ بھی ختم ہونے کو ہے اب ایک تجویز ہےاس پر عمل کرنے سے ممکن ہے موت کےاس غار سے زندہ بچ نکلنے کا راستہ نکل آئے، وہ یہ کہ اگر ہم سے ہر ایک نے کوئی ایسا عمل اور نیکی کی ہو جو خالص اللہ کی رضا اور خوشنودی کیلئے ہو۔ یہی عمل اللہ تعالیٰ کے حضور واسطہ بنا کر اس سے نکلنے کی دعا کیجائے اس رائے سے تینوں نے اتفاق کیا۔ایک نے اللہ تعالیٰ کے حضور دستِ سوال پھیلا کر کہا، یااللہ! فقر وافلاس کا دور تھا میری صرف ایک بکری تھی، دن بھر بکری چرا کر رات کو دودھ دوھنے کے بعد بیوی بچوں کے بجائے سب سے پہلے اپنی ماں کو دودھ پلاتا، اس کے علاوہ کھانے کیلئے کچھ نہ تھا اللہ تعالیٰ ورسول کے حکم کے مطابق کہ ماں کا حق مقدم ہے یہی میرا معمول رہا، ایک دن بکری چرانے کیلئے دور جانا پڑا، دیر سے آکر دیکھا ماں سوئی ہوئی تھی، بیوی اور بچی بھی بھوک سے بلک رہے تھے مگر میں نے ماں کا درجہ مقدم ہونے کی وجہ سے والدہ کے سرہانے دودھ کا پیالہ لیکر کھڑا رہا، اسے اٹھا کر بے آرام کرنا بھی مناسب نہ سمجھا، اس دوران بچے بھوک کیوجہ سے مسلسل روتے رہے مگر میں نے ان کی طرف توجہ نہ دی۔ آدھی رات کو ماں بیدار ہوئی، اس نے دودھ پی کر مجھے خوب دُعائیں دیں جو دودھ بچا بچوں اور بیوی کو پلایا یا اللہ! یہ عمل میں نے تیری رضا کیلئے کیا اگر میرا یہ اخلاص آپ کو مقبول ہو تو اس پریشانی سے نجات دیدے۔ دعا کرتے ہی مقبولیت ہوئی چٹان کا ایک تہائی غار کے منہ سے ہٹ گیا۔

دوسرا شخص دعا کرنے کیلئے اٹھا یا اللہ! میں ایک مسکین ونادار شخص تھا ایک دفعہ میں نے اپنے چچازاد کے بیٹی جو انتہائی حسین تھی کو دیکھ کر اس کے عشق میں دیوانہ ہوا وہ مالدار اور میں غریب گھرانے سے تھا، نکاح کرنا ناممکن تھا میں نے تخلیہ میں اسکے پاس جا کر شوق عشق میں زنا کرنے کا عرض کردیا، اس نے ایک بہت بڑے رقم کی عوض زنا کرنے کا مطالبہ منظور کیا شاید اسے یقین تھا کہ مجھ جیسے غریب شخص کیلئے اتنے بڑے رقم کا پیدا کرنا محال ہے میں نے دن رات ایک کرکے مطلوبہ رقم حاصل کرکے شرط پوری کردی۔ بدعملی کیلئے ہم دونوں تیار ہوئے، کہ لڑکی نے آواز دی "**لاأحل لک ان تفض الخاتم إلا بحقه**" یعنی میں تمہارے لئے اس بات کو حلال نہیں سمجھتی

کہ تم اس مُہر (بکارت) کو بغیر اسکے کہ تمہارا حق نہیں توڑ دو، یہ سنتے ہی میں نے اپنے حرام ارادہ کو ترک کر دیا میں اس سے جدا ہوا یا اللہ! اگر میں نے باوجود بے پناہ محبت کے یہ کار بد آپ کی رضا کیلئے کیا تھا تو ہم کو اس مشکل سے آزاد فرما۔ دعا قبول ہوئی بھاری پتھر اپنی جگہ سے مزید سرک گیا اگر چہ باہر نکلنا ہمارے لئے اب بھی مشکل تھا مگر دو تہائی حصہ پتھر ہٹ گیا۔

تیسرا شخص دعا کیلئے ہاتھ اٹھا کر گویا ہوا، اے میرے مولیٰ! کچھ مزدور میرے ساتھ کام پر لگ گئے شام کے وقت سب کو اپنی اپنی مزدوری ادا کر دی صرف ایک مزدور اپنی مزدوری لئے بغیر چلا گیا میں نے اسکی رقم کو امانت سمجھ کر کاروبار میں صرف کر دیا۔ اس کا منافع اور پھر اور اس پر مزید تجارت اتنی بڑھ گئی کہ اسکی ایک دن کی مزدوری لاکھوں درھم اور سینکڑوں اونٹ بیل، اور بھیڑ بکریوں کے ریوڑ میں تبدیل ہو کر اس کیلئے محفوظ رکھتا رہا اچانک ایک دن کافی عرصے بعد آ کر مجھ سے اپنی ایک دن کی مزدوری کا مطالبہ کیا میں نے اس کو اس ایک دن کی مزدوری سے حاصل کردہ مال و دولت بمعہ بے شمار جانوروں کے پیش کئے۔ اس نے کہا یا عبداللہ تستھزأ بی اللہ تعالیٰ کے بندے مجھ سے مذاق کرتا ہے میرے آپ کے ذمہ ایک دو درہم قرض ہے میں نے کہا مذاق نہیں کر رہا بلکہ اس کے مال کو تجارت میں خرچ کرنے اور پھر منافع کے بڑھنے کا قصہ سنایا۔ یہ سننے کے بعد وہ تمام مال لے گیا یا اللہ! اگر میں نے یہ دیانت داری آپ کے حکم اور رضا کی خاطر کی تو جس مصیبت میں ہم گرفتار ہیں اس سے نجات دے دیں، اخلاص سے کی گئی دعا اور عمل کی بدولت چٹان کا باقی حصہ بھی غار کے منہ سے ہٹ کر نکلنے کا راستہ پورا کھل کر ہم صحیح وسلامت باہر نکل آئے۔

ان دونوں واقعات کے موازنہ سے معلوم ہوتا ہے کہ بڑے سے بڑا عمل جس میں غرور تکبر، نمائش، تشہیر وریا کی نیت ہو وہ عمل کرنے والے کو عذاب جہنم میں مبتلا کر دیتا ہے اور چھوٹا عمل جو اللہ کی خاطر ہو وہ جنت الفردوس کے مدارج عالیہ پر پہنچا دیتا ہے۔

رب کائنات مجھے اور آپ سب کو ہر عمل میں خلوصِ نیت کی نعمت سے مالا مال فرما دیں۔ آمین

زبان کی حفاظت

اورلہوولہب سے احتراز

نحمدہٗ و نصلی ونسلم علیٰ رسوله الکریم اما بعد: فاعوذ با الله من الشیطٰن الرجیم بسم الله الرحمن الرحیم والذین لا یشهدون الزوروا‌ذا مروا باللغو مروا کراما (سورۃ فرقان)

''(رب العزت مختلف مقامات پر صالح مومن کے اوصاف کے ضمن میں فرماتے ہیں)اوروہ فضول بے ہودہ باتوں میں شامل نہیں ہوتے اور اگر (بلا قصد و ارادہ) ان کا گزران فضول اور لایعنی مجالس کے قریب سے ہو تو سنجیدگی متانت کے ساتھ گزر جاتے ہیں''

وعن ابی هریرۃؓ رضی الله عنه قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم من حسن اسلام المرء ترک مالا یعنیه (رواہ الترمذی)

''حضرت ابو ہریرہؓ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کر رہے ہیں آدمی کے اسلام کی خوبی اور حسن یہ ہے، کہ وہ فضول اعمال اور اقوال کو ترک کردے''

اللہ تعالیٰ کی بے شمار نعمتوں کی قدر

محترم حضرات! اللہ تعالیٰ کے بے شمار انعامات میں عمر ایک ایسی عظیم نعمت ہے کہ اس

نعمت کے ایک ایک لمحہ و سانس کی نہ کوئی بولی میں قیمت مقرر کر سکتا ہے، نہ دنیا کے بڑے بڑے دولت کے انباروں سے خریدا جا سکتا ہے، اس نعمت کو صحیح مصرف میں لگا کر اس کے بدلے جنت جیسی عظیم اور نہ ختم ہونے والی نعمت خریدی جا سکتی ہے۔ وہاں جو کچھ موجود ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کے مطابق نہ کبھی دنیا میں انسانی آنکھوں نے ان کا مشاہدہ کیا ہے اور نہ ان کانوں نے ان نعمتوں کے حسن و جمال کے بارہ میں سنا ہوگا اور نہ دل میں انکا خیال و تصور ممکن ہے۔ دنیا اور عمر کے قیمتی اوقات کو فضول اور بیہودہ باتوں میں ضائع کرنے والا جنت کے بے مثال اشیاء و اکرامات کو دیکھ کر از راہِ حسرت کہے گا! کاش مجھے دنیا میں واپس لوٹایا جائے کہ زندگی کے ایک ایک منٹ کو رب کے طاعت میں خرچ کر کے آخرت کے انعامات سے میں بھی لطف اندوز ہو سکوں۔ مگر یہ حسرت اور خواہش صرف آرزو ہی رہے گی۔ اب دوبارہ دنیا کو جانا محال و ناممکن ہے۔ یہ محرومی اور تباہی اس کا اپنا کیا دھرا ہے کہ اس نے دنیا جو دار العمل ہے اسکی ناپائیدار لذتوں کو اپنے شیطانی ہوس کی پیروی کرتے ہوئے اُخروی انعامات جو غیر فانی ہیں پر ترجیح دی۔ عبادات کا اصل موقع تو جوانی ہے، بڑھاپے میں تو پھر بتدریج اعضاء بیکار ہو کر جواب دینا شروع کر دیتے ہیں۔ جوانی میں جو انسان شیطان کے جال میں پھنس کر کہتا ہے جوانی تو دیوانگی، عیاشی اور خرمستی کا دور ہوتا ہے۔ جو کچھ خرافات اور گناہ کرنے ہیں، اب صحیح وقت ہے۔ بڑھاپے میں سب گناہ چھوڑ کر اللہ تعالیٰ و رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے احکامات پر کاربند ہو جاؤں گا۔ حالانکہ جن گناہوں کی عادت قوت و طاقت کے زمانے میں پڑ چکی ہے، بڑھاپے میں عادات بد کا چھوڑنا کوئی آسان کام نہیں۔ اور نہ جوانی کی دہلیز سے گزرنے کے بعد بدن کمزور ہو کر نیکیاں حاصل کرنے کی ہمت، طاقت اور قوت باقی رہتی ہے۔ کئی ساتھی تو قوت و صحت کا زمانہ گناہوں میں گزارنے کے ساتھ اس انتظار میں رہتے ہیں۔ کہ اس دور کے بعد جب بڑھاپے کا زمانہ آئے گا تو بہ کر لیں گے جبکہ اسکو یہ بھی معلوم نہیں کہ اسے جوانی کے بعد والی زندگی ملے گی بھی یا نہیں؟ اگر مل بھی گئی تو کیا توبہ کرنے کی توفیق اسے نصیب ہو گی۔ کیونکہ دل سے توبہ کرنے کا ذوق و شوق بھی اللہ تعالیٰ کی طرف سے

ایک داعیہ اور مہمان کی حیثیت رکھتی ہے، یہ ضروری نہیں کہ پھر بے ہمتی کے زمانہ میں یہ داعیہ اور شوق پہلے جیسا برقرار بھی رہے۔ آدمی اور اسکا دل بدلتا رہتا ہے۔ بزرگوں کا قول ہے کہ جوانی میں جن گناہوں کا وسوسہ اور خیال تک نہیں آتا، کبھی کبھی بڑھاپے میں ان معاصی کا تصور آنا شروع ہو جاتا ہے۔ شیطان تو ہمارا ایسا ازلی دشمن ہے کہ کبھی ہمارا پیچھا کرنے سے منع نہیں ہوتا۔ اللہ تعالیٰ اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے تعلیمات کا بہترین دور ہمارے دلوں میں مختلف تاویلات کے ذریعہ لغو اور بیہودہ کاموں میں ضائع کر دیتا ہے۔ مثلاً اللہ تعالیٰ غفورالرحیم ہے۔ عیش وعشرت کی زندگی گزارو، اللہ تعالیٰ آخر میں معاف کردے گا۔ یا گناہ کے کاموں کو اس بندہ کے دل ودماغ میں ایسا حسین، فائدہ مند اور نفع بخش بنادیتا ہے کہ دل نہ چاہتے ہوئے بھی انسان گناہوں کے ارتکاب پر آمادہ ہوجاتا ہے۔

حکیم الامت حضرت تھانویؒ کا قول

حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی کے ارشاد کے مطابق اللہ تعالیٰ کی رحمت کے طمع اور بھروسہ پر توبہ نہ کرنا بہت بڑی غلطی ہے۔ اللہ تعالیٰ کے رحمان اور رحیم اور مشفق اور مہربان ہونے کا یہ مطلب نہیں کہ انسان اللہ تعالیٰ کے ان صفات کو جان کر گناہوں کے کرنے پر پہلے سے بھی زیادہ جری اور دلیر ہوجائے بلکہ رحمت خداوندی ہم سے مطالبہ کررہا ہے۔ کہ بے مقصد اور گناہوں کی زندگی گزارنے پر مایوسی کے دلدل میں پھنسنے کی بجائے توبہ کرنے والے مایوس و نا امید نہ ہوں۔ گناہوں کے بخشنے اور مہربانی فرمانا تو اس بات کا تقاضا کرتا ہے کہ رب کائنات کی تابعداری اور اسکے احکامات کی تعمیل میں زیادہ سے زیادہ وقت خرچ کیا جائے۔ کئی دفعہ عرض کرچکا ہوں کہ گناہ کرنے والا اگر گناہ کو گناہ سمجھے تو ممکن ہے کہ ایسا وقت آئے کہ اپنے کئے پر پریشان ہوکر توبہ تائب ہوکر اللہ تعالیٰ کو راضی کرلے، مگر بدقسمتی سے آج ہماری حالت ایسی ہوگئی کہ گناہ کو گناہ ہی نہیں سمجھتے۔ مجالس میں بیٹھ کر ایسے ایسے غیر شائستہ اور ناگفتہ بہ اقوال وافعال سے مجلس کو زینت بخشنے کی کوشش کرتے ہیں کہ الامان والحفیظ، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اس نصیحت سے ہم بالکل غافل ہوجاتے ہیں کہ بعض مواقع پر ایک مسلمان قول وفعل سے ایسا عمل یا بات صادر کر دیتا ہے جو

اسکے کرنے والے کے نظر میں انتہائی معمولی ہوتا ہے مگر یہی بات یا عمل اسے جہنم کے اندھے کنویں میں پہنچا دیتا ہے اور بعض اوقات منہ سے ایسی بات یا اعضاء سے ایسا عمل کرتا ہے کہ اسکے نزدیک نہ کوئی اہمیت اور قدر و قیمت ہوتی ہے، مگر اللہ تعالیٰ کے ہاں قبولیت حاصل کر کے اسکے جنت میں داخلہ کا پروانہ بن جاتا ہے۔

زبان کے استعمال میں احتیاط

یہی وجہ ہے کہ شریعت محمدی صلی اللہ علیہ وسلم نے زبان کو کنٹرول کرنے پر زور دیا ہے۔ اسی زبان سے انسان جھوٹی گواہی دینے کا عادی بن جاتا ہے، یہی زبان انسان کو دوسرے مسلمان کی غیبت کر کے اسے اپنے مسلمان بھائی کا گوشت کھانے کا مصداق بنا دیتی ہے۔ دوسرے مسلمان کو گالی گلوچ پر یہی زبان اسے آمادہ کر دیتی ہے، اسکا نتیجہ کیا نکلتا ہے؟ قتل و قتال کا نہ ختم ہونے والا سلسلہ شروع ہوجاتا ہے، ان تمام گناہوں کا نسخہ اکسیر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بتایا۔

عن عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما قال قال رسول صلی اللہ علیہ وسلم من صمت نجا (رواہ الترمذی)

''عبداللہ بن عمروؓ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرر ہے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو خاموش رہا وہ کامیاب ہوا۔

اعضاءِ جسم کا زبان کو التجا

گویا دنیا و آخرت کی تباہی و بربادی میں بڑا عمل دخل زبان کا ہے۔ ہزاروں مصائب میں انسان اسی زبان کیوجہ سے گر جاتا ہے اور بے مقصد باتوں کی بجائے چپ رہنے کو ترجیح دی تو زندگی بھی محفوظ ہوئی اور آخرت میں بھی سرخروئی سے مالا مال ہوگا۔ جسم کے تمام اعضاء روزانہ زبان کے سامنے التجا کرتے ہیں کہ خدارا ہمیں مصائب میں مبتلا کرنے سے منع ہو جا، ہمارا جن معاصی اور پریشانیوں سے سامنا ہوتا ہے، اسکا سبب تم ہی ہو۔ انبیاء کے سردار محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

وعن ابی سعید رفعه قال اذا اصبح ابن آدم فان الاعضاء کلها تکفّر و اللسان

فتقول اتق اللہ فینا فانا نحن بک فان استقمت استقمنا و ان اعوججت اعوججنا (رواہ الترمذی)

''حضرت ابوسعید خدریؓ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کررہے ہیں کہ آپ نے فرمایا: ابن آدم جب صبح کرتا ہے اعضاء زبان کے سامنے عاجزی سے کہتے ہیں کہ ہمارے بارے میں اللہ تعالیٰ سے ڈرو کیونکہ ہمارے (صلاح وفساد) کا دارومدار تم پر ہے، اگر تم سیدھی رہو، ہم بھی سیدھے رہیں گے۔ اگر تم ٹیڑھے یعنی غلط (راہ پر چلو) تو ہم بھی ٹیڑھے رہیں گے۔

اعضاء میں دل کو مرکزی حیثیت حاصل ہے

معزز ساتھیو! آپ کو معلوم ہے کہ اعضاء میں مرکزی حیثیت دل کو حاصل ہے۔ دل میں جو تصور اور خیال آتا ہے انسان اسکا اظہار زبان کے ذریعہ کرتا ہے۔ پھر اعضاء زبان کے احکامات کی تعمیل کرتی ہے۔ اگر قلبی تصور حق وصداقت پر مبنی ہو تو زبان بھی ساتھ دیگر اعضاء بھی اسکے تابع رہیں گے۔ اگر دل لایعنی، بے ہودہ تصورات وخیالات کا منبع ہو، تو زبان بھی اسکی تابعداری پر مجبور ہو کر سارا انسانی بدن انکے راہ پر چلے گا۔ حضرت عقبہ بن عامرؓ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ

ما النجاۃ فقال املک علیک لسانک و لیسعک بیتک و ابک علیٰ خط

(رواہ الترمذی)

''عقبہؓ نے آنحضرت کو عرض کیا (نجات کیسے حاصل ہوگا؟) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اپنی زبان کو قابو میں رکھو۔ تمہارا گھر تمہارے لئے کافی ہو نیز اپنے گناہوں پر (اللہ کے سامنے گڑگڑا کر) روؤ، ''تیرا گھر تیرے لئے کافی ہو'' کی وضاحت علماء نے یہ کی کہ بڑی مجلسوں اور بدکار لوگوں کے گھل ملنے کے بجائے بلاضرورت اپنے جائے سکونت سے باہر نہ نکلو ورنہ تم بھی بدکاروں کے ساتھ ملنے بیٹھنے سے ان کے رنگ میں رنگے جاؤ گے۔ بدکار لوگوں کے ساتھ بیٹھنے سے محفوظ رہنے کا فائدہ یہ ہوگا کہ تمہیں اپنے گناہوں کی مغفرت اور اللہ تعالیٰ کے سامنے رونے اور حاجت روائی کیلئے دعوات کرنے کا موقع اطمینان وسکون سے ملے گا۔

بُرے ساتھی کی صحبت سے اکیلے رہنا بہتر

اسی طرح ایک اور جگہ فرمان نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے:

عن عمر ان بن الحطان رحمه الله تعالیٰ قال لقیت اباذرؓ فو جد ته فی المسجد مختباً بکساء اسود و حده فقال یا اباذر ماهذه الوحدة فقال سمعت رسول الله صلی الله علیه وسلم الوحدة خیر من جلیس السوء والجلیس الصالح خیر من الوحدة واملاء الخیر خیر من السکوت و السکوت خیر من املاء الشر (رواه البیهقی)

''عمران بن حطان روایت کرتے ہیں کہ ابوذرؓ سے اس حالت میں ملا کہ وہ مسجد میں گوٹ لگائے اکیلے بیٹھے تھے، میں نے ابوذر سے تنہائی کی وجہ پوچھی، تو انہوں نے جواباً کہا میں نے سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ بُرے ساتھی کے ساتھ بیٹھنے سے اکیلے رہنا بہتر اور اچھے ساتھی کے ساتھ رفاقت کرنا اکیلے رہنے سے بہتر ہے اور کسی کو اچھی باتیں سنانا خاموشی سے بہتر ہے اور بری باتیں سنانے سے خاموشی بہتر ہے''

بیسیوں احادیث وقرآنی آیات میں سختی سے زبان کے آفات اور ہلاکتوں سے بچنے کا حکم دیا گیا ہے۔ ہم اس غلط فہمی میں نہ رہیں کہ جو زبان مشین کی طرح چلتی ہے اور نہ برے بھلے کی تمیز کرتی ہے، درانتی کی طرح خشک وتر کے امتیاز کے بغیر جو کچھ سامنے آتا ہے کاٹتی جارہی ہے ،اس زبان کا کوئی نگران نہیں اور ہر کسی کے عزت کو تار تار کرنا اسکی طبیعت ثانیہ بن کر یہ محاسبہ سے بالاتر ہے بلکہ رب کائنات کی تنبیہ ہے کہ ''**ما یلفظ من قول الا لدیه رقیب عتید**'' کہ انسان کے زبان سے نکلا ہوا ہر لفظ ایک نگران جو تیار بیٹھا ہوا ہے تحریر کر رہا ہے۔ روز قیامت منہ سے ہر نکلنے والے لفظ اور جملہ کا حساب پیش کرنا ہوگا۔ لا حاصل بولنے کی جگہ خاموش رہنے سے اس بندہ کو شیطان پر غالب آنے کی قوت سے اللہ نواز دیتے ہیں۔

حضرت عمرؓ کا قول

امیر المومنین حضرت عمر رضی اللہ کا مقولہ ہے جو آدمی اپنی زبان کو قابو کرے اللہ تعالیٰ اسکی پردہ پوشی فرماتے ہیں۔ افسوس! اگر پوری امت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ان بتائے

ہوئے زرین اقوال پر عمل کرکے اپنے زبان کو ذرا احتیاط سے استعمال کرتے تو قتل وقتال کا جو میدان گرم رہتا ہے اور اس قسم کے خبروں کی میڈیا میں بھر مار ہوتی ہے ذلیل وخوار ہونے کی بجائے محفوظ زندگی گزار کر سکون وراحت سے دینوی کاموں کیساتھ رب العالمین کی اطاعت میں چند سالہ زندگی گزارتے۔

اشیاء میں خیر وشر کی پہلو

دنیا کے تمام اشیاء میں خیر وشر کے دونوں پہلو موجود ہیں۔فطرتی طور پر نہ کوئی شی قابل مدح ہے اور نہ قابل مذمت،اسکے محمود اور مذموم ہونے کا دارومدار استعمال پر ہے سخاوت ہی کو لیجئے اگر یہ عمل شریعت کے بتائے ہوئے حدود کے اندر رہتے ہوئے بروئے کار لایا جائے تو تعریف اور اگر اسلام کے اصولوں سے انحراف کر کے افراط وتفریط سے کام لیا جائے تو یہی بظاہر خوبصورت عمل سخا۔اسی انسان کو شیطان کا بھائی بنا کر اسی کا ہم پیالہ ومشرب بنا دیتا ہے۔یہ محمود عمل اسکے استعمال سے قابل مذمت بن گیا۔آنکھیں جو اللہ تعالیٰ کی انعامات میں سے بیش قیمت نعمت ہے اگر اسکے ذریعہ قرآنی آیات کو دیکھا جائے۔علماء صلحاء کی دیدار کی جائے۔ محرمات کو دیکھنے میں استعمال سے بچا کر غض بصر یعنی آنکھیں نیچے رکھے،غیروں کی املاک کو للچائی نظروں سے دیکھ کر قبضہ کرنے کا ارادہ نہ ہو لہو ولعب اور بدکاری کے اسباب دیکھنے سے محفوظ رکھے تو آنکھیں خیر ہی خیر کا مجموعہ ہیں۔اگر ان مذکورہ امور کے برعکس ان جگہوں میں آنکھوں کا استعمال ہو۔تو یہی آنکھیں شر کی حیثیت سے قابل مذمت سمجھی جاتی ہیں۔یہی حال دنیا میں اللہ تعالیٰ کے تمام تخلیقات کا ہے۔جن میں امتیازی حیثیت زبان کو حاصل ہے،اگر ہم اسکی دیکھ بھال کریں۔اللہ تعالیٰ کے متعین کردہ اصول اور مرضیات میں استعمال کریں۔یہاں یہ بات یاد رکھیں کہ ہر عضو سے سرزد ہونے والے گناہوں سے بچنا ضروری ہے۔مگر زبان ایک ایسا آلہ تکلم ہے جیسے پہلے بھی کہہ چکا ہوں کہ کئی دفعہ آدمی بے پروائی میں ایسے باتوں میں مبتلا ہو جاتا ہے جو اس کیلئے سخت ترین عذاب کا سامنا کرنے کا ذریعہ ہوتا ہے۔کبھی کبھی ایسے مجالس

میں داخل ہو جاتا ہے جہاں جھوٹ ہی جھوٹ کا دور دورہ، غیبت، غیر شرعی اور دوسروں کو بے عزت کرنے جیسے منصوبے کرنے کے پروگرام بن رہے ہوں۔ یہ بھی اسمیں شامل ہو کر انکے زبان میں اپنے زبان کو شامل کر لیتا ہے۔ اسکے وہ گناہوں سے بھرے کلمات اسکو جہنم لے جا کر گرا دیتے ہیں۔

مذکورہ اشیاء کا درست استعمال

اور اگر یہی عظیم نعمت زبان ایک شخص نے دین سیکھنے، ذکر اللہ کرنے، کسی مسلمان کے پریشانی میں اسے تسلی دینے، سچ بولنے، غیبت سے منع کرنے، دین اور دین کے مسائل سکھانے، ظالم و بے دین حکمران کے سامنے کلمہ حق کہنے اور ہزاروں دینی اعمال و احکام جن کا تعلق زبان سے ہے، میں استعمال ہو تو گویا اس نے اپنے دین کی حفاظت کر کے دنیا و آخرت میں تباہی سے بچ گیا۔ یہی زبان انسان کو تباہی و ہلاکت کے طرف پہنچانے میں اہم کردار ادا کرتی ہے۔

حضرت ابو بکر صدیقؓ کا واقعہ

کبھی کبھی آپ کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے یار غار اور انبیاء علیہم السلام کے بعد روئے زمین پر سب سے افضل شخصیت و امیر المومنین سیدنا ابو بکر صدیقؓ کا واقعہ سناتا رہتا ہوں کہ ایک دفعہ اپنے زبان کو منہ سے نکال کر ہاتھ سے مروڑ رہے تھے۔ لوگوں نے زبان کو اس سزا دینے کی وجہ پوچھی تو فرمایا" ان ھذا اوردنی الموارد" اسی زبان نے مجھے بڑی ہلاکتوں میں مبتلا کیا ہے۔ جسکی سزا اسے دے رہا ہوں۔

رب العالمین نے مسلمان کی خاصیت کہ جو فضول اور بے مقصد کلام میں شامل نہیں ہوتے سورۃ مومنون میں اس انداز سے ذکر فرمایا "والذین ھم عن اللغو معرضون " کہ وہ لوگ بے کار اور فضول لایعنی باتوں سے اعراض کرتے ہیں، یعنی ایسے افعال جو ضروری اور مفید نہ ہوں ان کو عبث اور بیکار کہا جاتا ہے، احادیث مقدسہ میں انکو ترک کرنے کی شدید تاکید کی گئی۔

ایک بزرگ کا واقعہ

حضرت تھانوی نوراللہ مرقدہ نے ایک بزرگ کا واقعہ اپنے وعظ میں ذکر فرمایا کہ کسی شخص کے دروازہ پر جا کر کھٹکھٹانے کے بعد اس کا نام لے کر آواز دی۔ اندر سے آواز آئی کہ فلاں موجود نہیں۔ پھر بزرگ نے سوال کیا کہ وہ کہاں گئے ہیں اندر سے آواز آئی کہ معلوم نہیں۔ اپنے اس دوسرے سوال پر کہ وہ کہاں گئے یہ بزرگ تیس برس روتے رہے کہ میں نے یہ بے مقصد اور بے کار سوال کیوں کیا۔

کم گو بزرگ

ایک دوسرے بزرگ اور ممتاز عالم دین مولانا فریدالدین صاحبؒ کے بارہ میں فرمایا کہ وہ حد درجہ کم گو تھے۔ جب تک انتہائی ضروری اور اہم ضرورت نہ ہوتی، نگاہ بھی اوپر نہ اٹھاتے۔ کسی کے بات پوچھنے پر صرف منہ سے جواب دیتے، نگاہ سائل کے طرف نہ اٹھاتے کہ بلاضرورت نظر کو کیوں صرف کیا جائے۔ اس تمام بیان کی روشنی میں اگر ہم اپنے اعمال پر نظر دوڑائیں تو حسرت کے علاوہ کچھ حاصل نہیں ہوتا۔ قیمتی عمر کے اکثر لمحات کو ایسے لوگوں کے ساتھ گزارا اور اب بھی ضائع کر رہے ہیں، جہاں جھوٹ، تہمت اور غیبت کے علاوہ مزہ ہی نہیں آتا۔ بلکہ اس زحمت کو اپنے لئے رحمت اور گناہ کو اپنے لئے سکون اور ثواب سمجھ بیٹھے ہیں کسی دوسرے مسلمان کے خلاف سنی سنائی بغیر ثبوت الزام اور تہمت کو بار بار ذکر کرنے اور سننے کیلئے بے چین رہ کر اسکو اور لوگوں تک پہنچانے کیلئے ایڑی چوٹی کا زور لگانا اپنا اولین فرض سمجھتے ہیں، حالانکہ اس جدو جہد میں نہ دنیا کا نفع ہے اور نہ آخرت کا۔ بلکہ دنیا و آخرت دونوں میں زیاں ہی زیاں ہے۔

ایک اخلاقی اور اسلامی فریضہ

خوش قسمت وہ مسلمان ہے جو چند روزہ زندگی کو اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری میں استعمال کرے اور اگر کبھی جھوٹے، غیبت کرنے اور تہمت لگانے والے سے ملنے یا بیٹھنے کا موقع ملے، تو ان کے ہاں میں ہاں ملانے کی بجائے انکو ان اعمال بد سے روک کر اپنا اسلامی فریضہ ادا کرے اور

پھر کوشش کریں کہ نہ جھوٹ بولیں اور نہ کسی کیلئے جھوٹی گواہی دیں، ناجائز اور گناہ کے مجالس میں حاضر نہ ہوں۔ گناہ کرنے والوں کے محافل میں کثرت سے بیٹھنے والا اگر اس کی نیت ان کو راہ راست پر لانا نہ ہو، ایک دن انکا رنگ اس پر بھی حاوی ہو جائیگا۔

مابعد الموت کیلئے تیاری

محترم دوستو! ہمیں ایک ایک منٹ کو ضائع ہونے سے بچا کر ابدی زندگی یعنی موت کے بعد کیلئے نیک عمل کی صورت میں خرچ کرنے کی سعی کرنی ہے۔ ہماری کم علمی یا عدم غور و فکر کا نتیجہ ہے کہ اگر ہمارے ہاں کوئی چیز بے قیمت اور بے حقیقت ہے وہ وقت اور زندگی کے اوقات ہیں، جسکو بیدردی سے لاحاصل اعمال گفتار و کردار میں گزار رہے ہیں۔

رب العزت ہم اور آپ سب کو جھوٹ، جھوٹی گواہی اور لاحاصل کاموں سے اپنی عمروں کو بچانے کی توفیق دے۔ آمین

حضرت شیخ الحدیثؒ نے فرمایا: جب زبان پر جاری ہونے والا پہلا کلمہ اللہ کا نام ہو اور مرتے وقت زندگی کا سب سے آخری کلمہ بھی اللہ کا نام لینے کی سعادت میسر ہو جائے تو پھر وسط میں اگر ہزاروں سال عمر ہو تو اللہ پاک اسکے تمام گناہ معاف فرما دیتے ہیں کیونکہ معصیت اور گناہ کے ہزاروں سال محصور بین حاصرین ہو جاتے ہیں۔

(صحبتے با اہل حق ص ۱۰۲)

اخلاق حسنہ اور ہمارا کردار

(۱)

نحمدہٗ و نصلی ونسلم علیٰ رسولہ الکریم اما بعد: فاعوذ با اللہ من الشیطٰن الرجیم بسم اللہ الرحمن الرحیم وجزاء سیئة سیئة مثلها فمن عفا واصلح فاجره علی اللہ انه لایحب الظالمین (سورۃ الشوریٰ)

''برائی کا بدلہ تو اسی طرح برائی ہے مگر (اس اجازت کے باوجود) جو شخص (برائی کرنے والے) کی معافی اور اصلاح (کی صورت) پیدا کرے تو اس کا ثواب واجر اللہ تعالیٰ ہی کے ذمہ ہے۔ تحقیق رب العزت زیادتی (یعنی ظلم) کرنے والے کو پسند نہیں کرتے''

عن ابن سعودؓ ان رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم کان یقول اللهم احسنت خلقی فاحسن خلقی (رواہ احمد)

''حضرت ابن مسعودؓ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرر ہے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم (دعا میں فرمایا کرتے تھے) اے اللہ! آپ نے میرے جسم کی ظاہری بناوٹ اچھی

بنائی ہے تو میرے اخلاق بھی بہتر بنا دیجئے۔"

حسن اخلاق

محترم حضرات! ذکر کردہ آیت اور حدیث کے ضمن میں آج چند وہ صفات ذکر کرنے کی کوشش کرونگا جو ہمیں آپ سب اور تمام کائنات کے خالق و مالک یعنی رب العالمین اور اس کے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک پسندیدہ اوصاف میں سے ہیں ان صفات میں ایک ایسی صفت جو اکثر و بیشتر اوصاف حمیدہ کا منبع و سرچشمہ ہے اس کی تعبیر آپ حسن اخلاق سے کر سکتے ہیں۔ مکارم اخلاق ایک ایسا وسیع و جامع دولفظوں پر مشتمل کلمہ ہے کہ جو انسان اس صفت سے مالا مال ہو جائے تو لا متناہی گناہوں سے محفوظ ہو کر اسی حسن اخلاق کی بدولت اس کیلئے دنیا و آخرت میں کامیابی کی راہیں کھل جاتی ہیں۔

سب سے بھاری عمل

یہی وجہ ہے کہ ایک فرمان میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس کا مفہوم یہ ہے کہ وزن اعمال کے لئے روز محشر میں جو ترازو ہوگا اس میں حسنِ اخلاق سے بھاری اور کوئی عمل نہ ہوگا۔ آپ کو ہمیشہ عرض کرتا رہتا ہوں کہ انسان پر اللہ جل جلالہ کی اتنی نعمتیں ہیں کہ کسی کے لئے ان کا شمار کرنا ممکن ہی نہیں۔ لیکن اتنا تو اس حدیث طیبہ سے معلوم ہوا کہ ان تمام نعمتوں میں سب سے بالاتر نعمت اخلاق حسنہ ہے۔ اس اہمیت اخلاق کے پیش نظر حضور صلی اللہ علیہ وسلم اکثر دعا فرماتے کہ یا اللہ آپ نے میری ظاہری شکل و صورت تو انتہائی متوازن، خوبصورت اور نقائص سے پاک پیدا کی اسی طرح میرے اخلاق بھی اعلیٰ بنا دیں جتنے کمالات عالیہ اور اخلاق حسنہ ہیں حقیقت میں یہ اللہ تعالیٰ کے انہی صفات کمالیہ کے مظاہر اور پرتو ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: کہ خوش اخلاقی اللہ جل جلالہ کا عظیم خلق ہے اور ہمارا ایمان ہے کہ اللہ تعالیٰ کے بعد انسانوں میں رب

العالمین کے خلق عظیم کے امین رحمت دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔مظہر خلق عظیم ہونے کی وجہ سے احکم الحاکمین نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مدح قرآن مجید میں ان مبارک الفاظ سے فرمائی۔

بہترین نمونہ عمل

انک لعلیٰ خلق عظیم

''یقیناً (بلاشک وشبہ) آپ صلی اللہ علیہ وسلم بہت بڑے اخلاق کے مالک ہیں'' اور پھر امت کو حکم فرمایا: کہ

لقد کان لکم فی رسول الله اسوة حسنة (سورۃ احزاب)

''تمہارے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (کی بابرکت ذات میں) بہترین نمونہ ہے جو ہمیشہ ہمیشہ رہے گا۔'' بہترین نمونہ کیوں ہیں؟ وجہ خود حدیث قدسی میں مذکور ہے کہ **وھب لہ کل خلق کریم** ''رب العالمین کا ارشاد ہے کہ میں ہر اچھی خصلت آپ (محمد صلی اللہ علیہ وسلم) کو عطا کرتا رہوں گا۔اسی وجہ سے مالک الملک نے اخلاق وعادات میں اعلیٰ صفات وکمالات کا حضور کو جامع بنادیا۔تمام اعلیٰ صفات ان کی ذات میں جمع فرمادیں۔حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے امتی کی حیثیت سے ہر مسلمان پر لازم ہے کہ زندگی کے ہر شعبے اور ہر قدم پر آقائے نامدار صلی اللہ علیہ وسلم کے مقدس نمونہ کو اپنا فریم ورک بنا کر ان کی نقش قدم پر چلیں گے۔امتی کو جس مسئلہ کی جس زمانہ اور جس وقت ضرورت ہو وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان **بعثت لا تمم مکارم الاخلاق** ''مکارم اخلاق کی تکمیل کے لئے بھیجا گیا ہے۔'' اسی مشکل اور مسئلہ کا حل موجود ہے۔

اخلاق نبوی مجسم قرآن تھے

خلق کا معنی محدثین ومحققین نے طبعی خصلت اور باطنی وصف ذکر فرمائے ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ان باطنی اوصاف وکردار کو حسن خلق سے تعبیر کیا جاتا ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم تمام ظاہری جسمانی اوصاف کیساتھ باطنی اور روحانی کمالات کا مجسمہ تھے حضرت عائشہؓ سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق کے بارے میں کسی نے پوچھا کہ''

كيف كان خلق النبى صلى الله عليه وسلم ؟ ففالت كان خلقه القرآن

یعنی قرآن میں جن اوصاف حمیدہ کا ذکر ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم میں وہ تمام اوصاف بدرجہ اتم موجود تھے۔ گویا آپکا چلنا' پھرنا' اٹھنا بیٹھنا۔ سونا' جاگنا تمام معمولات' معاملات اور عبادات وہی تھے جنکا قرآن نے حکم دیا تھا' حسن خلق تو ایسا لفظ ہے جسکا مفہوم اور جن امور پر اسکا اطلاق ہوتا ہے۔ آپ تو کیا معمولی پڑھا لکھا انسان بھی خوب جانتا ہے کہ اس سے مراد حلم و درگزر' صبر واستقامت' انکسار وعاجزی' تواضع' نرمی وشفقت' ایثار وبردباری' زہد واللہ کا خوف رحم' انسانوں کے ساتھ معاملات وسلوک' اپنے اور غیروں حتیٰ کہ دشمنوں کیساتھ اچھا سلوک' چلنے پھرنے کا انداز' عبادات میں کیفیت' صلہ رحمی' غمخواری' سچ بولنا اور جھوٹ سے نفرت ظاہر و باطن کی نفاست اور طہارت' ملنے جلنے کے آداب' اٹھنے بیٹھنے میں وقار' انسان تو انسان حیوانات جو غیر ناطق ہیں کے ساتھ اچھا برتاؤ، انسانیت کا احترام، لعنت غیبت وملامت سے بچ کر رہنا، الغرض اوصاف حسنہ کا ذکر اور شمار کرنے کا سلسلہ اگر جاری رکھوں تو ان کے لئے ایک اور طویل مجلس چاہیے۔ جو چند ذکر کردیئے اب ہمیں ان پر غور کرنا چاہیے کہ ہمارے محسن انسانیت صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ' تابعین اور اسلاف میں کس درجہ موجود تھیں۔ اور آج جو ہم صرف ان کے نام لیوا ہیں اور ان کے نام لینے کے صدقے ہم پر رحیم وکریم ذات جو احسانات کر رہے ہیں آیا ہم اسکے اہل اور مستحق ہیں یا نہیں؟

تحمل وتسامح کی ایک مثال

امام الانبیاء کی صفت حلم اور بردباری کو دیکھنا چاہیں تو جلیل القدر صحابی حضرت انسؓ کی زبانی سنئے اور پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق عالیہ کا موازنہ اپنے اخلاق سے کیجئے:

عن انسؓ قال خدمت النبى صلى الله عليه وسلم عشر سنين فما قال لى اف ولالم صنعت ولا الا صنعت (بخاری و مسلم)

"حضرت انسؓ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں کہہ رہے ہیں کہ میں نے دس سال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت کی (اس دوران) مجھ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلمنے کبھی اُف (تک نہ کہا)

اور نہ کبھی یہ فرمایا کہ تم نے یہ کام کیوں کیا اور نہ یہ کہا کہ تم نے (فلاں کام) کیوں نہیں کیا۔"

صاحب الوسادۃ والنعلین

ویسے تو آپ کو معلوم ہے کہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم کا ہر فرد حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اور ان پر اپنی جان' اولاد اور مال دولت نچھاور کرنا اپنا فرض اولین سمجھتا تھا اور ایک اشارہ پر اپنا سب کچھ پیغمبر انقلاب صلی اللہ علیہ وسلم پر قربان کرنے کے لئے ہمہ تن تیار تھا مگر بعض خوش قسمت ایسے صحابہؓ بھی تھے جن کا آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے خصوصی تعلق رہتا جس کی وجہ سے انہوں نے اپنی عمر کا طویل حصہ صرف حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں گزارا۔

ایسے صحابیؓ کو "صاحب الوسادۃ والنعلین" کے لقب سے نوازتے ہیں۔ جیسے آج کے دور میں ایک مصلح' عالم اور مرشد کا بعض معتقدین اور مریدین کیساتھ ایسا تعلق ہوتا ہے کہ وہ اپنے پیر اور استاذ کی جملہ خدمت اپنے ذمہ لے کر انکے حوائج کو پورا کرنے کے لئے ہمہ تن گوش ہر وقت موجود و تیار رہتے ہیں ایسے ہی نیک بخت جماعت میں حضرت انسؓ بھی تھے۔ اس طویل خادمانہ تعلق کا تجربہ وہ بہ زبان خود بیان کر رہے ہیں کہ اس لمبے عرصے کے دور میں کبھی ایسا موقع نہیں آیا کہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مرضی اور پوچھے بغیر کوئی کام کیا ہو یا کبھی انہوں نے مجھے کام کرنے کا فرمایا ہو جسے میں نہ کر سکا تو اس کوتاہی پر ڈانٹنا' غصہ کرنا' سزا دینا وغیرہ تو دور کی بات ہے کبھی اف تک نہیں فرمایا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اس سلوک اور حسن اخلاق کا موازنہ اگر آج ہمارے کسی خادم سے طبیعت کے خلاف کوئی حرکت سرزد ہو تو قول و فعل سے اسکو سزا دینا اپنا فرض اور استحقاق سمجھتے ہیں۔

ایک ضروری انتباہ

یہاں یہ بات یاد رکھیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا اس غلطی کو فراموش کر کے محسوس نہ کرنا

ان امور کے بارے میں ہوتا جن کا تعلق ذاتی امور سے ہوتا اگر شرعی امور میں کرنے یا نہ کرنے کا معاملہ ہوتا تو پھر فوراً اصلاح فرماتے۔ اغماض، چشم پوشی اور خاموشی اختیار کرنے کا سوچنا بھی ناممکن تھا۔ امت میں سب سے زیادہ دین کے حکم پر غیرت کرنیوالا اور اس حکم شرعی کی مخالفت کرنے والے کی سختی اور پوری قوت سے مقابلہ کرنے والے ہوتے۔

تاجدارِ نبوت صلی اللہ علیہ وسلم کی سخاوت

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صفت سخاوت کے سامنے اور لوگوں کی سخاوت ایسی ہے جیسی سورج کے مقابلہ میں چراغ، سائل کے کچھ مانگنے پر اس کے وہم و گمان میں بھی یہ نہ ہوتا کہ نہ صرف جو کچھ طلب کر رہا ہوں آپ صلی اللہ علیہ وسلم دیں گے بلکہ اس سے کئی گنا زیادہ بلکہ نا قابل تصور عطیہ دیتے ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اس اعلیٰ صفت کے بارے میں ارشاد ہے۔

وعن انس ان رجلا سأل النبی صلی اللہ علیہ وسلم غنماً بین جبلین فاعطاہ ایاہ فاتٰی قومہ فقال ای قوم اسلموا فو اللہ ان محمداً لیعطی عطاء مایخاف الفقر (رواہ مسلم)

''حضرت انسؓ سے مروی ہے کہ ایک شخص نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے دو پہاڑوں کے درمیان خالی جگہ کو بھرنے کے برابر بکریاں مانگیں۔ چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اتنی بکریاں دے دیں (جتنے کا اس نے تقاضا کیا تھا) اس واقعہ کے بعد وہ شخص اپنی قوم کے پاس آ کر اُن سے کہنے لگا: اے میری قوم کے لوگو! اسلام قبول کرلو، خدا کی قسم محمد صلی اللہ علیہ وسلم مانگنے والے کو اتنا کچھ دیتے ہیں کہ فقر وغربت سے بھی نہیں ڈرتے۔ یعنی توکل، استغنا کے اس عظیم درجہ پر فائز ہیں کہ جس دین کے علمبردار پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم ہیں یہ اسی دین اور مذہب کا خاصہ ہے اس لئے تم بھی اسلام لے آؤ۔

معزز سامعین! رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم تمام رسل اور انبیاء کے سردار تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ

وسلم سے پہلے جتنے انبیاء گزرے تھے رب کائنات نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم میں وہ تمام خصائص جمع فرمائے تھے جو انبیاء سابقہ میں موجود تھے۔ بلکہ ان کمالات کو انتہا کی حدود تک پہنچایا تھا۔

عدیم المثال اور خوش خصال پیغمبر

ایک شاعر نے خوب فرمایا ہے:

میرے نبی سا عدیم المثال کیسے ہو   حضور جیسا خوش خصال کیسے ہو

آج ہم میں سے ہر مسلمان اپنے اور پورے معاشرے کی تباہی' بربادی ایک دوسرے کے ساتھ قتل وقتال' ڈاکہ' چوری' زنا' غیبت' حقوق العباد سے غفلت وغیرہ کا ذکر تو ہر وقت کرتے ہیں' صرف ذکر کی حد تک یہ سلسلہ ہمارا جاری رہتا ہے۔ مگر عزم ہم کبھی نہیں کرتے کہ جس پیغمبر انسانیت اور مصلح اعظم صلی اللہ علیہ وسلم کو ہمارے لئے نمونہ بنایا گیا ہے اس کے اخلاق' عادات' معاملات' گھریلو و بیرونی زندگی کے تعلقات' حاجتمندوں کی حاجت روائی غرض زندگی کے ہر شعبہ میں جو سنہری اصول نہ صرف مقرر فرمائے بلکہ دنیا سے پردہ فرمانے تک اس پر ثابت قدم رہے ان سے فائدہ اٹھانے کی کبھی کوشش کی کیا ان اصولوں کی طرف توجہ بھی دی ہے۔ اسی صفت سخاوت کا مظاہرہ اگر ہم میں سے ہر صاحب استطاعت کرے تو مجال ہے کہ ایک مسلمان دوسرے کے سامنے کاسہ گدائی پیش کرے' نہ کوئی بھوکا رہے گا اور نہ بھوک افلاس کی وجہ سے خودکشی کرنے والا۔ کبھی کبھی آپ کو عرض کرتا رہتا ہوں کہ اس دور کے برائے نام مسلمانوں نے خوبیوں سے بھرپور اخلاق و اصول جو ہمارے نمونہ اعظم محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے بطور ورثہ چھوڑا ہم ان کو چھوڑ بیٹھے وہ ہم سے کفار واغیار نے چھین لئے۔ ہم نے روشن خیالی کے خوشنما جال جس کی حیثیت صرف ایک سراب کے برابر بھی نہیں ہیں پھنس کر کفار کی برائیوں کو اپنانا اپنا طرۂ امتیاز سمجھ کر نہ اِدھر کے رہے نہ اُدھر کے رہے کے مصداق بن کر تباہی و بربادی' کفار کے زیرنگیں ہونا ہمارا مقدر بن گیا ہے۔ حقیقی سائل ومحتاج حاجت پورا کرنے کے لئے اگر اتفاقاً آ بھی جائے تو اس کی حاجت روائی کرنے کی

بجائے اس کی تحقیر وتذلیل کر کے اس سے تسکین حاصل کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔

ظلم کے بدلے صبر اور ہدایت کی دعا

رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کے صبر' درگزری اور بردباری کی صفات نبوت کے انتہائی قابل تقلید اور عظیم تر صفات میں ہیں' آپ کو معلوم ہے کہ جنگ احد میں دشمنوں نے دندان مبارک شہید کر دیئے۔ چہرہ مبارک زرہ کی کڑی کی وجہ سے لہولہان ہوا، مگر صبر و استقامت کے اس پہاڑ نے اپنی ذات کا بدلہ لینے کی بجائے رب ذوالجلال کے سامنے ہاتھ پھیلا کر دعا شروع فرمائی کہ **اللھم اھد قومی فانھم لایعلمون** ''یااللہ میری قوم کو صراط مستقیم پر چلنے کی توفیق نصیب فرما کیونکہ یہ ناسمجھ ہیں''۔ مکہ مکرمہ زادھا شرفا کے قریبی شہر طائف تبلیغ کے لئے تشریف لے جا کر غیر مسلموں کو راہ نجات دکھانے کے صلہ میں ان خدا کے بندوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر پتھروں کی بارش شروع کر دی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم خون سے تر بہ تر ہو گئے۔ اس ظلم و زیادتی پر بھی ان کافروں کی تسلی نہ ہوئی۔ غلیظ گالیاں' اور تہذیب و شرافت سے عاری کلمات بکتے رہے۔ شدت ضعف سے حضور صلی اللہ علیہ وسلمپر بے ہوشی طاری ہوئی۔ ہوش میں آنے پر ظلم کا بدلہ بددعا سے دینے کی بجائے رب العزت کے حضور دست مبارک بلند کر کے طویل دعا فرمانے لگے: جس کا خلاصہ عرض ہے کہ اے رب کریم! میں اپنی کمزوری' بےبسی' اور لوگوں کی نظروں میں توہین کی فریاد آپ ہی سے کرتا ہوں۔

اپنے ذات کی تحقیر کا بدلہ لینے کی بددعا کی جگہ گویا ہوئے میں ان لوگوں کی بربادی کے لئے دعا نہیں کرتا اگر یہ لوگ میری دعوت پر لبیک کرتے ہوئے ایمان نہیں لاتے تو اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔ امید ہے ان کی آنے والی نسلیں انشاءاللہ ضرور اللہ احد پر ایمان لانے والی ہونگی۔ اور پھر وہی ہوا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا حلم' بردباری اور ہدایت کی دعا ہی کا نتیجہ تھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلمکو اذیت دینے والوں کی اولاد میں اللہ' رسول اور اسلام کے عظیم المرتبت' جانثار صحابہ اور مسلمان اور اسلام کے عظیم داعی پیدا ہوئے۔ رحمۃ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی کسی کو مارا نہیں۔

انتقام نہیں عفو و درگزر

اگر کبھی کسی کا غیر مناسب قول یا فعل سنتے یا معائنہ فرماتے، صرف یہ فرماتے مـــالـــه تربت یداہ " یہ جملہ عربوں کا ایسا مقولہ ہے جس سے کہنے والے کا مقصد لفظی معنی نہیں ہوتا صرف بطور تادیب وسرزنش تکیہ کلام کی حیثیت سے استعمال کیا جاتا ہے۔ جیسے کہ پہلے بھی کہہ دیا ہے کہ یہ سلوک اور کیفیت اس وقت ہوتی کہ کسی کے غلط حرکت کا تعلق حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس سے ہوتا جہاں دین پر حرف آیا وہاں مسلمانوں میں سب سے زیادہ بہادر، غیرت منداور دشمن اسلام کو ختم کرنے میں پہل کرنے والے ثابت ہوتے۔ آپ کو معلوم ہے کہ اللہ کی راہ میں جہاد مسلمانوں کو کفار کے مظالم سے بچانے اور اعلائے کلمۃ اللہ کے لئے ہوتا تو جنگ احد کے موقع پر کافر ابی ابن خلف کو اپنے دست مبارک سے قتل کر دیا۔ چنانچہ حضرت عائشہؓ ام المومنین سے مروی ہے:

وعن عائشةؓ قالت ماضرب رسول الله صلى الله عليه وسلم شيئاً قط بيده ولا امرءة ولا خادما الا ان يجاهد فى سبيل الله وما نيل منه شئ قط فينتقم من صاحبه الا ان ينتهک شئی من محارم الله فينتقم لله (رواہ مسلم)

"حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی کسی چیز کو اپنے ہاتھ سے نہیں مارا۔ عورت اور خادم کو بھی نہیں مارا علاوہ اس صورت کے جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم خدا کی راہ میں جہاد کرتے۔ اور کبھی ایسا نہیں ہوا کہ کسی فرد کی طرف سے آپ کو تکلیف پہنچی ہو اور آپ نے اذیت دینے والے شخص سے انتقام لیا ہو، البتہ اگر خدا کی حرام کی گئی کسی چیز کا کوئی ارتکاب کرتا تو اسے اس کی سزا دیتے (درگزر اور معافی کا سوال بھی پیدا نہ ہوتا)

عدل نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ایک نادر واقعہ

ایک دفعہ ایک معزز خاندان کی عورت نے چوری کی۔ جس کی سزا میں اس کے ہاتھ کاٹنے کا حکم فرمایا۔ چوری کرنے والی کے عزیز واقارب حضرت عائشہؓ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ہاتھ نہ کاٹنے کی سفارش کرنے لگے جس کے جواب میں رحمت دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر میری بیٹی یہ کام جس کو اللہ نے حرام قرار دیا ہے کر جاتی میں اس کیلئے اللہ کی

طرف سے مقرر کردہ اسی سزا کا حکم دیتا تو اس جرم کرنے والی کی سزا کو کس طرح ختم کردوں

زبان کا استعمال حیثیت واہمیت

انسانی جسم جو لاتعداد اعضاء پر مشتمل ہے اس میں انسان کی زبان کو اہم حیثیت حاصل ہے۔ اگر کسی کو ایک شخص کے خوش خلقی یا بدخلقی کے علم حاصل ہونے کا شوق ہو تو معمولی علم وشعور والا آدمی زبان کے انداز گفتگو سے فوراً سمجھ جاتا ہے کہ یہ آرے اور درانتی کی طرح چلنے والی زبان جس شخص کی ہے وہ اخلاق کے کس معیار پر فائز ہے؟ یہی زبان انسان کو جنت پہنچانے کا بھی اہم ذریعہ اور جہنم کی اندھی گہرائیوں تک رسائی بھی اسی کے ذریعہ ہوسکتی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس اہم عضو یعنی زبان کو کیسے استعمال فرمایا۔ حضرت انسؓ کے زبانی سنیں

وعن انس قال لم یکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فاحشا ولا لعانا ولا سبابا کان یقول عند المعتبة ماله ترب جبینه (رواہ البخاری)

''حضرت انسؓ سے منقول ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نہ تو فحش گو تھے نہ لعنت کرنے والے اور نہ بدکلام تھے جب کسی کے (غیر پسندیدہ حرکت پر) آپ غصہ ہو جاتے صرف یہی فرماتے اس کی پیشانی خاک آلود ہو۔

نبی لعنت کے لئے نہیں رحمت کے لئے آتا ہے

ایک موقع پر سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے کافروں کے حق میں بددعا فرمانے کی درخواست کی گئی جس کے جواب میں قربان جائیں سراپائے رحمت وشفقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مجھے لوگوں پر لعنت کرنے والے کی حیثیت سے نہیں بھیجا گیا بلکہ عالمین کے لئے رحمت بنا کر بھیجا گیا ہوں۔

رب العالمین نے ہمارے لئے ایسا بے مثل نمونہ مبعوث فرما کر اس کی اتباع کا حکم دیا اور ہم ہیں کہ ماسوائے چند گھنٹے سونے کے جس میں ہم سے ہمارا اپنا اختیار سلب ہو جاتا ہے سارا زور کلام غلیظ ترین گالیاں، شرم وحیا سے عاری باتیں، عزت دار اور اخلاق حسنہ سے مالا مال اشخاص

کی بےعزتی، غیبت میں خرچ کرنا اپنی ڈیوٹی اور دنیا میں آنے کی غرض سمجھ بیٹھے ہیں۔ کیا ہم نے کبھی غوروفکر کیا ہے کہ جس نبی رحمت کی محبت کے دعوے کر رہے ہیں۔

زہر کھلانے والوں کو معاف کردیا

انکے اس صفت عفو ودرگزر اپنایا ہے ان کی تو حالت یہ ہے کہ ایک یہودی عورت جو خیبر کی رہنے والی تھی حضور صلی اللہ علیہ وسلمکے کھانے میں ایسا خطرناک زہر ملا کر کھلانے کی کوشش کی کہ صرف نوالہ منہ میں رکھا تھا کہ اسی زہر کا اثر دنیا سے رخصت ہوتے وقت تک موجود رہا۔ بعض مفسرین وبزرگوں کے قول کے اللہ تعالیٰ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلمکے شوق شہادت کی تکمیل کرتے ہوئے اسی زہر کے اثر دنیا سے پردہ فرما گئے۔ اوراللہ تعالیٰ نے ''واللہ یعصمک من الناس(کہ اللہ تعالیٰ آپ کو انسانوں کے ہاتھ مارنے سے محفوظ رکھے گا) کی تکمیل بھی فرمادی۔ جن صحابہؓ نے اس زہریلے گوشت کا ایک نوالہ کھایا وہ شہید ہوئے۔ آنحضرتصلی اللہ علیہ وسلمکو وحی کے ذریعہ قتل کی سازش کا معلوم ہوکر نوالہ منہ سے نکال دیا۔ ایسے سازشی اور اقدام قتل کرنے والی بدطینت عورت سے بدلہ لینے کی خاطر آپ نے ذاتی انتقام لینا تو دور کی بات بلکہ اسے معاف فرمادیا۔ اگر چہ روایات میں ہے کہ اس بدکردار عورت کو قصاص میں قتل کردیا گیا مگر اسکی وجہ حضور صلی اللہ علیہ وسلمکو تکلیف پہنچانا نہ تھا بلکہ جو صحابہؓ زہریلے گوشت سے شہید ہوئے تھے انکے قصاص کے طور پر اس عورت کا قتل ہوا۔

فتح مکہ عفوورحمت کا مظاہرہ

محترم ساتھیو! مختلف مواقع پر آپ علماء واعظین سے وہ دردناک اور اذیت سے بھرپور واقعات اور مظالم سنتے رہتے ہیں جن کا سامنا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مکہ کے تیرہ سالہ زندگی میں قریش مکہ کی طرف سے کرنا پڑا، ظلم وستم کے تمام انواع واقسام محبوب خدا صلی اللہ علیہ وسلم پر انہوں نے آزمائے مگر چٹان سے بھی مضبوط عزم کیساتھ آپ ثابت قدم رہے۔ جب فتح

مکہ ہوااور اسلامی فوج کا جھنڈا مشہور صحابی حضرت سعدؓ جو انصاری تھے نے اٹھا رکھا تھا۔ حضرت سعدؓ کے منہ سے فتح کے موقع الیوم یوم الملحمہ ''آج لڑائی اور جنگ کا دن ہے'' صحابہ کلھم عدول کے مطابق ہر صحابی عادل اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے صفات و اخلاق حمیدہ کا حامل تھا۔ مگر اس جملہ سے شائبہ پیدا ہو سکتا تھا جس سے کوئی یہ سمجھے کہ آج جب فتح کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم فاتحانہ انداز میں جو عجز و انکساری اور اللہ تعالیٰ کے شکر پر مشتمل تھی داخل مکہ ہوئے۔ تمام مجرم جنہوں نے ایک لمبے عرصے تک حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور انکے مسلمان ساتھیوں پر مظالم کے پہاڑ ڈھائے' قیدیوں کی صورت میں موجود تھے اپنے سپہ سالار یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک معمولی اشارے سے عفو و درگزر غالب رہی ان تمام کفاروں کو معاف کرنے کا اعلان فرمایا۔

تلوار نہیں اخلاق کی

محسن انسانیت صلی اللہ علیہ وسلم کا سلوک اور رویہ تو بدترین دشمن کے ساتھ ایسا ہے اور ہمارا انفرادی ہو یا اجتماعی' معمولی دشمن کے ساتھ رویہ اپنے آپ کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا امتی کہنا امتی کی توہین ہے کسی کی نامناسب بات پر ایسا لگتا ہے کہ ان کا آپس میں صدیوں کی ایسی دشمنی ہے جیسے ان کے درمیان قتل مقاتلہ ہو چکا ہو۔ اپنے مخالف کی تکلیف پر خوشی منانے کو نعمت غیر مترقبہ سمجھتے ہیں۔ اپنے مسلمان بھائی جس کے وقتی ناراضگی اس پر اگر چھوٹا سا غلبہ حاصل ہو تو آپے سے باہر ہو جاتے ہیں۔ اگر کسی مسلمان گروہ کو دوسرے گروہ پر غالب آنے کا موقع ملے تو خوشی کے اظہار کے لئے اخلاق تو کیا شریعت و مذہب کے حدود کو پامال کرنے سے بھی دریغ نہیں کرتے۔ کوشش ہوتی ہے کہ اپنے مسلمان بھائی اذیت کو پہنچا کر اس کا جینا دوبھر کر دیں۔ اور ہمارے آقا و مرشد صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں دشمن کو ایسا سبق دینے کا درس دے رہے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب طائف کا محاصرہ چھوڑ کر واپس روانہ ہونے لگے۔ صحابہ نے عرض کیا کہ حضور ان کے لئے بددعا فرمائیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ دعا فرمائی۔ اللھم اھد ثقیفا وات بھم ''ثقیف (قبیلہ) کو ہدایت دے اور ان کو میرے پاس بھیج۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم محبوب کبریا تھے ان

کی دعا یقیناً قبول ہوئی تھی۔ جو قبیلہ تلوار کے زور سر نڈر نہیں ہو رہی تھی' حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق حسنہ اور دعا کے طفیل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے اور اسلام کے سامنے گردن نہاد ہوئے۔ آقائے نامدار صلی اللہ علیہ وسلم کے حلم' درگزر اور بردباری کے واقعات و فرمودات مزید بیان کرنا چاہوں۔ تو مہینے کیا سال بھی ان کے احاطہ کے لئے ناکافی ہے۔ حسن اخلاق کا مظاہرہ غریبوں' ناداروں کے ساتھ سلوک سے بھی ہوتا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے دونوں طبقے مسلمانوں کے موجود تھے۔ غریب و نادار بھی تھے اور صاحب ثروت بھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم دونوں کو ایک ہی درجہ و مقام دیتے بلکہ غریبوں سے اس انداز میں پیش آتے کہ ان کے اذہان میں دولت سے محرومی کا احساس کمتری پیدا نہ ہو۔

اخلاق نبوی کی ایک جھلک

عبداللہ بن ابی اوفیٰؓ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے غریبوں اور معاشرہ میں کم درجہ سمجھنے والوں کے ساتھ سلوک کا ذکر فرماتے ہوئے گویا ہیں:

وعن عبداللہ بن ابی اوفیٰؓ قال كان رسول الله صلى الله عليه وسلم يكثر الذكر ويقل اللغو ويطيل الصلوة ويقصر الخطبة ولايانف ان يمشى مع الارملة والمسكين فيقضى له الحاجة (رواہ نسائی)

''حضرت عبداللہ بن ابی اوفیٰؓ (حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بارہ میں) عرض کر رہے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ذکر میں اکثر مشغول رہتے۔ بیکار اور فضول باتوں سے احتراز فرماتے۔ نماز طویل اور خطاب مختصر فرماتے۔ بیوہ اور مسکین کے ساتھ چلنے میں کوئی عار محسوس نہ کرتے۔ حتیٰ کہ ان کی جو حاجت ہوتی پوری کر دیتے۔''

وقت کی کمی کی وجہ سے ذکر کردہ حدیث میں حضور صلی اللہ علیہ وسلمکے حسن اخلاق کے سلسلہ میں جن اوصاف و معمولات کا ذکر ہے اور جنہیں ہمیں مشعل راہ بھی بنانا چاہیے اس کے برعکس ہمارا کیا کردار ہے وہ میں آپ پر چھوڑتا ہوں۔ اگر زندگی رہی انشاء اللہ اگلے جمعہ اخلاق

حسنہ کے سلسلہ میں جسے ہم نے بالکل بھلا دیا ہے مزید ذکر کرنے کی کوشش کروں گا۔

رب العزت مجھے اور آپ سب کو آنخضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بتائے ہوئے راہ پر چل کر اپنے قول وفعل، حرکات اور سکنات میں اخلاق نبوی صلی اللہ علیہ وسلم پیدا کرنے کی توفیق نصیف فرماویں۔آمین۔

اخلاق حسنہ اور ہمارا کردار

(۲)

نحمده ونصلی ونسلم علی رسوله الکریم اما بعد:فاعوذبالله من الشیطٰن الرجیم بسم الله الرحمن الرحیم وعبادالرحمن الذین یمشون علی الارض واذاخاطبهم الجاهلون قالوا سلاما (سورۃ الفرقان)

''اور رحمٰن کے بندے وہ ہیں جو زمین پر دبے پاؤں چلتے ہیں اور جب بات کرنے لگیں ان سے ناسمجھ لوگ تو کہیں صاحب سلامت''

عن عائشہؓ قالت سمعت رسول الله صلی الله علیه وسلم ان المؤمن لیدرک بحسن خُلقِه درجة الصائم القائم(رواه ابو داؤد)

''حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: کہ میں نے آنخضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا کہ مومن اپنے بہترین اخلاق کیوجہ سے (دن کو) روزہ رکھنے والے اور رات بھر عبادت کرنے والے کے

مقام کو پالیتا ہے“

اخلاق حسنہ کی تعلیم

محترم سامعین !ہر عمل کی بنیاد اخلاق ہوتے ہیں۔جیسے اندرونی مادہ میں اخلاق ہونگیں۔ظاہری عمل انہی اخلاق کے مطابق ہونگے اگر بنیاد یعنی اخلاق پاکیزہ ہوں تو جن اعمال کا اظہار ہوگا وہ بھی پاکی اور صفائی کی صفت سے مالا مال ہونگیں۔حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب دنیا میں تشریف لائے تو مخاطبین کو تعلیم کے ساتھ ساتھ ان کے اخلاق کو صحیح سمت پر آمادہ کرنے کے لئے دن رات مساعی فرماتے۔سب سے پہلے خود عمل فرما کر جہلائے عرب کیلئے اعلی ترین ماڈل بن گئے،پھر زبان سے جس حکم کا اظہار فرماتے اور جیسے عمل کرتے دیکھنے والوں نے اسی فعل وقول اور اخلاق حسنہ کو اپنے لئے مشعل راہ بنایا۔

سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کا خلقِ عظیم

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حکیمانہ اور مشفقانہ تعلیم ہی کا نتیجہ تھا کہ ان کا پختہ عقیدہ بن گیا جیسے اخلاق ہونگے اسی کے مطابق اعمال ہونگے۔کفر وگمراہی کے دور میں اخلاق برے تھے تو اعمال بھی گناہوں سے بھرپور،رحمت دوعالم نے نہ صرف نبوت کے منصب سنبھالنے سے پہلے بلکہ مبعوث ہونے کے بعد اخلاق درست فرمائے تو اعمال بھی نہ صرف ان کیلئے بلکہ پورے امت کیلئے راہنما اصول کی حیثیت اختیار کر گئے۔اکثر آپ کے سامنے علماء وخطباء ”اخلاق محمدی صلی اللہ علیہ وسلم“ کے موضوع پر مختلف جہات سے وعظ فرماتے رہتے ہیں غرض یہ ہوتا ہے کہ امت کو معلوم ہو جائے کہ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کس خلق عظیم کا مظاہرہ اپنوں اور غیروں سے فرمایا کرتے تھے اسی کو اپنا کر موجودہ مشکلات تفرقہ بازی اور لامتناہی آفتوں سے نجات حاصل کر سکتے ہیں۔اخلاق تک پہنچانے والا سیدھا راستہ وہی ہے جس پر محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم نے چل کر امت کیلئے اخلاق ربانی واعمال صالحہ کے ایسے مثال قائم کئے جن کا نظیر رہتی دنیا تک ملنا ناممکن ہے۔

متانت واعتدال

مسلمان کی اس ایک ہی صفت جس کا ذکر ابتدائی تلاوت کردہ آیت کریمہ میں کیا گیا کہ رحمان کے برگزیدہ بندے وہ ہیں کہ ان کے چال ڈھال میں عجز وانکساری متانت اور بے تکلفی موجود ہو۔قارون کی طرح اکڑ کر تکبرانہ انداز سے روئے زمین پر نہیں چلتے جیسے کہ آج کل اہل ثروت اور نشۂ عہدہ واقتدار میں مست لوگوں کا وطیرہ ہے اور اگر کہیں جہلاء سے واسطہ پڑ جائے تو ان کے عامیانہ اور جاہلانہ قول وفعل کا جواب جاہلانہ انداز میں دینے کے بجائے نرم الفاظ میں دے کر ایسے لوگوں کے ملنے ہی سے احتراز کرتے۔اسی اعلیٰ ترین خصوصیت کا ذکر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے گفتار وکردار میں کثرت سے موجود ہے۔سینہ نکال کر متکبرین کی طرح چلنے کے بجائے جھک کر عاجزانہ شکل میں زمیں پر گامزن رہتے۔حضرت علی کرم اللہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے شکل وصورت اور ساخت بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔ **اذامشی تکفأ تکفؤا کا نما ینحط من صبب** الخ ''جب امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم راستہ پر چلتے آگے کو جھک کر رفتار کا سلسلہ جاری رکھتے'' تشریح کرنے والوں نے لفظ تکفؤ کے کئی معنی ذکر کئے جن میں ایک مفہوم یہی بھی ہے اگر چہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اخلاق حسنہ کے ایسے جامع تھے جن پر تمام معنوں کا اطلاق ہوتا ہے۔سینہ تان کر زمین پر چلنا ان کے انکساری اور تواضع کے خلاف ہیئت تھی جس پر کبھی بھی عمل پیرا نہ رہے۔اگر آج ایک شخص سینہ نکال کر شیطانی تکبر کا راستہ اختیار کرے تو مالک الملک جل جلالہ کے فرمان کے مطابق اس کا سر آسمان تک پہنچ سکتا ہے اور نہ زمین کو چیر سکتا ہے انجام کار ذلت اور رسوائی حاصل کر کے قارون کا مرتبہ حاصل کر لیتا ہے۔جو اس جاہلانہ انداز کیوجہ سے خود اور اپنے مال سمیت زمین میں دھنس کر اونچا جانے کے بجائے مسلسل زمین کے اندر پہنچنے کے جانب رواں دواں ہے۔اگر اخلاق متکبرانہ ہوں اور ہماری تمنا جنت کا حصول ہو تو کانٹے بو کر اس سے پھل اور میوہ جات حاصل کرنے کی توقع رکھنا حماقت ہی ہے۔

عاجزانہ افتادِ طبع اور گھر کا کام کاج

ارشادنبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے:

.وعن ابن مسعودؓ قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم لايدخل النارمن كان فى قلبه مثقال حبة خردل من ايمان ولايدخل الجنة احد فى قلبه مثقال حبة خردل من كبرياء(رواہ مسلم)

''حضرت عبداللہ بن مسعودؓ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کر رہے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص کے دل میں رائی کے دانہ کے برابر ایمان کے ثمرات موجود ہوں (ہمیشہ کیلئے) جہنم میں داخل نہ ہوگا اور جس شخص کے دل میں رائی کے دانہ کے برابر تکبر ہو (جب تک تکبر سے پاک وصاف نہ ہو) جنت میں داخل نہ ہوگا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا مرتبہ ومقام مخلوقات میں سب سے اعلی وبرتر ہے مگر اتراہٹ اور بڑائی سے اتنے دور رہے کہ گھر کے کام کاج اپنے مبارک ہاتھوں سے کرتے روایت ہے۔

وعن الاسودؓ قال سألت عائشةؓ ماكان النبى صلى الله عليه وسلم يصنع فى بيته قالت كان يكون فى محنة اهله تعنى خدمة اهله فاذاحضرت الصلوة خرج الى الصلوة(رواہ البخاری)

''حضرت اسود نے حضرت عائشہ سے پوچھا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم گھر میں کیا کیا کرتے تھے تو انہوں نے فرمایا: حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنے گھر میں گھریلو امور کرتے تھے۔ جب نماز کا وقت ہوجاتا سب کام کاج چھوڑ کر نماز پڑھنے کے لئے تشریف لیجاتے''

ہم میں سے کتنے ہیں جو آج اپنے قائد اور مرشد اعظم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس سنت پر عمل کر کے ان کے اخلاق مبارکہ کا خواہاں ہو۔ اکثر اپنے آپ کو غیر تمند اور بارعب ظاہر کرنے گھریلو کاموں میں اہل وعیال کا ہاتھ بٹانا جاہلانہ اور غیر شرعی غیرت اور مردانگی کے خلاف سمجھتے ہیں۔ جو کہ خلاصۂ دینی تعلیمات سے غفلت اور ناسمجھی ہی کا نتیجہ ہے جسے بے غیرتی اسلام میں سمجھنا چاہیئے آج کے رسم ورواج میں اسے غیرت کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ اور جہاں غیرت کا موقع ہوا سے بے غیرتی سے تعبیر کر کے باعث فخر سمجھا جاتا ہے۔

تہذیب واخلاق کی ایک عمدہ مثال

اللہ ورسول کے دشمن پیغمبر کے خلاف جس طرح گندی زبان استعمال کرتے حضور صلی اللہ علیہ وسلم بطور بدلہ وہ نامناسب لفظ بھی زبان پر نہ لاتے تا کہ اس غیر اخلاقی گفتگو میں ان کے ساتھ مشارکت نہ ہو۔حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے: کہ

وعن عائشہ ؓ قال استأذن رهط من اليهود على النبى صلى الله عليه وسلم فقالو السّام عليكم فقلت بل عليكم السّام واللعنة فقال ياعائشة ان الله رفيق يحب الرفق فى الامر كله قلت اولم تسمع ماقالوا قال قدقلت عليكم الخ (رواه البخاری ومسلم)

''حضرت عائشہ روایت کررہی ہیں کہ ایک دفعہ یہودیوں کے ایک وفد نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضری کی اجازت مانگی (اجازت دی گئی) جب حاضر ہوے (تو السلام علیکم کی جگہ اسام علیکم کہا جس کے معنی ہیں کہ تمہیں موت آئے) تو میں نے (یعنی عائشہؓ نے) کہا بلکہ تم کو موت اور لعنت آئے۔رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے عائشہؓ! رب العالمین محبت ونرمی کرنے والا اور ہر کام میں محبت ونرمی چاہتا ہے۔میں (عائشہ) نے کہا آپ نے سنا نہیں انہوں نے سلام کی بجائے موت کی بددعا دی امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں نے ان کی بات سنی اور (ان کے جواب میں کہا) وعلیکم یعنی تم پر یہی بددعا صادق آئے اور ایک روایت میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہؓ کو فرمایا: تم بے ہودہ، قابل مذمت باتیں کرنے والی مت بنو کیونکہ اللہ تعالی غیر مہذب اور اخلاق سے عاری باتوں کو پسند نہیں فرماتے۔

نبوی حلم ودرگذر

محترم حضرات! دیکھئے ایک طرف اسلام دشمن افراد جو گالی گلوچ اور غیر شائستہ افعال و اقوال، ہتک وتوہین پر مشتمل سلوک اپنا استحقاق سمجھتے ہیں۔دوسرے جانب سراپائے رحمت محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں کہ کسی موقع پر بھی طیش میں آکر بدکلامی کرنے والے کے طرح غیر اخلاقی زبان درازی نہیں کرتے بلکہ ایسے غضب ناک موقع پر بھی حلم، بردباری اور بہترین اخلاق کا مظاہرہ

کر کے امت کیلئے اسی قسم کے اخلاق اپنانے کی راہنمائی فرمائی۔احادیث کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ جوبات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو پسند نہ آتی اس سے تغافل فرما کر ٹال دیتے۔اسی حلم،درگزر،خوش خلقی اور چشم پوشی کا نتیجہ تھا کہ سخت اور مشدد مخالفین جو بارگاہ رسالت کی تعظیم اورادب کوملحوظ خاطر رکھنے کے قطعاً روادار نہ تھے۔حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حسن اخلاق سے متاثر ہوکر مسلمان ہونے کے شرف سے مالا مال ہوئے۔

پرندوں پرشفقت

نرم خوئی اوررفق توان کی ایسی صفت تھی جوصرف انسانوں تک محدود نہ تھی بلکہ پرندے، چرندے بھی ان اوصاف سے فیض یاب ہوتے۔روایات میں ہے کہ ایک شخص نے ایک چڑیا کے گھونسلے سے انڈے اٹھالئے چڑیا حضور صلی اللہ علیہ وسلمکے سامنے اپنے طریقے کے مطابق فریاد کرنے لگی۔آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلمنے انڈے اٹھانے والے صحابی کو بلا کر گھونسلے میں واپس رکھنے کا حکم دیا۔انڈے رکھتے ہی چڑیا کوسکون مل کرواپس ہوئی۔۔

گلے میں پھنداڈالنے والے کوبھی نوازدیا

بداخلاقی کے جواب میں خوش اخلاقی سے پیش آنا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے کمال ضبط وتحمل کی دلیل ہے حضرت انس خادم نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر کرتے ہوئے واقعہ بیان کررہے ہیں کہ ایک مرتبہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ چل رہاتھا۔اس وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک جسم پر یمن کے نجران شہر کی بنی ہوئی چادرتھی،جسکے کنارے موٹے اورسخت تھے۔ایک دیہاتی نے آکر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے چادرکوپکڑکرزوردارطریقے سے کھینچا۔آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کھچ کراس کے سینہ سے لگ گئے۔حضرت انسؓ کہتے ہیں کہ اتنے زور سے دیہاتی نے چادر کھینچا کہ چادر کے سخت حاشیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے گردن مبارک سے اس سختی اوررگڑ سے زخمی ہونے کے قریب ہوکرگردن پر چادر کے کناروں کے نشان پڑگئے، پھر شان نبوت کا ادب اوررعایت کئے بغیروہ دیہاتی کہنے لگا۔اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم تمہارے پاس اللہ تعالیٰ کا جو مال ہے اسمیں سے کچھ مجھ کودیدو۔شفیع المذنبین

صلی اللہ علیہ وسلم نے حیرت کے ساتھ اس کی طرف دیکھا اور پھر لطف ونرمی جو ہمیشہ غالب رہی مسکرا کر اس دیہاتی کو کچھ دینے کا حکم فرمایا۔

اعلیٰ اخلاق کا نمونۂ کامل

محترم حاضرین! دنیا میں بے شمار اخلاق کے علم بردار اور معلمین پیدا ہوئے۔ جن میں انبیاء ورسول بھی تھے، دانشور وحکماء بھی، ضخیم اور بے شمار جلدوں پر مشتمل تصانیف ونظریات بھی دنیا کو پیش کیا۔ مگر رحمت دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کا ان تمام معلمین اخلاق میں مقام کچھ اور ہی ہے سب سے اعلیٰ وبلند ہے۔ ان کی حیات طیبہ نہ صرف نمازوں اور عبادت گذاروں کے لئے نمونہ تھی بلکہ اسلامی تعلیمات کی روشنی میں جتنے حقوق وفرائض کی ادائیگی انسان پر لازم کردی گئی ہر ایک عمل میں انصاف وعدل کا دامن مضبوطی سے تھامے رہا، جن پر عمل کرنے سے نہ صرف مسلمان بلکہ پوری انسانیت کو سکون واطمینان پیدا کرنے والا انقلاب رونما ہوسکتا ہے اخلاق کو صرف ترحم، شفقت اور تواضع تک محدود رکھنا کم علمی کا ثبوت ہے کیونکہ زندگی کے شعبوں اپنا ہو یا غیر، دشمن ودوست چھوٹے بڑے، مالدار، مفلس، طاقتور وکمزور، مرد وعورت، جلوت وخلوت اور حالت امن وجنگ الغرض ہر شعبہ زندگی میں اخلاق کو بروئے کار لانا ایک اعلی اخلاق کے حامل فرد کیلئے ضروری ہے۔

ایفاء عہد

کسی سے وعدہ کرکے اس کا ایفاء کرنا اخلاق کے حسن کی گواہی ہے وعدہ خلافی کرنے والے کو اللہ تعالیٰ ورسول صلی اللہ علیہ وسلم اور معاشرہ بد اخلاق کے نام سے پکارتے ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم میں وعدہ کو تکمیل کرنے کی صفت بدرجہ اتم موجود تھی مسلمان تو ماننے والے تھے حتی کہ دشمن وکفار بھی اسکے معترف تھے۔ ایفاء عہد کی خاطر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا تکلیف برداشت کرنے کا واقعہ حضرت عبداللہ بن ابی الحسماءؓ کے زبانی سن لیجئے عبداللہؓ روایت کرتے ہیں کہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سودا کرکے کوئی چیز خریدی، کچھ ادائیگی کردی اور باقی حصہ اسی جگہ ایک مقررہ وقت بتایا کہ حاضر ہوکر ادا کرونگا۔ میں وعدہ بھول گیا۔ تیسرے دن حضور صلی

اللہ علیہ وسلم سے کیا ہوا وعدہ یاد آ کر اسی مقررہ جگہ بقیہ رقم کی ادائیگی کے لئے میں حاضر ہوا کیا دیکھتا ہوں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اسی جگہ تشریف فرما ہیں مجھے دیکھ کر صرف اتنا فرمایا: تم نے مجھے بہت بڑی زحمت میں مبتلا کر دیا۔ میں حسب وعدہ تین دن اسی جگہ تمہارا انتظار کر رہا ہوں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے وعدہ پورا کرنے کے اس واقعہ بیان کرنے پر اکتفا وقت کی کمی کی وجہ سے کر رہا ہوں۔ ورنہ اس موضوع پر اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے واقعات سنانا شروع ہو تو وقت کا ایک بڑا حصہ بھی اس کیلئے کم ہوگا۔

اخلاص نبوی حضرت خدیجہؓ کی زبانی

کمزور و ناتواں کی مدد کرنے کو بھی عبادات اور اللہ کی خوشنودی میں اہم درجہ حاصل ہے۔ اور یہ خلق عظیم بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت میں آپ کے معمولات میں سے اہم معمول تھا۔ اس خاصیت کا ذکر حضرت عائشہؓ کی ایک طویل حدیث (جب ابتدائی وحی آئی) میں موجود ہے کہ جب غار حرا میں جبرائیل آنحضرت کے پاس وحی لے کر پڑھنے کا عرض کیا۔ آپ نے پڑھنے پر قادر نہ ہونے کا فرمایا تو حضرت جبرائیل نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے سینے سے لگا کر خوب زور دیا۔ یہ سلسلہ تین دفعہ جاری رہا۔ جس سے آنحضرت کو کچھ تکلیف بھی ہوئی اس کے بعد جب پڑھنے کا کہا۔ ابتداء جمہور علماء کے نزدیک سورۃ اقراء سے کی۔ فرشتہ رخصت ہونے کے بعد گھر تشریف لائے وحی کی رعب اور شدت کی وجہ سے سخت خوفزدہ‘ دل و بدن کانپ رہا تھا‘ بخار کے ساتھ یہ کیفیت لاحق رہی سردی لگ رہی تھی جیسے کہ بعض اوقات بخار میں ہوتا ہے۔ جب سکون و اطمینان سے ہوئے‘ حضرت خدیجہؓ کو تمام واقعہ سنا دیا۔ انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی دی کہ آپ نہ گھبرائیں اللہ تعالیٰ آپ کو کبھی مایوس نہ فرمائیں گے۔ پھر حضرت خدیجہؓ نے آپ کے اعلیٰ اخلاق اور معاملات کا ذکر شروع کر دیا جن میں سے چند یہ ہیں کہ

انک لتصل الرحم وتصدق الحدیث وتحمل الکل وتکسب المعدوم وتقری الضیف وتعین علی نوائب الحق الخ

"آپ رشتہ داروں سے حسن سلوک کرتے ہیں۔آپ کبھی کسی سے جھوٹ نہیں بولتے آپ دوسروں کا بوجھ اٹھاتے ہیں۔آپ غریبوں اور فقراء پر خرچ کرتے ہیں آپ مہمانوں کی خاطر مدارات کرتے ہیں اور آپ لوگوں کے ساتھ ان کے حقیقی مشکلات اور حادثات میں مدد کرتے ہیں (اگر چہ ان کا معاملہ آپ کے ساتھ آپ کے معاملہ کے برعکس تعلق کے انقطاع اور بدسلوکی کا ہوتا ہے"

خادم کی بکریوں کا دودھ دوھنا

انہی خلق حسنہ کی وجہ سے صحابی حضرت حباب بن ارتؓ جب رحمت دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم پر جہاد کے لئے گئے۔گھر میں خانہ داری امور سنبھالنے کے لئے اور کوئی مرد نہ تھا۔گھر میں موجود مستورات کو دودھ دوھنے کا طریقہ معلوم نہ تھا۔یہی تحمل الکل کا مجسم یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم بذات خود روزانہ ان کے گھر جا کر دودھ دوھا کرتے تھے۔آج دنیا کے وہ لوگ جو اسلام کے دشمن اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حیاۃ طیبہ سے ناواقف ہیں اعلیٰ اخلاق کے لئے نمونہ اپنے خود ساختہ علمبرداروں' لینن' سٹالن اور مازوے تنگ وغیرہ کے اعمال ناموں کو بطور نمونہ پیش کرتے ہیں۔تو کیا ان کے ان نام نہاد اخلاق کے داعیوں میں سے کسی ایک میں یہ خوبی موجود ہے۔ ہمارے آقا کا مزاج تو یہ ہے کہ نماز شروع کررہے ہیں۔ایک دیہاتی نے آ کر آپ کا دامن پکڑا۔کہا میرا تھوڑا سا کام رہ گیا ہے۔پہلے اسے تکمیل تک پہنچا دو کہیں میں بھول نہ جاؤں۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی وقت نماز پڑھنا ترک کر کے اس بدو کے ساتھ مسجد سے باہر جا کر اس کا کام مکمل کرنے کے بعد واپس آ کر نماز ادا کی۔

اضیاف کی خاطر و مدارات

امام غزالیؒ کے قول کے مطابق انسان کا تمام اخلاق ذمیمہ سے پاک ہونا ہی حسن خلق کہلاتا ہے، جب تک انسان کی تمام باطنی وظاہری احوال تعریف کے قابل اور پسندیدہ نہ ہوں اس وقت تک یہ نہیں کہا جاسکتا کہ فلاں شخص اخلاق حسنہ کا مالک ہے۔اخلاق حسنہ کی ایک خصلت نو وارد جسے مہمان کہا جاتا ہے اکرام کرنا' اسی اعزاز و اکرام سے معلوم ہوجاتا ہے کہ اخلاق کے کس

مقام پر فائز ہے؟ بخیل شخص مہمان کو دیکھ کر اس کے پیشانی پر بارہ بج جاتے ہیں' آنے والا شخص میزبان کے حرکات وسکنات سے محسوس کر لیتا ہے اس کے پاس میرا آنا کتنا بھاری ثابت ہوا اس کے برعکس سخاوت جو کہ اعلیٰ اخلاق کی نشانی ہے جس میں یہ صفت ہو مہمان کو دیکھ کر اپنے آنکھ اور ابرو بچھانے کے لئے تیار ہو کر مہمان کی آمد پر خوشی سے سرشار ہوتا ہے۔ وہ اسے روئے زمین پر سب سے پہلے مہمان کی اعزاز واکرام کرنے والے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی پیروی کرنا اپنے لئے باعث سعادت سمجھ کر اپنے استطاعت کے مطابق سب کچھ پیش کرنے کے لئے کمربستہ ہوجاتا ہے۔ ابراہیمؑ کے نسبی اور روحانی اولاد میں محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اپنے دادا کی یہی خصلت بھی بدرجہ اتم موجود تھی۔ جنہوں نے اپنی امت اور قیامت تک آنے والے مسلمانوں کو اپنے عمل اور احکامات سے ثابت کر دیا کہ اپنی سیرت میں اس خوبی کو شامل کرنا مسلمان کے لئے لوازمات دین میں سے ہے کہیں ارشاد فرمایا:

عن ابی ہریرةؓ قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم من کان یؤمن باالله والیوم الاخر فلیکرم ضیفه الخ (رواه بخاری ومسلم)

''حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص قیامت او رروز قیامت پر ایمان رکھتا ہے۔ اس کو چاہیے کہ اپنے مہمان کی خاطر مدارت کرے۔''

اور دوسری جگہ ارشاد فرمایا:

عن المقدام بن معد یکربؓ انه سمع النبی صلی الله علیه وسلم یقول ایمامسلم ضاف قوماً فاصبح محروماً کان حقا علی کل مسلم نصره' حتی یاخذله' بقراه من ماله وزرعه (رواه الدارمی)

''حضرت مقدام ابن معدیکربؓ روایت کر رہے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کہ جو شخص کسی قوم کے ہاں مہمان ہوا اور (میزبانی نہ کرنے کی وجہ سے) اس نے محرومی کی حالت میں صبح کی تو ہر مسلمان کے لئے یہ ضروری ہوگا کہ اسکی مدد کرے یہاں تک کہ اس میزبان سے اس کے مہمانی کے مقدار وصول کرے خواہ اس کے مال اور کھیتی باڑی سے کیوں نہ ہو''

ضیافت میں انتقام نہیں انعام دینا چاہیے

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تو رحمت، شفقت اور درگزر کے حسین پیکر اور نمونہ تھے میزبانی نہ کرنے والے سے بھی حسن اخلاق وسلوک کی تلقین فرمائی۔ قربان جائیں اس مشفق و مہربان سے جس کا یہ فرمان ہے:

عن ابی الاحوص الجشمیؓ عن ابیہ قال قلت یا رسول اللہ ارأیت ان مررت برجل فلم یقرنی ولم یضفنی ثم مربی بعدذلک اقریہ ام لاا جزیہ قال بل اقرہ (رواہ الترمذی)

''حضرت ابوالاحوص جشمیؓ اپنے والد سے روایت کر رہے ہیں کہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے خدمت میں کہا یارسول اللہ! اگر میں کسی شخص کے پاس مہمان بنوں اور وہ میری میزبانی (کا حق ادا) نہ کرے اور پھر اس کا آنا میرے یہاں ہو تو اس کی مہمان نوازی کروں یا بطور بدلہ میں بھی وہی سلوک کروں جو اس نے کیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بلکہ اس کی خاطر مدارت کرو یعنی وہ سلوک نہ کرو جو اس نے تمہارے ساتھ کیا ہے''

محترم حاضرین! یہی اس دین رحمت ورأفت کی خصوصیت ہے، اخلاق حسنہ کا معاملہ یہی ہے کہ اگر کوئی آپکے ساتھ عزت اور شرافت کا انداز اختیار نہ کرے تو تمہیں شرافت اور حسن سیرت کا معاملہ اختیار کرنا ہے۔ برائی کا بدلہ اچھائی سے دینا ہے۔ اگر برائی کا جواب برائی سے دیا تو اس میں کوئی اجر وثواب نہیں، زیادہ سے زیادہ یہ کہا جائے گا کہ جیسے فلاں نے کیا اس کا جواب میں نے بھی اسی طرح دیا۔ کمال واحسان تب ہے کہ اپنے ساتھ برا سلوک کرنے والے کیساتھ میں اچھا برتاؤ کرو۔

مہمان نوازی کی نادر مثالیں

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مہمان نوازی میں مسلمان اور کافر کا فرق نہ تھا۔ روایات میں ہے ایک دفعہ ایک کافر مہمان آیا۔ ایک بکری کا دودھ دوہ کر اسے پلایا جب اس سے اس کے شکم سیری نہ ہوسکی، دوسری بکری کا دودھ پلایا جب تسلی پھر بھی نہ ہوئی۔ تیسری کا یہاں تک کہ سات بکریوں کا دودھ اسے پلایا۔ جب تک مکمل طور پر اس کی بھوک ختم نہ ہوئی پلاتے رہے۔ کئی

دفعہ ایسا بھی ہوا کہ مہمان آیا گھر میں جو کچھ ہوتا وہ سب اسے کھلا پلا دیتے۔اور خود تمام رات خانہء نبوت فاقہ سے گزری۔اس پر اکتفانہ فرماتے راتوں کو بار بار اٹھ کر مہمانوں کی خبر گیری میں مصروف رہتے۔

حسن معاشرت

محترم ساتھیو!اگر کسی فرد کے اخلاق جاننا چاہیں تو اس کی گھریلو زندگی کو دیکھیں۔آج ہم میں سے اکثر دوستوں کے عمل کے دورُخ ہوتے ہیں گھر سے باہر تو بڑا پارسا' اخلاق ورواداری' دیانت' صداقت' امانت اور صبر وتحمل کا نمونہ بن کر دوسروں پر اپنے بزرگی کا سکہ جمانے میں ایڑی چوٹی کا زور لگا تا ہے،مگر گھر کے اندر والی زندگی میں ذکر کردہ صفات اور اخلاق حسنہ کا شائبہ تک موجود نہیں ہوتا۔خاندان کے بڑے چھوٹے' مرد وزن اپنے اہل خانہ سے تعلق ومعاملہ دشمن کے معاملہ سے کم نہیں۔گھر میں داخل ہوتے ہی غیض وغضب' بیوی واولا د سے ہر معاملہ میں نفرت' بے اصولی اور ایک بدترین کردار والے انسان کا ہوتا ہے' ایسا شخص کبھی بھی ایک اعلیٰ کردار والے انسان کے کسوٹی پر پورا نہیں اُتر سکتا۔آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی گھریلو وعوامی زندگی ایک کھلی کتاب جس رحم' شفقت' محبت اور دل داری ودلجوئی کا معاملہ گھر سے باہر ہوتا' گھر کی چاردیواری میں بھی ازواج مطہرات اولاد سے وہی معاملہ ہوتا' ہمیشہ اپنے ازواج مطہرات کیساتھ شریعت کی حدود میں رہ کر حسن معاشرہ کے اعلیٰ ترین نمونے پیش فرمائے تاکہ مسلم معاشرہ بھی ان ہی نمونوں پر گامزن ہوکر ایک بااصول اعلیٰ کردار پر فائز انسان کی حیثیت اور درجہ حاصل کرسکیں۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا حضرت عائشہؓ سے حسن معاشرت

حضرت عائشہ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم بہترین زندگی گزارنے کا ایک واقعہ ذکر فرمارہی ہیں۔

وعن عائشةؓ انها كانت مع رسول الله صلى الله عليه وسلم فى سفر قالت فسابقته ' فسبقته على رجلى فلماحملت اللحم فسابقته' فسبقنى قال هذه بتلك السبقة (رواہ ابی داؤد)

''حضرت عائشہؓ ایک سفر کے دوران حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھیں' حضرت عائشہ نے کہا میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ پیدل دوڑنے میں مقابلہ کیا میں نے ان سے آگے نکل کر سبقت حاصل کر لی (یعنی مقابلہ جیت لیا) (کچھ عرصہ کے بعد) جب میرے بدن کا گوشت بڑھ گیا۔ پھر ہم دونوں میں دوڑنے کا مقابلہ ہوا۔ اس بار آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم آگے نکلے۔ (خفگی اور پیچھے رہ جانے پر میری پریشانی اور دل داری کیلئے فرمایا) پہلے جیت آپ کی تھی اب میں جیت کر معاملہ برابر رہا''

اس سے معلوم کرنا کہ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے ازواج کے ساتھ خوشگوار' مسرت سے بھرپور زندگی گزارنے کیلئے ہر وہ کام جو شریعت کی رو سے جائز ہوا اختیار فرماتے۔ کبھی ان کی جائز معاملات میں حوصلہ شکنی اور بے جا پریشان کرنے کا ارادہ تک بھی نہ فرمایا۔ یہاں یہ یاد رکھیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ مقابلہ شارع عام' مردوں کے درمیان یا سرِ بازار نہ ہوتا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ کوئی شخص ایسا نہیں جو غیر مناسب اور شرع کے خلاف اعمال تو دور کی بات تصور کرنے سے بھی معصوم ومحفوظ ہو۔ آج اگر کوئی مسلمان حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ازواج مطہرات کے ساتھ اس حسن معاشرہ کا مظاہرہ کرنا چاہے تو بالکل کر سکتا ہے۔

اہل وعیال سے حسن سلوک

شرط یہ ہے کہ اسلامی حدود کے اندر ہو غیر محرم کی نظر نہ پڑے۔ اور نہ کسی غیر اخلاقی حرکت کا ارتکاب ہو۔ یہی وہ حسن خلق تھا اپنے اہل وعیال کے ساتھ، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

وعن عائشةؓ قالت قال رسول الله صلى الله عليه وسلم خيركم خيركم لاهله وانا خيركم لاهلى (رواه الترمذى)

''حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم میں سے بہترین شخص وہ ہے جو اپنے بیوی' بچوں' نوکروں اور اعزہ وا قارب کے حق میں بہتر ہو اور میں اپنے اہل وعیال کے حق میں بہتر ہوں''

خلاصہ یہ کہ اگر کوئی آدمی دنیا اور غیروں کی مجالس میں بیٹھتے وقت ہنسی خوشی' پیار ومحبت سے پیش

آئے اور اپنے اہل وعیال کی خوشی اور راضی رکھنے کا خیال نہ ہو تو ایسے آدمی کو بہتر انسان کہنا ہی مناسب نہیں۔

بچوں سے محبت وشفقت

اس عالم رنگ و بو میں تو اللہ تعالیٰ کے بعد جنکا مرتبہ ومقام ہے یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ان کا بیوی بچوں سے سلوک یہ ہے جوان کی جگر گوشہ حضرت فاطمہؓ کے بارہ میں احادیث مبارکہ میں مذکور ہے کہ جب حضرت فاطمہؓ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں تشریف لاتیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہوجاتے۔ بیٹی کی پیشانی کو چومتے' جہاں تشریف فرما ہوتے وہ جگہ اپنی بچی کیلئے خالی کر کے اسی مسند پر بٹھا دیتے۔ حضرت فاطمہؓ کے جگر گوشوں یعنی اپنے نواسوں حضرت حسنؓ اور حسینؓ سے بے پناہ محبت کرتے' فرماتے یہ دونوں میرے گلدستے ہیں۔ حضرت فاطمہؓ کے گھر جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لاتے۔ حضرت فاطمہ بچے لے آتیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم ان کو چومتے' سونگھتے اور سینہ سے لپٹا کے رکھتے۔

محترم ساتھیو! حسن اخلاق کا دائرہ اتنا وسیع' غیر محدود اور زندگی کے تمام شعبوں کو اپنے اندر سمیٹے ہوئے ہے کہ کسی ایک موقع پر اس کے اہم ترین شعبہ جات جنہیں بدقسمتی سے امت کے اکثریت نے ترک کردیا ہے کا ذکر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت طیبہ کی روشنی میں بیان کرنا مشکل ہے۔ انشاء اللہ آئندہ اخلاق حسنہ کے چند اور شاخوں کے بیان کی کوشش کروں گا۔ آج کا اختتام خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد پر کر رہا ہوں۔ جس کا مفہوم یہ ہے کہ قیامت کے دن جن اعمال کو تولا جائے گا ان میں حسن اخلاق سے بھاری کوئی چیز نہ ہوگی۔ رات بھر جاگ کر نفل نمازوں اور دن بھر بھوک و پیاس کو برداشت کر کے نفل روزوں سے جو مقام اور درجہ حاصل ہوسکتا ہے۔ وہی درجہ' اجر وثواب' حسن خلق سے بھی حاصل ہوسکتا ہے۔

رب العزت مجھے اور آپ کو سیرت مطہرہ صلی اللہ علیہ وسلم پر چلنے اور اخلاق طیبہ کو اپنانے کی توفیق رفیق فرمادیں۔ آمین۔